غیر سودی بنک کاری

ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ سود کو ممنوع قرار دینے کے بعد بینکنگ کی تنظیم کس طرح ہوگی۔ اس کے پہلے آٹھ ابواب رسالۂ زندگی (رام پور) کے فروری تا دسمبر ۶۷ء کے شماروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ماہنامہ چراغِ راہ (کراچی) نے فروری۔ مارچ ۱۹۶۸ء کے شمارہ میں پہلے سات ابواب کا خلاصہ بھی شائع کیا تھا۔ میں ان رسالوں کے مدیر حضرات کا مشکور ہوں۔ رسالہ میں اشاعت کے بعد مجھے متعدد ماہرین معاشیات اور علماء اسلام سے اس موضوع پر استفادہ کا موقع ملا ہے۔ متعدد مسائل پر مجھے فضل الرحمٰن فریدی صاحب (سابق شعبۂ معاشیات) مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے تبادلۂ خیال کے بعد رائے قائم کرنے میں مدد ملی ہے۔ برادرم نورالحق صدیقی (ریزرو بینک) اور ڈاکٹر وحیدالدین خاں صاحب (حیدرآباد) نے بھی مطبوعہ ابواب کا مطالعہ کر کے مشورے دیے ہیں، پروفیسر علی محمد خسرو، انسٹی ٹیوٹ آف اکونامک گروتھ، دہلی نے بڑی توجہ سے مطبوعہ ابواب کا مطالعہ کر کے تفصیلی تبادلۂ خیال کے دوران میں مجھے مشورے دیے ہیں۔ میں ان دوستوں اور بزرگوں کا بہت مشکور ہوں، خاص طور پر میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ صاحب کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اپنی شدید مصروفیت اور علالت کے باوجود مطبوعہ ابواب کو بالاستیعاب پڑھ کر تحریری طور پر اپنی رایوں سے مطلع فرمایا، ان بزرگوں اور دوستوں سے استفادہ کے بعد میں نے مطبوعہ ابواب میں متعدد ترمیمیں اور اضافے بھی کیے ہیں۔

موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ایک ضمیمہ میں اس موضوع پر اب تک کے لٹریچر کا جائزہ لیا گیا ہے جس سے مزید غور وفکر میں مدد مل سکتی ہے۔ مسئلے کی نوعیت کے پیش نظر متعدد امور کے بارے میں خود

کوئی تجویز پیش کرنا، یا آزادانہ رائے قائم کرنا ناگزیر تھا، اس لیے یہ واضح کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں جو رائیں ظاہر کی گئی ہیں ان کی ذمہ داری صرف مصنف پر ہے نہ کہ اسے مشورہ دینے والے بزرگوں اور احباب پر! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان تمام حضرات کو جزائے خیر دے جن کی دلچسپی اور تعاون سے یہ کام پورا ہوا اور طباعت کے مرحلے سے گزرکر پڑھنے والوں تک پہنچا اور زیر غور مسئلے میں ہماری رہنمائی فرمائے۔ جیسا کہ اس کا وعدہ ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا.

محمد نجات اللہ صدیقی

شعبۂ معاشیات
مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ
۲۸ر دسمبر ۱۹۶۸ء
۷ر شوال ۱۳۸۸ھ

دیباچہ

اسلام نے سود کو حرام قرار دے کر انسانی زندگی سے ظلم اور بے انصافی کی ایک بہت بڑی شکل کو ختم کرنا چاہا ہے اور عملی اعتبار سے دورِ جدید میں اسلامی زندگی کی تنظیم نو کے سلسلے میں یہ ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ جدید معیشت میں سود اور سودی کاروبار کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔ بنکنگ کا پورا نظام سود پر قائم ہے۔ معاشی زندگی کی اسلامی تعمیر نو کے لیے ضروری ہے کہ سود کے بغیر بنکنگ کا نظام قائم کیا جائے اور کامیابی کے ساتھ چلایا جائے۔ یہ بات کسی بحث کی محتاج نہیں ہے کہ بنکنگ کا نظام چند بنیادی، مفید اور ناگزیر خدمات انجام دیتا ہے اور اس قسم کے کسی نظام کے بغیر جدید ترقی یافتہ معیشت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اسلامی معاشیات کے موضوع پر لکھنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ سود کے بغیر بھی بنکنگ کا نظام اس طرح چلایا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے معروف وظائف انجام دے سکے۔ یہ مفکرین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ بینکنگ کی اسلامی تنظیمِ نو شرکت اور مضاربت کے شرعی اصولوں کی بنیاد پر کی جانی چاہیے۔ لیکن ابھی تک یہ بات تفصیل سے واضح نہیں کی جاسکی ہے کہ شرکت اور مضاربت کی بنیادوں پر نظام بنک کاری کا قیام کس طرح عمل میں آئے گا اور اس کے ذریعے وہ تمام ضروری اور مفید خدمات کس طرح انجام پائیں گی جو جدید نظام بنک کاری انجام دیتا ہے۔ پیش نگاہ کتاب اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم غیر سودی نظام بنک کاری کا ایک خاکہ تجویز کریں گے۔ موضوع کی وسعت کے پیش نظر یہ خاکہ ابھی مجمل ہے اور اس کے بعض پہلو علاحدہ سے تفصیلی بحث کے محتاج ہیں۔ لیکن ہم نے کوشش کی ہے کہ غیر سودی نظام بنک کاری کے بنیادی خدوخال نمایاں ہو جائیں اور مزید تفصیلی تجزیے کے لیے ضروری بنیادیں فراہم ہو جائیں۔

مجوزہ خاکہ اوراس کی تشریح کے ضمن میں جو رائیں ظاہر کی جائیں گی وہ اہل علم کے سامنے غور ومشورہ کے لیے پیش کی جا رہی ہیں۔ تاکہ اس نئے مسئلے پر اسلام اور معاشیات کے علماء غور وفکر کے ذریعے کسی ایسی رائے تک پہنچ سکیں جو شریعت کی نگاہ میں مستند اور علم معاشیات کے نزدیک صحیح قرار پاسکے اور ساتھ ہی ہر سمجھدار آدمی کو قابل عمل بھی معلوم ہو۔

اس سے پہلے ہم قدرے تفصیل کے ساتھ 'شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول' واضح کر چکے ہیں[1]۔ اس کتاب میں ان مباحث کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ یہ واضح کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ ہم اسلام میں سود کی حرمت کو ایک مسلمہ امر تسلیم کرتے ہوئے گفتگو کر رہے ہیں اور تجارتی سود یا بنک کے سود کو حرام سود کی تعریف میں داخل سمجھتے ہیں۔ جو لوگ اس کے شرعی دلائل یا حرمت کی عقلی توجیہ کے موضوع پر مطالعہ کرنا چاہیں وہ مناسب مآخذ کی طرف رجوع کر سکتے ہیں[2]۔ اسی طرح ہم بنکوں کے اعمال و وظائف اور جدید نظریۂ بنکنگ پر بھی کوئی گفتگو نہ کر سکیں گے جو لوگ جدید معیشت میں بنکوں کے اعمال و وظائف کو سمجھنا چاہیں ان کو انگریزی میں اس موضوع پر ایک وسیع لٹریچر مل سکتا ہے۔ اور اردو میں بھی ایسی کتابیں موجود ہیں جو ضروری معلومات بہم پہنچا سکتی ہیں۔ اس کتاب میں صرف یہ واضح کیا جائے گا کہ شرکت اور مضاربت کے اصولوں پر بنکوں کا قیام کس طرح عمل میں لایا جاسکتا ہے اور وہ اپنے معروف وظائف کس طرح انجام دے سکتا ہے۔ اس بحث میں قدم قدم پر ایسے مسائل سامنے آئیں گے جن کا تعلق زر کی بابت پالیسی (Monetary Policy) یا مالیات عامہ (Public finance) سے ہے۔ ان مسائل پر سیر حاصل بحث بھی اس کتاب میں ممکن نہیں۔ ان سے صرف حسب ضرورت ہی تعرض کیا جاسکے گا۔

دور جدید میں تجارتی بنکوں کے علاوہ دوسرے درمیانی مالی اداروں (Financial Intermediaries) مثلاً انشورنس کمپنیوں، تعمیراتی انجمنوں، سرمایہ کار اداروں وغیرہ کی اہمیت

---

[1] شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۱۹۶۹ء۔

[2] سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ: سود ـــــ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۶۱ء۔ مولانا مفتی محمد شفیع: مسئلہ سود۔ ادارۃ المعارف کراچی ۱۳۸۰ھ۔ محمد فضل الرحمٰن: تجارتی سود، شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۶۷ء۔ ڈاکٹر انور اقبال قریشی: Islam and the Theory of Interest شیخ محمد اشرف لاہور ۱۹۴۶ء۔

بڑھتی جارہی ہے۔ یہ ادارے عوام کی بچتیں جمع کرنے اور انھیں سرمایہ کاری کی مخصوص راہوں میں لگانے میں اہم حصہ لیتے ہیں۔ ان کی سرگرمیاں کریڈٹ کی رسد میں اضافہ کا سبب بن سکتی ہیں اور زر کی بابت پالیسی پر کسی جامع بحث میں ان اداروں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ غیر سودی معیشت میں ایسے اداروں کی نوعیت اور ان کا دائرۂ کار علاحدہ سے غور و بحث کا محتاج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آئندہ مباحث میں ان سے تعرض نہیں کریں گے اور زر و بنک کاری کے روایتی (Conventional) تصور اور وظائف کی روشنی میں گفتگو کریں گے۔ اس ابتدائی مطالعہ میں ایسا کرنا ناگزیر ہے۔

غیر سودی بنک کاری کا مطالعہ کرتے وقت یہ حقیقت بھی سامنے رہنی چاہیے کہ اس نظام کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لیے ضروری ہے کہ جس ملک میں اسے نافذ کیا جائے وہاں سود قانوناً ممنوع ہو اور سودی لین دین کو قابل سزا جرم قرار دیا جائے۔ جہاں اس قانون کو سختی کے ساتھ نافذ نہیں کیا جائے گا وہاں اس کا امکان باقی رہے گا کہ بعض اصحابِ سرمایہ انفرادی اغراض کے تحت اجتماعی مفاد کو نقصان پہنچائیں۔ وہاں سودی لین دین کا چور بازار (Black Market) وجود میں آکر غیر سودی نظام کی کارکردگی کو متاثر کرسکتا ہے۔ اس ناگزیر شرط[1] کے علاوہ بعض ایسے حالات بھی ہیں جن کو پیدا کیے بغیر اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ غیر سودی معیشت میں توازن پیدا ہوسکے۔ مثلاً حاجت مند صارفین کے لیے اجتماعی کفالت کا معقول انتظام اور سرمایہ کی ذخیرہ اندوزی کی محاصل کے ذریعہ ہمت شکنی، یہ اور ان جیسے دوسرے سازگار حالات ایک ایسے اسلامی نظام میں بدرجہ اولیٰ پیدا کیے جاسکیں گے جو سود کو قانوناً ممنوع قرار دینے کے ساتھ دوسرے شرعی قوانین کو بھی نافذ کرے اور شرعاً مطلوب مقاصد کو حاصل کرنے کا پورا اہتمام کرے۔ اجتماعی نظام کے اس اہتمام کے ساتھ اگر عام افراد معاشرہ

---

[1] اس کا تصور انہی ملکوں میں کیا جاسکتا ہے جہاں کی بھاری اکثریت ایسا کرنے پر متفق ہو۔ لیکن جن ملکوں میں غیر مسلم آبادی کا تناسب بہت زیادہ ہے یا جہاں اکثریت کو حرمت سود پر شرح صدر نہیں حاصل ہے وہاں سودی اور غیر سودی نظام بنک کاری پہلو بہ پہلو چلانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ایسی فضا بنائی جانی چاہیے کہ غیر سودی طریقے اپنی خوبیوں کی بنا پر سودی طریقوں کے مقابلہ میں زیادہ قبول عام حاصل کریں۔ یہ بات بھی قابل تحقیق ہے کہ سودی لین دین کو قابل سزا جرم قرار دینے کا طریقہ انسانی تاریخ میں کس حد تک کامیاب رہا ہے۔ ضمیر کے تقاضے اور عملی فوائد پر بھروسہ قانون اور جبر کا سہارا لینے سے بہتر ہے۔

دیانت، ذمہ داری اور سماجی خدمت کے جذبہ جیسے اُن اوصاف کے بھی حامل ہوں جو اسلام اپنے پیروؤں میں پیدا کرنا چاہتا ہے تو مجوزہ غیر سودی نظام بنک کاری سہولت کے ساتھ چلایا جاسکے گا اور وہ اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرسکے گا جس معاشرہ میں افراد کا اخلاقی معیار پست ہو اور ذاتی اغراض کو اجتماعی مفاد پر ترجیح دینے کا جذبہ عام ہو وہاں غیر سودی نظام بنک کاری کو چلانے کے لیے قانون کا بیش از بیش سہارا لینا پڑے گا جس سے اس نظام کی کارکردگی متاثر ہوگی۔

مقدمہ طبع جدید

آج سے تیس سال پہلے جب ''غیر سودی بنک کاری'' شائع ہوئی تھی تو عملی میدان میں کوئی غیر سودی بینک موجود نہیں تھا۔ عمل کی خوبی یہ ہے کہ اس سے نظریہ کی کمیاں سامنے آتی ہیں اور تجربہ کی روشنی میں نظریہ کی زیادہ جامع واضح اور مکمل ترتیب ممکن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اسلامی بنک کاری کا چوتھائی صدی کا عملی تجربہ بھی کچھ ایسے سبق سکھا چکا ہے جن کا یہاں ذکر ضروری ہے۔ البتہ آگے بڑھنے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ابھی یہ تجربہ ابتدائی مراحل میں ہے، ہوسکتا ہے آئندہ اور سبق سیکھے جائیں اور جن نتائج کو ہم آج اہمیت دے رہے ہیں کل ان کی وہ اہمیت باقی نہ رہے۔

زیر نظر کتاب میں غیر سودی اسلامی بنک کاری کا جو ماڈل پیش کیا گیا ہے وہ مضاربت در مضاربت پر مبنی ہے۔ اسلامی بنک ایک طرف تو مضاربت کے اصول پر بچت کاروں اور اصحاب سرمایہ سے مال جمع کرتے ہیں اور دوسری طرف مضاربت ہی کے اصول پر کاروبار کرنے والوں کو سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔ اس سرمایہ کاری سے جو نفع فی الواقع ہوتا ہے اس میں سے کچھ فی صد بنک لیتا ہے اور باقی کاروبار کرنے والا رکھ لیتا ہے۔ بنک کو تمام کاروبار کرنے والوں سے مجموعی طور پر جو منافع ملتے ہیں ان کا کچھ فی صد وہ بچت کاروں اور اصحاب سرمایہ کو دیتے ہیں، باقی بنک رکھ لیتا ہے۔ مذکورہ فی صد حصے ازروئے معاہدہ طے پاتے ہیں مگر کسی فریق کے لیے کوئی مقررہ رقم بطور منافع نہیں طے کی جاسکتی۔ اس ماڈل میں بعض اور مالی خدمات کی فراہمی کے ذریعہ بینک کو مزید آمدنی کا ذکر تو موجود ہے، اور تھوڑی مقدار میں صارفی، کاروباری افراد اور اداروں نیز حکومت کو غیر سودی قرضے دینے کی بھی گنجائش ہے لیکن

کاروباری اغراض کے لیے شرکت اور مضاربت کے علاوہ کسی اور طریقے سے بڑے پیمانہ پر سرمایہ کی فراہمی کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔

غیر سودی بنک کاری کے جو ماڈل برصغیر ہندو پاکستان میں پیش کیے گئے تھے ان کے پیچھے یہ تصور کام کر رہا تھا کہ غیر سودی بنک کاری ملکی سطح پر اختیار کی جاسکے گی مگر عمل کے میدان میں غیر سودی اسلامی بنک کاری کا آغاز نجی دائرہ (پرائیویٹ سیکٹر) میں ہوا۔ انفرادی کوششوں کے نتیجہ میں قائم ہونے والے ان اسلامی بنکوں کو اپنے ملک کے سودی بنکوں سے مسابقت درپیش رہی۔ ملک کا قانونی ڈھانچہ بھی ان کے لیے زیادہ سازگار نہ ثابت ہوا۔ مثال کے طور پر مقروض وقت پر قرض نہ ادا کرے تو عدالت کے ذریعہ اس کا اثاثہ قرقی کرا کے اصل مع سود وصول کیا جاسکتا ہے مگر مضاربت پر مال لے کر کام کرنے والا (خلاف واقعہ) یہ کہے کہ سرمایہ ڈوب گیا یا کاروبار میں خسارہ ہوا یا کوئی نفع نہیں ہوسکا تو اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی یا تو ممکن نہیں یا اس سے کوئی حاصل نہیں۔ مروّجہ قوانین اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے بنے ہی نہیں ہیں۔ اس پر اس حقیقت کا اضافہ کرلیجیے کہ بازار میں اخلاق کا کوئی ایسا معیار نہیں پایا جاتا جس سے مضاربت اور شرکت جیسے معاملات میں مدد ملتی ہو جو یک گونہ امانت و دیانت کے طالب ہیں۔ تیسری بڑی مشکل یہ بھی پیش آئی کہ حساب رکھنے اور اس کی جانچ پڑتال کے مروّجہ طریقے قرض لین دین کو سامنے رکھ کر بنائے گئے ہیں ساجھے کاروبار یا سرمایہ کاری میں ان سے خاطر خواہ مدد نہیں ملتی۔

ان حالات کے نتیجہ میں ستّر کی دہائی میں قائم ہونے والے گنے چنے اسلامی بنکوں نے چند تلخ تجربوں کے بعد کاروبار کرنے والوں کو مضاربت پر سرمایہ دینے کا طریقہ ترک کر کے براہ راست صنعتی، زرعی اور تجارتی کاروبار میں ہاتھ ڈالا۔ کہیں کہیں کاروبار میں شرکت کا طریقہ بھی اختیار کیا گیا کیوں کہ مروجہ قوانین شرکت میں کچھ کام آجاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تجارت، صنعت، زراعت یا خدمات کی فراہمی کا کاروبار براہ راست کرنا بنکوں کو راس نہیں آسکتا۔ ان مختلف قسم کے کاموں کے لیے جس طرح کی کاروباری صلاحیتیں درکار ہیں وہ بینکوں میں نہیں جمع ہوسکتیں جو اصلاً مالی وساطت (Financial Intermediation) کے لیے قائم ہوتے ہیں، کہ عوام سے بچتیں جمع کریں اور کاروباری لوگوں کو سرمایہ فراہم کریں۔ اگر بینک طرح طرح کے کاروبار کرنے لگیں تو انھیں ہر کام کی مناسبت سے الگ الگ تنخواہ دار منیجر مقرر کرنے

ہوں گے ان منیجروں کی نگرانی بھی ایک مسئلہ بن جائے گی۔ یہ سب کرنے کے بعد ان کو ان کاروباریوں سے مسابقت درپیش ہوگی جو یکسو ہو کر ایک کاروبار میں اختصاص حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر اسلامی بنک براہ راست تجارت وصنعت کے ذریعہ نفع کما کر کھاتہ داروں میں نفع تقسیم کرنے میں کامیاب بھی ہو جائیں تو بھی یہ بات غور طلب ہے کہ ساری جدوجہد کا حاصل کیا رہا۔ یہی نا کہ ملک میں کچھ کاروباری اداروں کا اضافہ ہو گیا، مگر مالی وساطت کا کام اپنی جگہ رہا۔ مالی وساطت کا کام اس سے مختلف صلاحیتوں کا تقاضا کرتا ہے جو راست کاروبار کے لیے درکار ہیں۔ نیز ایک جدید ترقی پذیر معیشت کے لیے مالی وساطت کے ادارے ناگزیر بھی ہیں۔

سرمایہ کے مالک، یا بچت کار تین امور میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ سرمایہ کی مقدار، کتنی مدت کے لیے سرمایہ بینک کے سپرد کیا جا رہا ہے، اور سرمایہ کا مالک نفع کی خاطر کس حد تک نقصان کا خطرہ مول لینے کو تیار ہے۔ دوسری طرف سرمایہ کے طلب گار بھی مختلف مقداروں میں، مختلف مدتوں کے لیے اور درجۂ خطر (riskiness) کے اعتبار سے مختلف قسم کے کاروبار کے لیے سرمایہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ فرق بھی اہم ہے کہ مؤخرالذکر زیادہ مدت کے لیے اور عام طور پر اس سے کہیں زیادہ مقدار میں سرمایہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جو ایک بچت کار اپنے کھاتہ میں جمع کرتا ہے۔

مالی وساطت کا کمال یہ ہے کہ وہ مذکورہ بالا دونوں فریقوں سے اس طرح معاملہ کرے کہ دونوں مطمئن رہیں اور درمیان میں مالی وساطت کے عوض اس کو معقول آمدنی بھی ہوتی رہے۔ سرمایہ کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کے تحویل میں آئے گا اتنا ہی بینک کے لیے یہ کام اعلیٰ کارکردگی سے انجام دینا ممکن ہوگا۔ ماضی کے تجربوں، حال کے بارے میں معلومات اور مستقبل کے بارے میں ماہرانہ اندازے اس کام میں مدد کرتے ہیں۔ جس طرح کے خطرے کا کاروبار میں سابقہ پڑتا ہے وہ صرف بازار کے نرخ میں اتار چڑھاؤ تک نہیں محدود ہے بلکہ ملکی سکے کی بیرونی قیمت (Foreign Exchange) سے متعلق خطرے کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ مالی وساطت کے لیے اختصاص کرنے والوں کے لیے یہ ممکن ہوتا ہے کہ وہ اس کے لیے درکار معلومات اور مہارت حاصل کرنے پر وسائل صرف کریں، یہ کام ہر کاروباری الگ الگ نہیں کر سکتا۔ جب مالی وساطت کرنے والے اچھے ادارے موجود ہوتے ہیں تو عوام اپنی بچتیں بیش از بیش ان کے کھاتوں میں جمع کرتے ہیں کیوں کہ انھیں ان کی مہارت پر اس سے زیادہ بھروسہ ہوتا ہے جتنا وہ کسی ایک کاروباری ادارے پر کرتے ہیں جو کسی مخصوص صنعت یا زراعت یا تجارت میں سرمایہ

لگانے کے لیے ان سے سرمایہ حاصل کرنا چاہتا ہو۔ اسی طرح اچھے مالی وساطت کرنے والوں کی موجودگی کاروباری طبقہ کے لیے بھی بہت مفید ہوتی ہے کیوں کہ ہر چھوٹا بڑا کاروباری حصص فروخت کر کے براہ راست سرمایہ کے مالکوں سے سرمایہ نہیں حاصل کر سکتا۔

مروّجہ نظام بنک کاری میں مالی وساطت کا کام سود پر مبنی ہے۔ بنک جن کاروباریوں کو سرمایہ فراہم کرتا ہے ان سے اونچی شرح پر سود لیتا ہے اور جن کھاتہ داروں کا سرمایہ اس کے پاس جمع ہوتا ہے انھیں کم شرح پر سود دیتا ہے، دونوں شرح سود کا درمیانی فرق بنک کی آمدنی ہے جس میں سے کاروبار بنک کاری کی لاگت پوری کرنے کے بعد بھی بینک کے مالکوں کو معقول نفع مل جاتا ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اس کتاب میں بنک کاری کا جو ماڈل پیش کیا گیا ہے اس میں سود کی جگہ نفع میں شرکت کو دی گئی ہے، اور بڑی تفصیل سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ کاروبار بنک کاری (یعنی مالی وساطت کا کام) اس طرح بھی کیا جاسکتا ہے۔ عمل میں یہ ہوا کہ چونکہ ملکی سطح پر آغاز کی بجائے اسلامی بینکنگ کا تجربہ انفرادی سطح پر شروع ہوا، قانونی ڈھانچہ اس کے موافق نہ تھا، اخلاقی فضا بھی سازگار نہ تھی اس لیے مضاربت در مضاربت رائج نہ ہوسکی۔

مرابحہ

اسلامی بنک کاری میں مرابحہ کا اضافہ ڈاکٹر سامی حسن حمود کی کتاب[1] چھپنے پر ہوا۔ بجائے اس کے کہ کاروبار کرنے والا اسلامی بنک سے نقد رقم حاصل کر کے اپنی ضرورت کی مشین یا خام مال خریدے، مرابحہ کے طریقہ کے مطابق وہ بنک سے یہ کہتا ہے کہ فلاں مشینیں یا فلاں مال خرید کر میرے ہاتھ فروخت کر دو میں قیمت قسطوں میں ادا کروں گا یا اکٹھی مگر بعد میں دوں گا۔ تم اپنی قیمت خرید پر مثلاً پندرہ فی صد نفع بڑھا کر مجھ سے وصول کرنا، دوسرے الفاظ میں سرمایہ ادھار لے کر مع سود واپس کرنے کے بجائے وہ مشین یا مال ادھار خریدتا ہے مگر زیادہ دام پر۔ اسلامی فقہ میں گنی چنی اختلافی رایوں کے علاوہ جمہور علماء ہمیشہ اس کے جواز پر متفق رہے ہیں کہ تاجر اپنا مال ادھار بیچے تو اس سے زیادہ دام طلب کرے جتنا وہ نقد دام دینے والوں سے طلب کرتا ہے۔ مضاربت پر سرمایہ لے جانے والوں کی نادہندگی سے

---

[1] تطویر الاعمال المصرفیة بمایتفق و الشریعة الاسلامیة، عمّان ۱۹۷۶۔ انگریزی ترجمہ ۱۹۸۶ میں شائع ہوا تفصیلی حوالہ ضمیمہ ۴ میں ملاحظہ ہو۔

تنگ آ کر اسلامی بینکوں نے تجارت کے اس طریقے کو مال فراہم کرنے (Finance) کا طریقہ بنا کر اختیار کرلیا۔ اسلامک ڈیولپمنٹ بنک نے بھی مسلمان ملکوں کو تجارت خارجہ کے لیے سرمایہ کی فراہمی کے لیے مرابحہ کا طریقہ اختیار کرلیا۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ آج کل غیر سودی اسلامی بنک کاری میں سرمایہ کا غالب حصہ اسّی فی صد کے لگ بھگ، مرابحہ کے طریقہ پر فراہم کیا جاتا ہے۔

مرابحہ کے علاوہ اسلامی بینکوں نے کرایہ پر مشینیں، کاریں، پانی کے جہاز، ہوائی جہاز، وغیرہ فراہم کرنے کا طریقہ (leasing) بھی اختیار کیا، اس طرح کہ عملاً بنک کو پہلے قدم پر مطلوبہ سامان کے دام ادا کرنے ہوتے ہیں اور بعد میں کرایہ کے نام پر ایسی قسطیں وصول کرنی ہوتی ہیں کہ ایک معقول مدت میں اس کی ادا کی ہوئی قیمت مع نفع کے واپس آ جائے۔ خود وہ سامان کرایہ دار کو دے دیا جاتا ہے۔ اسی طرح سلم اور استصناع کے قدیمی طریقوں کو بھی اختیار کیا گیا ہے جس کے مطابق مطلوبہ زرعی اجناس یا صنعتی پیداوار کے دام پیشگی ادا کر دیئے جاتے ہیں۔ بعد میں مطلوبہ اجناس یا صنعتی پیداوار کی فروخت کے نتیجہ میں پیشگی ادا کردہ رقم مع معقول 'نفع' کے واپس مل جاتی ہے۔ کرایہ پر سامان دینے، سلم اور استصناع کو اسلامی بنکوں نے سرمایہ کے طلب گاروں کو مال فراہم کرنے کے محفوظ طریقوں کے طور پر اختیار کیا ہے۔ مرابحہ، اجارہ، سلم، اور استصناع چاروں کی بینک کے نقطۂ نظر سے یہ ''خوبی'' ہے کہ بنک کا دیا ہوا سرمایہ نقصان کے اندیشہ سے محفوظ رہتا ہے۔ نیز وہ ایک پہلے سے طے شدہ ''اضافے'' کے ساتھ واپس آتا ہے۔ البتہ سودی قرض کے برعکس، سرمایہ لگانے اور سرمایہ واپس آنے کے درمیان کم از کم نظری طور پر بنک کچھ خطرہ (risk) بھی مول لیتا ہے: کرایہ پر دیے جانے والے سامان یا مرابحہ پر فروخت کے لیے خریدے جانے والا مال اگر کرایہ دار یا خریدار کے قبضہ میں جانے سے پہلے ضائع ہو جائے تو اس کی ذمہ داری بینک پر ہوگی، وغیرہ وغیرہ۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ان طریقوں سے کی جانے والی فراہمی مال (Financing) بہر صورت اشیاء اور خدمات سے مربوط رہتی ہے۔ سودی قرض کی طرح صرف نقد کا لین دین نہیں ہوتا۔ یہ خصوصیت معیشت کے لیے بہت اہم ہے جیسا کہ ہم دسویں باب میں واضح کریں گے۔ یہاں اس کی تفصیل میں جانے کے بجائے مرابحہ، اجارہ، سلم اور استصناع جیسے فراہمی مال کے طریقوں کی ایک دوسری خصوصیت کا ذکر کرنا ضروری ہے جس کا ہمارے موضوع سے گہرا تعلق ہے۔ ان چاروں طریقوں سے فراہمی مال کے نتیجہ میں کوئی نہ کوئی بینک کا مقروض یا دَین دار (debtor) ہو جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ

میں ان طریقوں سے مال فراہم کرنے سے سندات قرض وجود میں آتی ہیں۔ اگر چہ یہ قرض نامے (Debt papers) غیر سودی ہوتے ہیں مگر معیشت میں بڑے پیمانے پر ان کا پایا جانا کچھ اس قسم کی مشکلات پیدا کر سکتا ہے جن سے مروّجہ نظام کو سامنا ہے۔ ان میں سے بعض کی طرف اس کتاب کے نئے اضافہ شدہ دسویں باب میں اشارہ کیا گیا ہے[1]۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک جدید معیشت میں سرمایہ بہت سے ایسے کاموں میں بھی لگانا ضروری ہے جس کے منافع اس طرح نہیں حاصل ہوتے کہ ان میں شرکت آسانی سے ممکن ہو، میونسپلٹیاں شہروں میں صفائی ستھرائی اور پینے کے لیے صاف پانی کی فراہمی وغیرہ کے لیے بھاری سرمایہ کاری کرنا چاہتی ہیں مگر یہ ضرورت تمام تر ٹیکس کی آمدنی سے اس لیے نہیں پوری کی جاسکتی کہ خرچہ ایک بار ہوتا ہے اور منافع برسہا برس تک ملتے رہتے ہیں۔ ایسی طویل المیعاد سرمایہ کاری کے لیے استصناع یا اجارہ کے طریقے مضاربت سے زیادہ موزوں ہوسکتے ہیں۔ مستقبل کی غیر سودی اسلامی بنک کاری صرف مضاربت در مضاربت پر مبنی ہونے کی بجائے ناگزیر دائرہ میں مرابحہ، سلم، استصناع اور اجارہ سے بھی کام لے گی۔ البتہ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا اور دسویں باب میں تفصیل سے بتایا جائے گا، اگر قرض پر منتج ہونے والے طریقوں کا غلبہ ہو تو اسلامی بنک کاری اپنے ان امتیازی فوائد کا مظاہرہ کم کر سکے گی جن کا انحصار زیادہ تر نفع میں شرکت پر مبنی سرمایہ کاری پر ہے۔

غیر سودی بنک کاری ایک انسانی ضرورت

بیسوی صدی میں انسانی معیشت پر تین بڑی مصیبتیں نازل ہوئیں۔ پہلی مصیبت وہ تباہ کاری ہے جو دو عالمی جنگوں نے مچائی جن کے نتیجہ میں کروڑوں جانیں تلف ہوئیں اور بڑے پیمانہ پر املاک و اموال کا ضیاع عمل میں آیا، دوسری مصیبت کمیونزم کے استبدادی کلیت پسند نظام کی صورت میں نمودار ہوئی جس نے انسانوں کی بڑی تعداد کو پہلے تو روٹی کے نام پر آزادی سے محروم کیا پھر چلتے چلتے روٹی سے بھی محروم کرتا گیا۔ تیسری بڑی مصیبت نظام زر اور بازار مال کا وہ عدم توازن اور عدم استقرار ہے جسے ہم آج کل بھی جھیل رہے ہیں۔ پہلے تو عرصہ تک ساری دنیا افراط زر کا شکار رہی اور اب صدی کے آخر میں بہت سے ممالک کساد بازاری کا شکار ہیں۔ دونوں تبدیلیوں کا کم ترقی یافتہ ممالک پر جن میں

---

[1] ملاحظہ ہو، دسویں باب کی ذیلی سرخی، ترجیح کے اسباب

ہندوستان بھی شامل ہے، کا برا اثر پڑا۔ مگر جنوب مشرقی ایشیا کے وہ ممالک خاص طور پر پریشانیوں میں مبتلا ہوگئے جنھوں نے گزشتہ دہائی میں تیز رفتار ترقی کا مظاہرہ کرکے ترقی پذیر ممالک کا حوصلہ بلند کیا تھا۔ تھائی لینڈ، کوریا، ملیشیا، انڈونیشیا وغیرہ یکا یک آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے جانے لگے، خاص طور پر موخر الذکر دونوں مسلمان ملکوں کو بہت صدمہ پہنچا۔ بلاشبہ اس صدمہ کی ذمہ داری ملک کے اندرونی اسباب پر بھی ہے۔ مگر مصیبت کا آغاز بڑے پیمانے پر بیرونی سرمایہ کی واپسی سے ہوا۔ یہ سرمایہ زیادہ تر چھوٹی مدت کے لیے دیے ہوئے قرضوں کی صورت میں تھا یا بانڈز اور حصص کی خریداری کے ذریعہ ملک میں داخل ہوا تھا۔ دیئے ہوئے قرضوں کی واپسی کے مطالبے اور بانڈز اور حصص کی اچانک فروحت سے ان ملکوں کے سکوں کی بیرونی قیمت یکا یک گرگئی، بیرونی زر کا حصول دشوار تر ہوگیا جس سے برآمدات مہنگی ہوگئیں اور نتیجہ میں ہزاروں کارخانے بند ہوئے، لاکھوں لوگ بے روزگار ہوئے اور ایسا لگا کہ معیشت ٹھپ ہوکر رہ جائے گی۔

اس مقدمہ میں اس تیسری مصیبت کے اسباب وعلاج پر تفصیلی گفتگو تو ممکن نہیں ہے مگر اس کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ کتاب کے موضوع کا ان اسباب وعلاج سے گہرا تعلق ہے۔ مروّجہ نظام زرومال زیادہ تر قرض پر مبنی ہے اور بازار مال میں قصیر المیعاد قرضوں اور بانڈز کا غلبہ ہے۔ ایسے سرمایہ کا دینا اور لینا آسانی اور تیز رفتاری کے ساتھ ممکن ہے اور یہی خصوصیت ان ممالک کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی ہے جو ایک طرف تو سرمایہ کے بھوکے ہوتے ہیں مگر دوسری طرف سرمایہ کی اچانک واپسی کا صدمہ نہیں سہہ سکتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے یہ سوچیں کہ اگر کسی ملک میں بیرونی سرمایہ کا داخلہ زیادہ تر شرکت اور مضاربت پر مبنی ہو تو وہ کس حد تک اس مصیبت سے بچا رہ سکتا ہے۔ پہلا فرق تو یہ ہوگا کہ شرکت یا مضاربت پر سرمایہ وہی لگائے گا جو پوری طرح مطمئن ہو کہ جس کاروبار میں اس سرمایہ کو لگایا جا رہا ہے وہ پیدا آور اور نفع بخش ثابت ہوگا کیوں کہ شرکت ومضاربت پر دیئے ہوئے سرمایہ کی واپسی اور اس پر نفع دونوں اسی مدت میں ممکن ہوگا۔ اس کے برعکس یہ ایک حقیقت ہے کہ بہت سے سرمایہ کاروں نے قرض دینے میں اس کی تحقیق ضروری نہیں سمجھی کہ سرمایہ جس کاروبار میں لگایا جائے گا اس کا کیا حال ہے کیوں کہ قرض سرمایہ کے لیے یہ زیادہ اہم ہے کہ قرض لینے والا کون ہے اور اس کی مالی حالت کیسی ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ اگر جانچ پڑتال کے بعد سرمایہ لگانے کے باوجود جس کاروبار میں سرمایہ لگایا گیا ہے اس کو کچھ دشواریوں کا سامنا ہوا تو، شرکت ومضاربت کی صورت میں سرمایہ لگانے والے کا مفاد اس میں ہوگا کہ وہ فریق ثانی کے ساتھ مل کر ان دشواریوں پر قابو حاصل کرنے کی کوشش

کرے، نہ یہ کہ اس سے سرمایہ واپس لے کر رخصت ہو جائے، جیسا کہ جنوبی مشرقی ایشیا میں سرمایہ لگانے والے مغربی مالی اداروں نے ۹۸-۱۹۹۷ء میں کیا۔

یہ کتاب پہلی بار ہندوستان سے شائع ہوئی پھر پاکستان میں، اس کے بعد پہلا انگریزی ترجمہ لاہور سے اور دوسرا ترجمہ انگلستان سے شائع ہوا۔ عربی اور فارسی ترجمہ بھی چھپے۔ اب جیسا کہ اس کا اضافہ شدہ ایڈیشن ہندوستان سے شائع ہو رہا ہے چند جملے اس سیاق میں لکھنے ضروری ہیں کہ اس کوشش کا ہمارے اپنے ملک سے کیا تعلق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مروّجہ نظام زر و بنک کاری کا غیر سودی بدل ایک انسانی ضرورت کی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا ہے جو معاشرہ میں عدل قائم کرنے اور متوازن معاشی ترقی کے لیے سازگار ہوگا۔

چنانچہ ہندوستان میں بھی یہ خیال جڑ پکڑ رہا ہے۔ مسلمانوں نے سیکڑوں غیر سودی مالی ادارے قائم کر رکھے ہیں جن میں سے بعض بچت اور قرض سے آگے بڑھ کر سرمایہ کاری کے میدان میں بھی اتر چکے ہیں۔ بعض بین الاقوامی غیر سودی مالی اداروں مثلاً البرکہ نے بھی ہمارے ملک میں کاروبار شروع کیا ہے۔ بعض عام کاروباری حلقوں میں بھی بالخصوص احمد آباد (گجرات) میں غیر سودی اداروں کا قیام عمل میں آیا ہے[1]۔ ملک کی متعدد یونیورسٹیوں میں اس موضوع کو پی ایچ ڈی کی تھیسس لکھنے کے لیے موزوں قرار دیا جا چکا ہے اور بعض چوٹی کے ماہرین معاشیات نے اس طرح کے اداروں کے قیام کو مفید قرار دیا ہے[2]۔ ہمارا خیال ہے کہ غیر سودی بنک کاری کے اس طبع جدید کے ذریعہ ہمیں اپنے ملک کے اس تازہ رجحان کو مزید تقویت بہم پہنچانے میں مدد ملے گی۔

محمد نجات اللہ صدیقی

اسلامک ایکونامکس ریسرچ سنٹر
کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی
جدہ، سعودی عرب

۳؍جون ۱۹۹۹

---

۱ روڈنی ولسن: اسلامک فینانس۔ لندن۔ فنانشل ٹائمز فنانشل پبلشنگ ۱۹۹۷۔ صفحہ ۱۴۵؛ اور فلپ مور: اسلامک فینانس۔ لندن۔ یورومنی۔ ۱۹۹۷ صفحہ ۲۰۰ کے بعد ضمیمہ P ۷؛ پر سولی کیپٹل اینڈ فینانس لیمیٹڈ پالڈی۔ احمد آباد کا ذکر کیا ہے۔

۲ مثال کے طور پر سابق وزیر مالیات، ڈاکٹر منموہن سنگھ۔ بحوالہ ریڈینس۔ دہلی جلد ۳۲ نمبر ۴۴۔ ۲۶؍اکتوبر تا یکم نومبر ۱۹۹۷ء صفحہ ۶۔

پہلا باب

بنک کا قیام

بنک کا قیام شرکتِ عنان[1] کے اصول پر عمل میں آئے گا۔ چند افراد[2] سرمایہ فراہم کریں گے تاکہ اس مشترکہ سرمایے سے مضاربت پر کاروبار کرایا جائے، اور دوسری خدمات بالمعاوضہ انجام دی جائیں اور اس طرح نفع کمایا جائے۔ ان سرمایہ فراہم کرنے والوں کو ہم آئندہ حصہ دار کے نام سے یاد کریں گے۔

بنک حصہ داروں کے علاوہ عام پبلک سے بھی مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرے گا تاکہ اس سرمایہ کو بنک کے کاروبار میں لگا کر اس سے نفع کمایا جائے جس کا طے شدہ حصہ مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرنے والوں کو منتقل کر دیا جائے گا۔ مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرنے والوں کو ہم آئندہ کھاتہ دار کے نام سے یاد کریں گے۔

---

[1] ''شرکتِ عنان یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد افراد کسی کاروبار میں متعین سرمایوں کے ساتھ اس معاہدہ کے تحت شریک ہوں کہ سب مل کر کاروبار کریں گے اور کاروبار کے نفع ونقصان میں متعین نسبتوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔''

''شرکت کی صورت میں یہ لازمی نہیں کہ ہر شریک عملاً بھی کاروبار کرنے میں حصہ لے۔ البتہ کسی شریک کو کاروبار میں عملی حصہ لینے سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ اصولاً اسے یہ حق حاصل رہے گا خواہ وہ عملاً حصہ لے یا نہ لے۔''

(شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول۔ صفحہ ۱۵-۱۶)

[2] ایک فرد اپنے ذاتی سرمایہ سے بھی بنک قائم کر سکتا ہے، اسی طرح حکومت بھی ریاستی سرمایہ سے بنک قائم کر سکتی ہے۔ مگر عام طور پر بنک کے قیام کے لیے کثیر سرمایہ درکار ہوگا جسے چند افراد مل کر ہی فراہم کر سکیں گے۔ اسی لیے ہم نے آئندہ مباحث میں دوسری صورتوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ عملاً ان صورتوں کو اختیار کرنے کی پوری گنجائش ہوگی، اور آئندہ مباحث کے تمام نتائج کا اطلاق ان صورتوں پر بھی ہوگا۔ بجز ان مباحث کے جن کا تعلق بنک کے حصہ داروں کے درمیان نفع کی تقسیم سے ہے۔

حصہ داروں کی تعداد کم از کم دو ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ تعداد کے لیے اصولاً کوئی حد نہیں مقرر ہے لیکن سہولت کار اور دوسرے مصالح کے پیش نظر مناسب ہوگا کہ تعداد کی کوئی آخری حد مقرر کر دی جائے، اس حد کی تعیین ہر ملک اور ہر زمانے میں مختلف ہوتی ہے مگر یہ تعداد بہت زیادہ نہ ہونی چاہیے۔ اسی طرح اجتماعی مصالح کا تقاضا ہو تو حصہ داروں کی کم سے کم تعداد بھی مقرر کی جا سکتی ہے جو دو سے زائد ہونی چاہیے۔

ان حصہ داروں کا فراہم کیا ہوا سرمایہ باہم مساوی بھی ہو سکتا ہے اور غیر مساوی بھی۔ یہ طریقہ اختیار کرنا زیادہ موزوں ہوگا کہ سرمایے کی ایک خاص مقدار مثلاً ایک لاکھ روپے کو ایک حصہ قرار دیا جائے اور یہ طے کر دیا جائے کہ ہر شریک جتنے حصے چاہے خرید سکتا ہے۔ بنک کے مجموعی مشترکہ سرمایے کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقداریں بھی مقرر کی جا سکتی ہیں۔

کسی حصہ دار کا فراہم کردہ سرمایہ بنک کے مجموعی مشترکہ سرمایے کے ساتھ جو نسبت رکھتا ہو اسی نسبت سے وہ حصہ دار بنک کا مالک سمجھا جائے گا۔

کاروبار بنک کاری کے منافع کے سلسلے میں یہ اصول اختیار کر لینا مناسب ہوگا کہ ان کی تقسیم سرمایوں کی مقداروں (یا حصص کی تعداد) کی نسبت سے ہوگی۔ بنک کے مجموعی نفع کو اس کے مجموعی سرمایے پر تقسیم کر دیا جائے گا اور اس طرح فی صد جو نفع آئے گا اسی کے حساب سے ہر صاحب سرمایہ کا نفع متعین کر لیا جائے گا۔ اصولاً اس بات کی پوری گنجائش ہے کہ شرکاء کے لیے نفع کی ایسی نسبتیں طے کر لی جائیں جو ان کے فراہم کردہ سرمایوں (خرید کردہ حصص) کے تناسب کی پابند نہ ہوں بلکہ ان سے مختلف ہوں۔ ایسا کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بعض شرکاء دوسرے شرکاء کی بہ نسبت زیادہ تجربہ کار اور باصلاحیت ہوں، یا وہ زیادہ کاروباری اعمال انجام دینے کی ذمہ داری لے رہے ہوں۔ لیکن حسابات میں سہولت اور کاروبار بنک کاری کی نوعیت کے پیش نظر ہماری رائے یہی ہے کہ کاروبار بنک کاری کے منافع شرکاء بنک کے درمیان ان کے فراہم کیے ہوئے سرمایوں کی مقداروں کی نسبت سے تقسیم کیے جانے چاہییں۔

اگر کسی سال کاروبار بنک کاری میں بحیثیت مجموعی نقصان ہو تو یہ نقصان لازماً شرکاء بنک کے

درمیان ان کے سرمایوں کی نسبت سے تقسیم پائے گا۔ جیسا کہ شرکت کے شرعی احکام بیان کرتے ہوئے واضح کیا جا چکا ہے۔[1]

مشترکہ سرمایہ کو شرکت یا مضاربت کے اصول پر کاروبار کے لیے دینے کا طریقہ اختیار کرے گا۔ ساتھ ہی بنک کاروباری افراد اور اداروں نیز عام افراد، دوسرے اداروں اور حکومت کی ایسی خدمات بھی انجام دے گا جن کے عوض معقول اجرت مل سکتی ہو۔ یہ اجرتیں بھی بنک کی آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہوں گی۔

ہر شریک اس بات پر رضامندی ظاہر کرے گا کہ بنک کے مشترکہ کاروبار کی جانب سے شرکت یا مضاربت کے اصول پر مزید سرمایہ حاصل کر کے اس کاروبار میں لگایا جائے اور کاروبار کی توسیع کے لیے قرض سرمایہ حاصل کیا جائے۔ تمام شرکاء کی جانب سے شرکت کو اس بات کی بھی اجازت ہوگی کہ دوسرے افراد یا اداروں کو سرمایہ قرض دیا جائے یا مضاربت یا شرکت کے اصول پر سرمایہ فراہم کیا جائے۔ بنک کو پورا اختیار ہوگا کہ مشاہرہ یا اجرت کے عوض مزدوروں، کلرکوں اور ماہرین فن کی خدمات حاصل کرے۔ اور مشترکہ سرمایہ میں وہ تمام تصرفات کرے جو بنک کے کاروبار کے مفاد میں ہوں۔

ہر شریک کو دوسرے شرکاء کی طرف سے اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ اپنی ذاتی حیثیت میں کوئی دوسرا کاروبار کرے یا کسی کاروباری ادارے میں شرکت یا مضاربت کے اصول پر شامل ہو اور سرمایہ قرض لے یا قرض دے۔ شرکاء کے انفرادی اور نجی کاروباری تصرفات کا مشترکہ کاروبار سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

بنک کے کاروبار سے متعلق تمام اہم فیصلے حصہ داروں کے باہمی مشورے سے طے پائیں گے۔ اگر حصہ داروں کی تعداد بہت بڑی ہو تو اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ وہ بہت سے امور کے بارے میں، جن کی تعیین پہلے سے کر لی جانی چاہیے، فیصلے کا اختیار اپنی ایک نمائندہ مجلس کے سپرد کر دیں۔ روزمرہ کاروباری فیصلوں کو تنخواہ دار منیجروں کے سپرد کیا جا سکتا ہے جن کے تقرر اور معزولی کا اختیار حصہ داروں یا اس کے نمائندوں پر مشتمل مجلس کو ہوگا۔

کاروبار بنک کاری چونکہ ایک مسلسل کاروبار ہے۔ لہٰذا اس کی تکمیل یا اختتام کا کوئی وقت نہیں

---

[1] شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، صفحہ ۲۱

مقرر ہے۔ ایسی صورت میں حصہ داروں کا مفاد یہ چاہتا ہے کہ نفع و نقصان کی تعیین کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرلیا جائے جو حصہ داروں اور شرکت دونوں کے حق میں موزوں ہو۔ مناسب ہوگا کہ ہر مالی سال کے اختتام پر شرکت کے نفع و نقصان کی تعیین کے لیے اس کے حسابات کی جانچ کی جائے۔ مجموعی نفع یا نقصان کی تعیین کے بعد ہر حصہ دار کے نفع یا نقصان کو متعین کیا جائے اور اس کے حصہ کا نفع اسے دے دیا جائے۔ نقصان کی صورت میں اسے مطلع کر دیا جائے کہ اس کے سرمایہ میں نقصان کے بقدر کمی واقع ہوگئی ہے۔ اس کے بعد آئندہ سال کے لیے معاہدہ شرکت کی تجدید کرتے ہوئے کاروبار جاری رکھا جائے، نئے مالی سال کا حساب پچھلے سال سے علیحدہ ہوگا۔ اس کے نقصانات کی تلافی میں وہ منافع نہیں واپس لیے جاسکیں گے جو پہلے تقسیم کیے جاچکے ہیں، نہ اس کے نفع سے گزشتہ نقصانات کی تلافی کی جاسکے گی۔ البتہ نقصان کی صورت میں حصہ داروں کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے سرمایہ میں واقع ہونے والی کمی کو پورا کرنے کے لیے نقصان کے بقدر مزید سرمایہ فراہم کردیں۔[1]

ہر شریک کو ہر وقت اس کا اختیار ہوگا کہ وہ شرکت سے علیحدہ ہوجائے۔ کسی حصہ دار کی جانب سے علیحدگی کا نوٹس ملنے پر اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ مشترکہ کاروبار کے حسابات مکمل کرکے اس شریک کا سرمایہ مع اس کے حصہ کے نفع یا نقصان کے واپس کردیا جائے۔ اگر حسابات کی تکمیل کے لیے کچھ عرصہ مثلاً رواں سہ ماہی کے اختتام تک، انتظار ضروری ہو تو ایسا کیا جائے گا۔ اس بات کی بھی پوری گنجائش ہے کہ شرکت کا معاہدہ کرتے وقت شرکاء اپنے کو اس کا پابند کرلیں کہ کسی شریک کی علیحدگی مالی سال کے اختتام، یا سہ ماہی حسابات کے موقع پر ہی عمل میں آسکے گی۔ علیحدہ ہونے والے شریک یا شرکاء کے علاوہ باقی شرکاء کے حق میں شرکت باقی رہے گی۔[2]

کسی شریک کی موت سے اس شریک کی حد تک شرکت ختم ہوجائے گی اور مذکورہ بالا طریقے کے مطابق حسابات مکمل کرکے اس کا سرمایہ مع نفع یا نقصان کے اس کے شرعی ورثاء یا ان افراد کو واپس

---

[1] ملاحظہ ہو: شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، صفحات ۳۸-۳۹

- یہ معاملہ کی نوعیت کا اصولی تقاضا ہے۔ عملاً ایسی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں کہ نقصان کی تلافی کے لیے کسی حصہ دار سے مزید سرمایہ طلب کرنے کی ضرورت نہ پڑے، جیسا کہ اگلے باب میں واضح کیا گیا ہے۔

[2] شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول۔ صفحہ: ۱۳۰۔

کردیا جائے گا جن کے حق میں اس نے وصیت کی ہو۔ البتہ اگر باقی شرکاء راضی ہوں تو مرنے والے حصہ دار کے وارث یا ورثاء کو اس کی جگہ دی جاسکتی ہے۔[1]

چونکہ بنک کو اس کے شرکاء کی جانب سے کاروبار کے لیے قرض لینے اور قرض دینے کی اجازت ہوگی لہٰذا ان شرکاء کی مالی ذمہ داری ان کے فراہم کردہ سرمایہ تک محدود نہیں ہوگی بلکہ ان سے متجاوز ہونی چاہیے۔ چونکہ عام طور پر قرض لین دین کے سلسلے میں بنک کسی حد کا پابند نہیں ہوگا۔ لہٰذا یہ کہنا درست ہوسکتا ہے کہ ہر شریک (حصہ دار) کی مالی ذمہ داری غیر محدود ہوگی۔ اگر کاروبار بنک کاری میں اتنا زبردست خسارہ ہو کہ لیے ہوئے قرضوں اور دوسری واجب الادا رقوم کی ادائیگی کے لیے مشترکہ سرمایہ کافی نہ ہو تو اس کمی کو حصہ دار اپنے ذاتی مال میں سے پوری کریں گے۔[2] البتہ کسی حصہ دار نے اپنی ذاتی حیثیت میں جو مالی ذمہ داریاں اٹھائی ہوں ان کی ادائیگی میں دوسرے حصہ دار اس کے شریک نہ ہوں گے۔ حصہ داروں کے نجی کاروبار کی مالی ذمہ داریوں سے شرکت کو کوئی تعلق نہ ہوگا۔

شرکاء کی غیر محدود مالی ذمہ داری کا مقصود ان عوام کا تحفظ ہے جو بنک کے کھاتہ دار ہوں، جن کی رقمیں بنک کے ذمہ واجب الادا ہوں۔ مگر عملاً یہ دیکھا گیا ہے کہ دیوالیہ ہونے کی صورت میں بنک کے شرکاء کے ذاتی مال واملاک سے اتنی رقوم حاصل کرنا ممکن نہیں ہوتا کہ تمام کھاتہ داروں کے حقوق ادا کیے جاسکیں۔ لہٰذا عوام کے مفادات کے تحفظ کے لیے دوسرے طریقے ایجاد کیے گئے جن میں سے بیشتر کا تعلق مرکزی بنک کی نگرانی اور ان ضوابط سے ہوتا ہے جن کا تمام بنکوں کو پابند کیا جاتا ہے۔ ان تدبیروں پر بھروسہ کرتے ہوئے بنکوں کے قیام کے لیے محدود ذمہ داری کی بنیاد پر ”جوائنٹ اسٹاک کمپنی“ یا کارپوریشن کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ ان شکلوں کے اختیار کرنے سے زیادہ وسیع پیمانہ پر سرمایہ جمع کرنا اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو بنک میں شریک بنانا ممکن ہوا۔ متعلقہ فقہی مسائل پر بحث جاری ہے مگر کاروبار بنک کاری کی وسعت یہی تقاضا کرتی ہے کہ محدود ذمہ داری کی بنیاد پر حصص کی صورت میں سرمایہ لگا کر بنک قائم کرنے کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ نیز ریاست اور مرکزی بنک کاروبار بنک کاری کی ایسی نگرانی کا اہتمام کریں کہ بنکوں کے دیوالیہ ہونے کی نوبت نہ آئے اور کھاتہ داروں کے مفادات محفوظ رہیں۔

۱۔ ملاحظہ ہو"شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، صفحات ۱۴۶-۱۴۹

۲۔ ملاحظہ ہو"شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، صفحات ۱۲۰-۱۲۱

دوسرا باب

بینک کا کاروبار

بینک کے کاروبار کو تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ وہ خدمات جو بینک فیس، کمیشن، یا متعین اجرت کے عوض انجام دے گا۔

۲۔ شرکت یا مضاربت کے اصول پر کاروبار میں سرمایہ لگانا۔

۳۔ بلا معاوضہ خدمات۔

ذیل میں پہلی دو قسموں کا مطالعہ کیا جائے گا۔ تیسرے کام کا مطالعہ چوتھے باب میں کیا گیا ہے۔

بالمعاوضہ خدمات

ان خدمات سے حاصل ہونے والی آمدنی چونکہ ان خدمات کی انجام دہی پر آنے والی لاگت سے زیادہ ہوسکتی ہے، اس لیے یہ بھی بینک کے لیے نفع کمانے کا ایک اہم ذریعہ ہوں گی۔ دوسری جانب ان سے معاشرہ اور بالخصوص کاروباری طبقے کی اہم ضروریات پوری ہوں گی۔ یہ وہی خدمات ہیں جن کو معاصر بینک بھی فیس، کمیشن یا متعین معاوضوں کے بدلے انجام دیتے ہیں۔ چونکہ اس طرح کی بالمعاوضہ خدمات کی انجام دہی آج بھی سود سے پاک ہے، لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ موجودہ طریقے غیر سودی نظام میں بھی جاری نہ رہیں۔ ان خدمات اور ان کی انجام دہی کے طریقوں کا تفصیلی مطالعہ موزوں مآخذ کی مدد سے کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں بعض اہم خدمات کے ذکر پر اکتفا کیا جائے گا۔

(الف) امانتیں رکھنا اور ان کی حفاظت کا اہتمام کرنا۔ بینک اپنے یہاں مقفل بکس (Lockers) رکھے گا جن میں زیورات، اہم کاغذات اور دستاویزیں، سندیں اور دوسری قیمتی اشیاء رکھی جاسکیں گی، بنک ان اشیاء کی حفاظت کا ذمہ لے گا اور اس کی مناسب اجرت وصول کرے گا۔

(ب) رقموں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔ سفری چک، بینک ڈرافٹ، خطوط اعتماد (Letters of Credit) اور مختلف قسم کی مالی سندوں کے ذریعے بنک چھوٹی بڑی رقوم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی خدمت انجام دیتے ہیں اور اس کا معاوضہ فی صد کمیشن یا فیس کی صورت میں وصول کرتے ہیں۔ چونکہ ہر بڑے بنک کی شاخیں متعدد مقامات پر ہوتی ہیں یا اگر شاخیں نہ ہوں تو بھی بنک ایک دوسرے سے لین دین رکھتے ہیں لہٰذا ان خدمات کی انجام دہی پر بنکوں کو برائے نام لاگت آتی ہے جب کہ گاہک کو اس سے کافی فائدہ ہوتا ہے۔ یہ طریقہ غیر سودی نظام بنک کاری میں بھی اختیار کیا جاتا رہے گا اور بنکوں کی آمدنی کا ذریعہ ہوگا۔

(ج) بحری اور ہوائی جہازوں، ریل یا موٹر وغیرہ کے ذریعے منگوائے جانے والے تجارتی اموال اور دیگر سامانوں کو اپنے گاہکوں کی نمائندگی کرتے ہوئے چھڑانے، گاہک کی طرف سے اس کی ہدایت کے مطابق ان کی قیمتیں ادا کرنے اور مال کو گاہک تک پہنچانے کی خدمات انجام دے کر بھی بینک معاوضہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی بدستور رائج رہے گا۔

(د) اپنے گاہکوں کی نمائندگی کرتے ہوئے غیر منقولہ جائداد کی خرید و فروخت کا معاملہ کرنا اور اس سلسلے میں قانونی کارروائیوں کی تکمیل کرانا بھی ان بالمعاوضہ خدمات میں سے ہے جو بینک انجام دے سکتے ہیں۔

(ہ) بعض معاصر بنک کاروباری فریقوں کو نیا کاروبار شروع کرنے یا موجودہ کاروبار کی توسیع کے سلسلے میں ماہرانہ مشورے دینے، مشینری، خام مال اور دیگر اشیاء کی فراہمی اور خریداری میں ان کی مدد کرنے اور فی الجملہ کاروبار کی ترویج و ترقی میں ان کے کاروباری اور قانونی مشیر کی حیثیت سے کام کرتے ہیں[1] اس کام کی انجام دہی کے لیے بینک تنخواہ دار ماہرین فن کی خدمات حاصل کرتے ہیں اور خود اپنے کاروباری گاہکوں سے اپنی ان خدمات کا معقول معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ یہ تمام معاوضے سود سے پاک ہیں اور غیر سودی نظام میں بھی حاصل کیے جا سکیں گے۔

(و) بینک اپنے کھاتہ داروں اور گاہکوں کو اہم مالی امور میں مشورے دینے کے علاوہ

---

[1] David Rockfeller: Creative management in banking, PP.40-44, Mc Graw Hill, New York, 1964 اور A.James Meigs: Recent Innovations in the functions of banks. American Economic Review. May 1966

ان کی جانب سے تجارتی حصص کی خرید وفروخت یا ان کے سرمایہ کو مختلف کاروباری اداروں میں لگانے کی خدمت بھی انجام دیتے ہیں وہ اپنے گاہکوں کی نمائندگی کرتے ہوئے ان حصص کے منافع وصول کرتے ہیں اور ان حصص کو اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ تمام خدمات بالمعاوضہ ہوتی ہیں اور مجوزہ نظام بنک کاری میں بھی جاری رہیں گی۔

جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے بالمعاوضہ خدمات کی کوئی متعین فہرست نہیں پیش کی جاسکتی۔ حالات کی تبدیلی، گاہکوں کی طلب اور بینکوں کی اپنی اپج اور پیش قدمی نئی نئی خدمات پیش کرے گی اور بینک ہر ایسی خدمت کو بخوشی انجام دے گا جس سے اس کا کاروبار بڑھتا ہو۔ اس کے گاہکوں کا حلقہ وسیع تر ہوتا ہو اور اسے مزید نفع حاصل ہوتا ہو۔ بینک اپنے تجربہ، ساکھ، نظام حفاظت اور اپنی ملک گیر بلکہ عالم گیر نوعیت کے سبب ان گوناگوں خدمات کو سہولت اور کفایت کے ساتھ انجام دے کر اپنے گاہکوں ــــ عوام، کاروباری افراد، اداروں، حکومت اور دوسرے عوامی اداروں ــــ سے ان کے معقول معاوضے وصول کرسکیں گے۔ عام طور پر یہ معاوضے ان خدمات کی لاگت سے زیادہ ہوں گے۔ مختلف بنکوں کی شرح معاوضہ مختلف ہوسکتی ہے۔ مگر بینکوں کی باہمی مسابقت ان شرحوں کو اعتدال کی حدود میں رکھے گی۔ ضرورت محسوس کی جائے تو مرکزی بنک یا حکومت اعتدال سے تجاوز کو روک سکے گی۔

نفع آور کاروبار میں سرمایہ لگانا

بنک کے لیے نفع کمانے کا سب سے بڑا ذریعہ اپنے سرمایہ کو شرکت عنان یا مضاربت[۱] کے اصول پر کاروبار کرنے والے فریقوں کو فراہم کرنا ہے۔ چونکہ سرمایہ لگانے کی یہ دونوں صورتیں اپنی نوعیت اور شرعی احکام کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لہٰذا ان پر علیحدہ علیحدہ گفتگو کی جائے گی۔

---

[۱] ''مضاربت یہ ہے کہ ایک فریق سرمایہ فراہم کرے اور دوسرا اس سرمایہ سے کاروبار کرے۔ اس معاہدہ کے تحت کہ اس کاروبار کے نفع میں ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا۔''

مضاربت کی صورت میں بھی مال فراہم کرنے والے اور کاروبار کرنے والے متعدد افراد ہوسکتے ہیں۔ یعنی سرمایہ چند افراد فراہم کریں اور اس سے چند افراد مل کر کاروبار کریں، یا سرمایہ ایک فرد کا ہو اور اس سے چند افراد مل کر کاروبار کریں، یا چند افراد مل کر سرمایہ فراہم کریں اور اس سرمایہ سے ایک فرد کاروبار کرے۔'' (شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول ص:۱۶)

نقصان نام ہے اصل سرمایہ کے ڈوب جانے والے حصہ کا۔ لہٰذا نقصان ہمیشہ کاروبار میں لگے ہوئے سرمایوں پر ان کی تعداد کی نسبت سے تقسیم کیا جائے گا اور اسے ان سرمایوں کے مالک برداشت کریں گے۔''

''جس فریق نے کاروبار میں سرمایہ نہ لگایا ہو اس کو کاروبار کا نقصان برداشت کرنا نہیں ہوگا۔''

(شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول ص:۱۷-۱۸)

(الف) بنک کے سرمایہ کے ذریعے شرکت

سرمایہ کے نفع آور استعمال کی ایک شکل یہ ہے کہ بنک کسی کاروباری فریق کے ساتھ اس کے کاروبار میں شریک ہو جائے۔ کاروبار میں کاروباری فریق کا سرمایہ بھی شامل ہوگا اور بینک کا بھی اور کاروبار چلانے میں کاروباری فریق کے ساتھ بینک کے تنخواہ دار نمائندے اور ماہرین فن بھی شریک ہوں گے۔ شرکت کے معاہدے میں کاروبار کی نوعیت، اس کے حدود، اگر مناسب سمجھا جائے تو اس کی مدت، اور نفع کی تقسیم کے اصول کی صراحت ہوگی۔ جہاں تک نقصان کا سوال ہے اس کی ذمہ داری لازماً سرمایوں کی مقدار کی نسبت سے تقسیم پائے گی۔ کاروبار کے اختتام، یا مدت کاروبار کی تکمیل پر یا کسی شریک کی جانب سے اختتام کاروبار کے اعلان پر کاروبار کے حسابات مکمل کر کے نفع اور نقصان کا تعین کیا جائے گا اور اسے مذکورہ بالا اصول کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔ اصل سرمائے نفع یا نقصان کے ساتھ بنک اور کاروباری فریق کو واپس مل جائیں گے۔

بنک جب شرکت کا معاہدہ کرے تو اسے اس بات کا اہتمام کرنا ہوگا کہ اس کی مالی ذمہ داری اس کے فراہم کردہ سرمایہ کے بقدر محدود ہو، لامحدود نہ ہو۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ کاروبار جس میں بنک شرکت عنان کے اصول پر سرمایہ لگائے اس شرط کے تحت چلایا جائے کہ اسے سرمایہ شرکت کے حدود سے زیادہ وسعت نہ دی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ادھار لین دین اور قرض لینے یا دینے میں اس امر کا لحاظ رکھے گا کہ کسی وقت مشترکہ کاروبار کے ذمہ اس کی نقد تحویل اور موجود اثاثے کی قیمت کے مجموعے سے زیادہ مالی ادائیگیاں نہ واجب ہوں۔ محدود ذمہ داری کے اس اصول کی تشریح ہم شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، بیان کرتے وقت کر چکے ہیں۔[1]

اس حد بندی کی ضرورت اس لیے ہے کہ جیسا کہ آئندہ صفحات میں واضح کیا جائے گا، بنک کے سرمایہ میں ایک بڑی رقم مضاربت کے اصول پر رقمیں جمع کرنے والوں کی فراہم کردہ ہوگی، نظام بنک کاری کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لیے ضروری ہے کہ ان کھاتہ داروں کی مالی ذمہ داری محدود ہو۔ اس کی صورت صرف یہ ہو سکتی ہے کہ بنک اپنا سرمایہ جہاں لگائے محدود مالی ذمہ داری کے ساتھ لگائے۔

---

[1] شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول۔ صفحات ۱۱۷-۱۲۱

شرکت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرنے کی صورت میں بنک آزاد ہوگا کہ اپنے کاروباری شریکوں سے نفع کی تقسیم کے لیے جو اصول بھی چاہے طے کرلے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ نفع میں بنک اور اس کے کاروباری شریک کے حصے فی صد یا نسبت کی صورت میں طے کیے جائیں۔ کسی فریق کے لیے کوئی متعین رقم نہ طے کی جائے۔ اس شرط کے ساتھ بنک آزاد ہے کہ نفع کی تقسیم کو سرمایوں کی مقداروں کے تابع رکھے، یا ان سے آزاد ہوکر کچھ اور نسبتیں طے کرلے۔ مختلف کاروباری اداروں یا فریقوں کے ساتھ شرکت کرتے وقت بنک نفع کی تقسیم کی مختلف نسبتیں بھی طے کرسکتا ہے۔

معاہدۂ شرکت کے اختتام پر اگر بنک کو اپنا سرمایہ نفع کے ساتھ واپس ملے تو یہ نفع اس کے مجموعی منافع بنک کاری میں شامل ہوجائے گا۔ اگر کسی شرکت میں اسے خسارہ اٹھانا پڑے تو یہ خسارہ بھی اس کے نفع نقصان کے مجموعی حسابات میں ضم ہوجائے گا۔ نفع ونقصان کی تعیین کے ضمن میں چند مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی مسلسل جاری کاروبار کے منافع کی تعیین کیوں کر عمل میں آئے گی، یا کسی جاری کاروبار میں شریک ہونے یا اس سے علیحدگی اختیار کرنے کی کیا صورت ہوگی۔ ان پر آئندہ بحث کی جائے گی کیونکہ یہ مسائل اس صورت میں بھی پیدا ہوتے ہیں جب بنک اپنا سرمایہ مضاربت کے اصول پر لگاتا ہے۔

جس کاروبار میں بنک شریک ہوا ہے اس میں کاروباری فریق نے اگر بنک کے علاوہ دوسرے فریقوں سے بھی شرکت یا مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کر کے لگایا ہے تو نفع نقصان کی تعیین کے لیے حسابات کس طرح مکمل کیے جائیں گے؟ اس سوال کا جواب بھی آئندہ دیا جائے گا۔ البتہ اس بات کی صراحت ضروری ہے کہ مشترکہ کاروبار کی جانب سے طویل المیعاد قرضے نہیں لیے جانے چاہئیں۔ قرض سرمایہ کاروبا میں لگانے سے کاروبار کی مالی ذمہ داری وسیع ہوتی ہے اور جیسا کہ ہم اوپر صراحت کرچکے ہیں، ضروری ہے کہ بینک کی شرکت سے کیے جانے والے کاروبار کو اس طرح چلایا جائے کہ وہ شرکت اور مضاربت کے اصول پر فراہم کردہ ذمہ دار (Liable) سرمایہ کی حدود کے اندر رہے۔ جہاں تک چھوٹی مدت کے لیے ہوئے قرضوں کا سوال ہے ان کا معاملہ مختلف ہے اور ان پر آئندہ گفتگو کی جائے گی۔

شرعی اعتبار سے اس میں کوئی خرابی نہیں کہ بنک شرکت کے اصول پر سرمایہ لگائے مگر عملاً

کاروبار کے چلانے میں شریک نہ ہو۔ البتہ اصولاً اسے یہ حق حاصل رہے گا اور جب مناسب سمجھے اسے استعمال بھی کر سکے گا۔ ہمارے نزدیک یہ ایک غیر عملی اور ناقابل لحاظ صورت ہے کیونکہ کاروباری فریق مضاربت پر سرمایہ حاصل کرنے کو اس صورت پر ترجیح دیں گے۔ جہاں تک نفع کی تقسیم اور نقصان کی ذمہ داری کا سوال ہے مضاربت اور ایسی شرکت کے درمیان کوئی فرق نہیں جس میں سرمایہ لگانے والا شریک عملاً کاروبار چلانے میں حصہ نہ لے۔ نقصان جب بھی ہوگا سرمایوں میں ان کی مقدار کی نسبت سے ہوگا۔ خواہ یہ سرمائے شرکت کے اصول پر لگائے گئے ہوں یا مضاربت کے اصول پر۔ نفع کی تقسیم کی نسبتیں چونکہ بینک اور کاروباری فریق کی باہمی رضامندی سے طے پائیں گی اس لیے وہ ہمیشہ اس طرح طے ہوں گی کہ مضاربت اور شرکت کی زیر غور شکل دونوں میں بینک کا حصۂ نفع ایک ہی ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر شرکت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرنے کے باوجود بینک کاروبار چلانے میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کرے گا تو اس کا حصۂ نفع مشترکہ سرمایہ میں اس کے فراہم کردہ سرمایہ کی نسبت کے مطابق نہیں بلکہ اس سے کم طے پائے گا، تاکہ کاروباری فریق کو اس کے سرمایہ کے ذریعے کاروبار کرنے کا، نفع ہونے کی صورت میں صلہ مل سکے۔ اگر بینک اس پر راضی نہ ہوگا تو کوئی کاروباری فریق اس کے ساتھ شرکت کا معاہدہ کرنے پر نہ آمادہ ہوگا، وہ مضاربت کو ترجیح دے گا جس میں بنک کے فراہم کردہ سرمایہ کے ذریعے حاصل ہونے والے نفع میں سے اس کا حصہ صراحت کے ساتھ طے ہوتا ہے۔

اس بات کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کیا جاسکتا ہے۔ ایک کاروباری فرد ایک لاکھ کا سرمایہ خود لگا رہا ہے اور ایک لاکھ بینک سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ بینک اس کے ساتھ شرکت کا معاہدہ کرے اور کاروبار چلانے میں بھی عملاً اس کا شریک ہو۔ فرض کیجئے کہ اس صورت میں نفع کی مساوی تقسیم کا اصول طے پاتا ہے۔ اگر اس کاروبار میں بیس ہزار کا نفع ہوتا ہے تو دس ہزار بینک کو ملیں گے اور دس ہزار کاروباری فریق کو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بینک اس کے ساتھ مضاربت کا معاہدہ کرے اور یہ طے پائے کہ بنک کو اس کے فراہم کردہ سرمایے پر حاصل ہونے والے نفع کا نصف ملے گا اس کاروبار میں اگر بیس ہزار کا نفع ہوتا ہے تو بنک کو پانچ ہزار ملیں گے اور کاروباری فریق کو پندرہ ہزار۔ دس ہزار تو اس کے اپنے سرمائے کا نفع ہے اور پانچ ہزار بنک کے سرمایہ سے کامیاب کاروبار کرنے کا صلہ۔

تیسری صورت یہ ہے کہ بنک ایک لاکھ کا سرمایہ شرکت عنان کے اصول پر لگائے لیکن یہ فیصلہ کرے کہ وہ کاروبار چلانے میں عملاً کوئی حصہ نہ لے گا۔ ایسی صورت میں کاروباری فریق معاہدہ کرنے پر اسی وقت راضی ہوگا جب بنک مشترکہ کاروبار کا صرف چوتھائی نفع لینے پر راضی ہو۔ کاروبار میں بیس ہزار کا نفع ہونے پر اس شرط کے مطابق بنک کو پانچ ہزار ملیں گے اور کاروباری فریق کو پندرہ ہزار۔ اگر بینک کل نفع کا ایک تہائی طلب کرے تو کاروباری فریق مضاربت کی مذکورہ بالا شکل کو ترجیح دے گا۔

اگر مضاربت کے مذکورہ بالا معاہدے میں بنک نے اپنے لیے نفع کی کوئی دوسری نسبت طے کی ہوتو اسی کے اعتبار سے تیسری شکل میں بھی ترمیم کی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایسی صورت میں دوسری اور تیسری شکل میں عملاً کوئی فرق نہ رہ جائے گا اور ان پر علیٰحدہ علیٰحدہ بحث بے سود ہے۔ ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر بنک کاروبار چلانے میں عملاً حصہ لینا چاہے گا تو اپنا سرمایہ شرکت کے اصول پر فراہم کرے گا۔ اور اگر عملاً کاروبار میں حصہ نہیں لینا چاہے گا تو اپنا سرمایہ مضاربت کے اصول پر فراہم کرے گا۔

جدید بنک کاری کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اکثر ممالک میں عام تجارتی بنکوں نے صنعتی، تجارتی اور زرعی کاروبار میں شرکت کے اصول پر سرمایہ لگانے سے احتراز کیا ہے۔ اگرچہ بعض ادوار میں بعض ملکوں میں اس طرف بھی رجحان رہا ہے[1] عملاً یہ بات زیادہ موزوں نظر آتی ہے کہ عام تجارتی بینک صرف مضاربت کے اصول پر سرمایہ لگانے کا طریقہ اختیار کریں اور بعض مخصوص بینک اپنے کاروبار کی مخصوص نوعیت کا اپنے کھاتہ داروں سے معاہدے میں بھی لحاظ رکھیں۔ مثلاً اگر کچھ کھاتہ دار غیر محدود مالی ذمہ داری کے ساتھ رقمیں جمع کرنے پر آمادہ ہوں تو بینک شرکت کرتے وقت مشترکہ کاروبار کو اپنے سرمایہ کے حدود میں رہنے کی شرط سے آزاد کرسکتے ہیں۔

اس کتاب کا منشاء غیر سودی نظام بینک کاری کا ایک عام، قابلِ عمل اور قابل فہم خاکہ تجویز کرنا

---

[1] بینکوں کی کاروبار میں براہ راست شرکت نے یورپ کی صنعتی ترقی میں بڑا حصہ لیا ہے۔ فرانس میں بعض بینک اب بھی ایسا کرتے ہیں۔ اسپین میں بھی یہی طریقہ رائج ہے اور بنکوں کے نمائندے کاروباری اداروں کے انتظام میں شریک رہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: R.S.Sayers: Banking in western Europe. P.20; P365 :Oxford. 1962

ہے۔لہٰذا ہم ان مخصوص بنکوں کے نظام پر تفصیلی گفتگو سے احتراز کریں گے جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔آئندہ صفحات میں مضاربت پر سرمایہ لگانے کی شکل پر نسبتاً زیادہ تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔ کیوں کہ ہمارے نزدیک عام غیر سودی بنکوں کے لیے سرمایہ کے نفع آور استعمال کی نسبتاً محفوظ صورت یہی ہے کہ وہ اسے کاروباری فریقوں کو مضاربت کے اصول پر فراہم کریں۔خود ان کے کاروبار چلانے میں شرکت نہ کریں۔مذکورہ بالا بحث کا فائدہ یہ ہے کہ یہ عام بینک بھی شرکت کے اصول پر سرمایہ لگانے کا طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔البتہ ایسی صورت میں ضروری ہوگا کہ یہ مشترکہ کاروبار کو بعض حدود سے آگے وسعت نہ دیں۔یعنی ان میں طویل المیعاد قرض سرمایہ کی بھاری مقداریں نہ لگائیں۔

(ب) بینک کے سرمایہ کے ذریعہ مضاربت

بینک کے لیے سرمایہ کے نفع آور کاروبار میں لگانے کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اسے کاروبار کرنے والے افراد اور اداروں کو مضاربت کے اصول پر فراہم کرے۔اس اصول کے تحت اگر کاروبار میں نقصان ہوا تو یہ نقصان سرمایہ میں واقع ہوگا اور بینک کو برداشت کرنا ہوگا۔اگر نفع ہوا تو اس نفع میں بینک اور کاروباری فریق طے شدہ نسبتوں کے مطابق شریک ہوں گے۔

مضاربت پر سرمایہ فراہم کرنے کی صورت میں بینک کاروبار کی روزمرہ تفصیلات میں کوئی مداخلت نہ کر سکے گا۔البتہ معاہدہ کرتے وقت کاروباری فریق کی رضامندی سے، کاروبار کی نوعیت، وسعت اور کاروباری فریق کے تصرفات کے سلسلے میں کچھ شرائط طے کی جاسکتی ہیں جن کی پابندی کاروباری فریق کے لیے ضروری ہوگی۔مثلاً اگر معاہدے میں اس بات کی صراحت ہو کہ بنک سے حاصل کیا ہوا سرمایہ کسی متعین صنعتی کاروبار میں یا کسی متعین کارخانے میں لگایا جائے گا تو کاروباری فریق کے لیے یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ اس سرمایہ کو زرعی کاروبار میں یا کسی اور صنعتی کاروبار میں یا کسی دوسرے کارخانے میں لگادے یا اگر معاہدے میں اس بات کی صراحت ہو کہ کاروباری فریق کسی دوسرے کاروباری فریق کے ساتھ شرکت یا مضاربت کا معاہدہ کر کے اسی کاروبار میں لگانے کے لیے مزید سرمایہ نہ حاصل کرے گا تو اس کی پابندی بھی ضروری ہوگی۔اس پر یہ پابندی بھی لگائی جاسکتی ہے کہ وہ ادھار مال نہیں خریدے گا۔معاہدے کی یہ صورت بھی درست ہوگی کہ کاروباری فریق پر کوئی پابندی نہ

لگائی جائے اور اسے کاروبار کی نوعیت وسعت، دوسرے ذرائع سے سرمایہ حاصل کرکے اس میں لگانے، دوسرے فریقوں کے ساتھ شرکت یا مضاربت کا معاہدہ کرنے، وغیرہ امور کے بارے میں آزاد چھوڑ دیا جائے۔ کاروبار کی تفصیلات میں عدم مداخلت کا طریقہ اختیار کرنے کے باوجود بینک اس امر کی نگرانی کرسکے گا کہ کاروباری فریق بینک سے لیے ہوئے سرمایہ کے استعمال میں ایسی بے احتیاطی یا سوء تدبیر سے کام نہ لے جو آگے چل کر خسارہ پر منتج ہو۔ اسے کاروبار کے حسابات جانچنے اور کاروباری فیصلوں کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرنے کا حق ہوگا۔ البتہ اس پر راز چھپانے اور کاروبار کے مفاد کے خلاف کوئی اقدام نہ کرنے کی ذمہ داری بھی عائد ہوگی، معاملات کی صفائی کے لیے ضروری سمجھا جائے تو نگرانی سے متعلق تفصیلات کو معاہدہ کی شرائط میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ بے احتیاطی اور سوء تدبیر کی ان صورتوں کی صراحت بھی معاہدہ میں کی جاسکتی ہے جن میں بنک کو معاہدہ فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔ مناسب ہوگا کہ معاہدہ کی جو دفعات تمام بنکوں کے لیے اہم ہوں، مثلاً کاروبار کے حسابات کی جانچ، ان کی نگرانی، مرکزی بنک کی جانب سے ان کے مقرر کردہ افسروں کے ذریعہ ہو۔ سوء تدبیر یا بے احتیاطی کی وہ صورتیں بھی از روئے قانون متعین ہونی چاہئیں جن میں بنک کو معاہدہ فسخ کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔ اگر معاہدہ کسی متعین مدت کے لیے کیا گیا ہو اور مدت پوری ہونے سے پہلے ہی بنک اس کو کاروباری فریق کی سوء تدبیر یا بے احتیاطی کی بنا پر فسخ کرنا چاہے تو اسے از روئے ضابطہ اس امر کا مکلّف بنانا چاہیے کہ متعلقہ افسروں یا کسی غیر جانب دار ٹریبونل کو اس بات پر مطمئن کرے کہ کاروباری فریق سوء تدبیر یا بے احتیاطی کا مرتکب ہوا ہے۔ یہ افسر یا ٹریبونل کاروباری فریق کے عذرات سننے کے بعد کوئی فیصلہ دے جس کی تعمیل دونوں فریقوں کے لیے ضروری ہو۔ قانونی تحفظات کے ذریعہ اس بات کا اہتمام کیا جائے گا کہ بنکوں کو کاروباری فریقوں سے ان کا دیا ہوا سرمایہ وقت مقررہ پر حساب کے مطابق مع نفع یا نقصان واپس مل سکے۔ بنک کاروباری فریقوں کو سرمایہ دیتے وقت ان سے ضمانت لینے کا طریقہ بھی اختیار کرسکتے ہیں۔ ضمانت میں کاروباری اداروں کے اثاثے، غیر منقولہ املاک اور بنکوں اور اونچی ساکھ کے کاروباری اداروں کے تحریری کفالت نامے قبول کیے جائیں گے۔ یہ ضمانت اس بات کی ہوگی کہ سرمایہ لینے والا ذمہ داری اور دیانت داری کے ساتھ ان شرطوں کی پابندی کرتے ہوئے سرمایہ کو کاروبار میں لگائے گا جو از روئے معاہدہ سرمایہ دینے والے سے طے پائی ہوں، نہ کہ اس بات کی ضمانت کہ بنک

کو اپنا دیا ہوا پورا سرمایہ لازماً واپس ملے گا یا اس کو ضرور منافع بھی ہوگا۔ چنانچہ اگر کاروباری فریق کو واقعۃً گھاٹا ہوا، باوجود اس کے کہ اس نے ان تمام شرطوں کی پابندی کی تھی جو سرمایہ دینے والے کی طرف سے سرمایہ کے استعمال کے سلسلہ میں لگائی گئی تھیں تو بنک کے لیے یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ اپنے سرمایہ میں ہونے والی کمی کو ضمانت رکھے مال سے پورا کرے۔

ہمارے نزدیک بینک اور کاروباری فریق کے درمیان مضاربت کے معاہدے کی موزوں ترین صورت جسے ہم آئندہ مباحث میں اپنے سامنے رکھیں گے یہ ہوگی کہ کاروباری فریق کو مضاربت کے اصول پر دوسرے اصحابِ سرمایہ سے سرمایہ حاصل کرکے اسی کاروبار میں لگانے، اپنا ذاتی سرمایہ لگانے، کاروبار کے مجموعی سرمایہ کے حدود میں رہتے ہوئے ادھار مال خریدنے، ادھار فروخت کرنے اور تھوڑی مدت کے لیے قرض سرمایہ حاصل کرکے کاربار میں لگانے کی اجازت ہو۔ کاروبار کی نوعیت اصولاً طے کر لینی چاہیے مگر تفصیلات میں کاروباری فریق کو آزاد چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر وہ کسی دوسرے فریق کے ساتھ شرکت میں کاروبار کرنا چاہتا ہے تو یہ بات معاہدے کے تحت واضح کر دینی چاہیے اور اس پر بینک کی رضامندی حاصل کر لینی چاہیے۔

تجارتی، صنعتی اور زرعی کاروبار میں ایک کثیر سرمایہ مستقل طور پر لگانا ہوتا ہے۔ لیکن ہر کاروبار میں ایسے مراحل بھی آتے ہیں جن میں عارضی طور پر مزید سرمایے کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً مصنوعات تیار ہیں، یا فصل کٹنے والی ہے، مگر ابھی بازار میں فروخت کرکے نقد دام حاصل کرنے میں کچھ عرصہ لگے گا۔ اس عرصے میں مزدوروں کو اجرتیں دینی ہیں، دوسرے ملازمین کو تنخواہیں ادا کرنی ہیں اور کچھ خام اموال کے بل ادا کرنے ہیں۔ ایسی ضرورتوں کو شرکت یا مضاربت کے اصول پر مزید سرمایہ حاصل کرکے نہیں پورا کیا جا سکتا، بلکہ انھیں عارضی طور پر قرض (Credit) حاصل کرکے پورا کر لینا کاروبار کے مفاد میں زیادہ بہتر ہے۔ یہ قرض عارضی ہوگا۔ جیسے ہی مال فروخت ہو جائے گا اسے واپس کیا جا سکے گا۔ جو تیار شدہ مال موجود ہے، وہ اس کی واپسی کی ضمانت ہے۔ ایسے قرضے جن کی ادیگی کے ٹھوس ذرائع موجود ہوں اپنے آپ ادا ہو سکنے والے قرضے (.Self Liquidating Loans) قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ جدید بینکوں کے دیئے ہوئے تھوڑی مدت کے اکثر قرضے اسی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ بنک کاروباری فریق کے ساتھ مضاربت یا شرکت کا معاہدہ کرتے وقت اسے ایسے

عارضی اور قصیر المیعاد (Short Term) قرض لینے کی اجازت دے۔ رہا یہ سوال کہ غیر سودی نظام میں ایسے قرضے کون دے گا اور کیوں دے گا تو اس کا جواب آئندہ صفحات میں دیا جائے گا۔

مضاربت میں کاروباری فریق کو کاروبار مضاربت کی جانب سے طویل المیعاد قرضے لینے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان واجب الادا قرضوں کی وجہ سے کاروبار کی مالی ذمہ داری میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ مالک کے فراہم کردہ سرمایہ سے متجاوز ہو جاتی ہے۔ کاروباری فریق کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بینک کی مالی ذمہ داری میں اضافہ کرے۔ اگر وہ اپنی ذاتی ذمہ داری پر قرض لے کر اسے کاروبار میں لگانا چاہے تو اس کی حیثیت اس کے ذاتی سرمایہ کی ہوگی۔ اس کی واپسی کا ذمہ دار خود وہ ہوگا۔ کاروبار مضاربت پر یہ ذمہ داری نہ ہوگی کہ اس قرض کو واپس کرے۔

جہاں تک ادھار مال خریدنے کا تعلق ہے سرمایہ کاروبار کے دائرے میں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی وقت بھی کاروبار کے ذمہ واجب الادا رقوم اس وقت اس کاروبار کی مالیت سے زیادہ نہ ہوں اس حد کے اندر رہتے ہوئے ادھار خریدنے کی اجازت کے مصالح ہم پہلے واضح کر چکے ہیں۔[1] ادھار مال فروخت کرنے کی اجازت بھی کاروبار فریق کو از روئے معاہدہ حاصل ہوگی، اس کی صراحت ضروری نہیں۔ چونکہ کاروباری فریق کا مفاد بھی کاروبار کی کامیابی اور نفع آوری ہی سے وابستہ ہے لہٰذا توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس سلسلے میں ذمہ دارانہ اور محتاط رویہ اختیار کرے گا۔ بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ اسی کاروبار میں اس کا ذاتی سرمایہ لگا ہوا ہو۔

بینک کاروباری فریق سے اپنے دیئے ہوئے سرمایہ سے کیے جانے والے کاروبار کے نفع کا ایک متعین فی صد حصہ کاروباری فریق کو دے گا۔ نفع کی تقسیم کی یہ نسبت بینک اور کاروباری فریق کی باہمی رضامندی سے طے ہوگی۔ ایک بینک مختلف کاروباری فریقوں سے نفع میں شرکت کی مختلف نسبتیں بھی طے کر سکتا ہے۔ یہ طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے کہ بینک ایک عام اعلان کے ذریعے یہ واضح کر دے کہ وہ کاروباری فریقوں کو کس متعین فی صد حصہ نفع کے عوض سرمایہ فراہم کرے گا اور تمام فریقوں سے اس نسبت کے تحت معاہدہ کرے۔ اس کتاب میں آئندہ جو مثالیں دی گئی ہیں ان میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ بینک مضاربت پر سرمایہ فراہم کرتے وقت اس کے نفع کا نصف اپنے لیے اور نصف کاروباری

---

[1] شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، صفحات ۱۱۲-۱۱۶۔

فریق کے لیے طے کرتا ہے لیکن نفع میں مساوی شرکت کا یہ اصول صرف ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ عملاً اس بات کی پوری گنجائش ہے کہ نفع میں شرکت کے لیے کوئی دوسری نسبت طے کی جائے یا مختلف بینک مختلف نسبتوں پر معاملہ کریں یا مختلف علاقوں یا ملکوں میں بنک نفع کی مختلف نسبتیں طے کریں۔

بنک اور کاروباری فریق کے درمیان نفع کی تقسیم

اب ہم بنک اور کاروباری فریق کے درمیان نفع کی تقسیم کا اصول واضح کرنے کے لیے مختلف مثالیں دیں گے۔ مختلف صورتیں ممکن ہیں، جن میں بعض درج ذیل ہیں:-

پہلی صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق صرف بینک سے حاصل کردہ سرمایہ سے کاروبار کر رہا ہو اس کاروبار میں کوئی اور سرمایہ نہ لگایا گیا ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق نے بینک سے حاصل کردہ سرمایہ کے علاوہ اسی کاروبار میں اپنا ذاتی سرمایہ بھی لگا رکھا ہو۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق نے بینک سے حاصل کردہ سرمایہ کے علاوہ اس کاروبار میں اپنی ذمہ داری پر قرض لے کر مزید سرمایہ لگایا ہو۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق نے بینک سے حاصل کردہ سرمایہ کے علاوہ کسی اور صاحب سرمایہ سے مضاربت کے اصول پر مزید سرمایہ حاصل کر کے اسی کاروبار میں لگا رکھا ہو۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق نے جس کاروبار میں بینک سے مضاربت کے اصول پر سرمایہ لے کر لگایا ہو وہ کاروبار وہ کسی اور کاروباری فریق کے ساتھ شرکت میں کر رہا ہو اور اس کاروبار میں بینک کے فراہم کردہ سرمایہ کے علاوہ اس کے شریک کا سرمایہ بھی لگا ہوا ہو۔

آخری صورت یہ ہے کہ مذکورہ بالا مختلف صورتیں ایک ساتھ پائی جائیں یعنی جس کاروبار میں بینک سے حاصل کردہ سرمایہ لگایا جا رہا ہو اس میں کاروباری فریق کا ذاتی سرمایہ، اس کے شریک کاروبار کا سرمایہ اور کسی دوسرے صاحبِ سرمایہ سے مضاربت کے اصول پر حاصل کیا ہوا سرمایہ بھی لگایا گیا ہو۔

ذیل میں ان تمام صورتوں میں نفع کی تقسیم اور نقصان کی ذمہ داری مختصراً واضح کی جائے گی۔

واضح رہے کہ ان تمام صورتوں میں بینک سے حاصل کردہ سرمایہ مضاربت کے اصول پر حاصل کیا گیا ہے نہ کہ شرکت کے اصول پر۔ تمام صورتوں میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ بینک سے ایک لاکھ روپے اس شرط پر حاصل کیے گئے ہیں کہ اس سرمایہ سے حاصل ہونے والے نفع کا نصف بینک کو ملے گا اور نصف کاروباری فریق کو۔

(۱) پہلی صورت میں اگر کاروبار میں دس ہزار روپے کا نفع ہوتا ہے تو اس میں سے پانچ ہزار کاروباری فریق کو ملے گا اور باقی پانچ ہزار مع ایک لاکھ اصل سرمایہ کے بینک کو واپس مل جائے گا۔ اگر اس کاروبار کے نتیجے میں دس ہزار کا نقصان ہوتا ہے اور سرمایہ گھٹ کر نوّے ہزار رہ جاتا ہے تو بینک کو صرف نوّے ہزار واپس ملے گا یعنی دس ہزار روپے کا پورا نقصان بینک کو برداشت کرنا ہوگا۔ کاروباری فریق کو نہ کچھ ملے گا، نہ اس سے کچھ لیا جائے گا۔ اگر بینک نے نفع کی تقسیم کے لیے کوئی اور نسبت طے کی ہو، مثلاً بینک کا حصہ ۴۰ فی صد اور کاروباری فریق کا حصہ ۶۰ فی صد، یا اس کے برعکس، تو نفع کی تقسیم طے شدہ نسبت کے مطابق ہوگی۔ مگر نقصان کی صورت میں سارا نقصان بینک برداشت کرے گا۔ مضاربت میں نقصان ہمیشہ سرمایہ میں واقع ہوتا ہے اور صاحب سرمایہ کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس اصول پر اس بات کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ بینک اور کاروباری فریق کے درمیان معاہدۂ مضاربت میں نفع کی تقسیم کے لیے کیا نسبتیں طے پائی ہیں۔

(۲) دوسری صورت میں کاروباری فریق بینک سے حاصل کردہ ایک لاکھ کے علاوہ اپنے پاس سے بھی ایک لاکھ کا سرمایہ لگاتا ہے اور دو لاکھ کے سرمایہ سے کاروبار کرتا ہے۔ فرض کیجیے کہ اس کاروبار میں بیس ہزار کا نفع ہوتا ہے۔ اس نفع کو پہلے مجموعی سرمایہ پر تقسیم کیا جائے گا، پھر بینک کے سرمایہ پر آنے والے نفع میں سے نصف بینک کو دیا جائے گا، باقی نفع کاروباری فریق کو ملے گا۔ چنانچہ پندرہ ہزار کاروباری فریق کا حصۂ نفع ہوگا۔ اور پانچ ہزار بینک کا حصۂ نفع ہوگا۔ بینک کو اس کا دیا ہوا سرمایہ واپس مل جائے گا اور کاروباری فریق اپنا لگایا ہوا سرمایہ واپس پائے گا۔ کاروباری فریق کو جو پندرہ ہزار نفع ملا ہے اس میں سے دس ہزار اس کے اپنے سرمایہ کا نفع ہے اور پانچ ہزار بینک سے حاصل کیے ہوئے سرمایہ پر آنے والے نفع میں سے اس کا حصہ ہے جو اس سرمایہ کے ذریعے کامیابی کے ساتھ کاروبار کرنے کے صلے میں اسے ملا ہے۔

اس کاروبار میں اگر بیس ہزار کا نقصان ہوا تو دس ہزار کا نقصان بینک برداشت کرے گا اور دس ہزار کا نقصان کاروباری فریق برداشت کرے گا۔ جیسا کہ پہلے واضح کیا جا چکا ہے نقصان سرمایہ میں کمی کا نام ہے اور اسے اصحاب سرمایہ اپنے سرمایوں کی مقدار کی نسبت سے برداشت کرتے ہیں۔

(۳) تیسری صورت میں کاروباری فریق بینک سے حاصل کردہ ایک لاکھ کے علاوہ ذاتی ذمہ داری پر قرض لے کر ایک لاکھ کا مزید سرمایہ کاروبار میں لگاتا ہے۔ کاروبار کے نقطۂ نظر سے اس سرمایہ کی حیثیت اس کے ذاتی سرمایہ کی ہوگی اور نفع و نقصان مذکورہ بالا دوسری صورت کے مطابق تقسیم پائے گا۔ کاروبار میں نفع ہو یا نقصان، قرض کی واپسی کا ذمہ دار کاروباری فریق ہوگا۔ اگر کاروبار کے نتیجے میں دو لاکھ کا سرمایہ بڑھ کر دو لاکھ بیس ہزار ہو جائے۔ یعنی بیس ہزار کا نفع ہو، تو ایک لاکھ پانچ ہزار بینک کو ملیں گے اور ایک لاکھ قرض واپس کر دینے کے بعد پندرہ ہزار کاروباری فریق کا نفع شمار ہوگا۔ اگر کاروبار میں خسارہ ہو اور دو لاکھ کا سرمایہ گھٹ کر ایک لاکھ اسی ہزار رہ جائے تو بینک کو نوے ہزار واپس ملیں گے اور باقی نوے ہزار میں دس ہزار اپنے پاس سے ملا کر کاروباری فریق کو اپنا لیا ہوا قرض ادا کرنا ہوگا۔ قرض کی ادئیگی کا ذمہ دار کاروباری فریق ہے، بینک اس کی اس ذمہ داری میں شریک نہیں۔

(۴) چوتھی صورت میں بینک سے حاصل کیے ہوئے ایک لاکھ اور کاروباری فریق کے ایک لاکھ کے علاوہ کسی دوسرے صاحب سرمایہ سے ایک لاکھ روپے مضاربت کے اصول پر حاصل کیے گئے ہیں اور کاروبار تین لاکھ کے سرمایہ سے کیا جا رہا ہے۔ فرض کیجیے کہ اس صاحب سرمایہ سے بھی یہی طے پایا ہے کہ اس کے سرمایہ پر آنے والے نفع میں سے نصف کاروباری فریق کو ملے گا اور نصف صاحب سرمایہ کو۔ اگر اس کاروبار میں تیس ہزار کا نفع ہوتا ہے تو اس میں سے بیس ہزار کاروباری فریق کو ملیں گے، پانچ ہزار بینک کو اور پانچ ہزار صاحب سرمایہ کو۔ بینک، کاروباری فریق اور صاحب سرمایہ کو اپنے اصل سرمائے بھی واپس مل جائیں گے۔ تقسیم کا اصول اس صورت میں بھی یہی ہے کہ پہلے مجموعی نفع کو مجموعی سرمایہ پر تقسیم کیا جائے گا۔ پھر بینک اور دوسرے صاحب سرمایہ کے سرمایوں پر آنے والے نفع میں سے کاروباری فریق کا حصہ طے شدہ شرط کے مطابق نکالا جائے گا۔ اگر مضاربت کے معاہدے میں نفع کی مساوی تقسیم کی بجائے کوئی دوسری نسبت طے پائی ہو تو اس کے مطابق حصہ نکالا جائے گا۔

اس کاروبار میں اگر تیس ہزار کا نقصان ہو تو یہ نقصان تینوں سرمایوں پر ان کی مقداروں کی

نسبت سے تقسیم پائے گا۔ بینک، کاروباری فریق اور دوسرے صاحب سرمایہ ہر ایک کو اپنے سرمایوں میں دس ہزار کا نقصان ہوگا اور ہر ایک کو صرف نوے ہزار واپس ملیں گے۔ بینک اور دوسرے صاحب سرمایہ کے نقصان کا کوئی حصہ کاروباری فریق کو نہیں برداشت کرنا ہوگا۔

(۵) پانچویں صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق بینک سے مضاربت کے اصول پر ایک لاکھ روپے حاصل کرے اور بینک کی اجازت سے اس سرمایہ کے ذریعے ایک دوسرے کاروبار فریق کے ساتھ شرکت کا معاہدہ کرے۔ دوسرا کاروباری فریق بھی ایک لاکھ کا سرمایہ لگاتا ہے اور کاروبار صرف دولاکھ کے مجموعی سرمایہ سے کیا جاتا ہے۔ دونوں شرکاء کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ کاروبار کے نفع میں وہ برابر کے شریک ہوں گے۔ بینک اور کاروباری فریق کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ کاروباری فریق کو جو نفع ہوگا اس کا نصف بینک کو ملے گا اور نصف کاروباری فریق کو۔ اس کاروبار میں اگر بیس ہزار کا نفع ہوتا ہے تو اس میں سے دس ہزار دوسرے کاروباری فریق کو ملیں گے جس نے شرکت کے اصول پر ایک لاکھ کا سرمایہ لگایا ہے، پانچ ہزار بینک کو ملیں گے جس نے مضاربت کے اصول پر پہلے کاروباری فریق کو ایک لاکھ کا سرمایہ فراہم کیا ہے اور پانچ ہزار کاروباری فریق کو ملیں گے جس نے بینک کے سرمایہ کے ذریعے شرکت میں کاروباری جدوجہد انجام دی ہے۔

اس کاروبار میں اگر بیس ہزار کا نقصان ہوتا تو دس ہزار کا خسارہ بینک کو برداشت کرنا ہوتا اور دس ہزار دوسرے کاروباری فریق کو جس نے شرکت کے اصول پر سرمایہ فراہم کیا تھا۔ پہلے کاروباری فریق کو جس نے سرمایہ نہیں لگایا ہے نقصان نہیں برداشت کرنا پڑتا۔ البتہ وہ اپنی کاروباری جدوجہد کا کوئی صلہ بھی نہ پاتا۔

مذکورہ بالا صورت میں یہ بالکل جائز ہوتا کہ پہلے کاروباری فریق اور اس کے شریک کے درمیان سرمایہ کی مساوات کے باوجود یہ طے پاتا کہ نفع میں سے پہلے کاروباری فریق کو ساٹھ فی صد ملے اور اس کے شریک کو چالیس فی صد یا یہ طے پاتا کہ نفع میں پہلے کاروباری فریق کو ایک تہائی ملے گا اور اس کے شریک کو دو تہائی ہر صورت میں بینک کو اس نفع میں سے طے شدہ نسبت کے مطابق حصہ ملتا جو کاروباری فریق کو اپنے شریک سے از روئے معاہدہ ملتا۔ یہ بھی درست ہوتا کہ معاہدہ اس شرط پر کیا جاتا کہ کاروبار کے مجموعی نفع میں سے پچاس فی صد دوسرے کاروباری شریک کو پچیس فی صد بینک کو اور

پچیس فی صد بینک سے مضاربت پر سرمایہ حاصل کرنے والے فریق کو ملے گا۔ یہ فی صد حصے اس سے مختلف بھی ہو سکتے ہیں جو اس مثال میں مذکور ہیں۔

(٦) آخری صورت کی مختلف مثالیں ممکن ہیں کیوں کہ یہ صورت پہلی چند صورتوں کو باہم ملانے سے بنتی ہے۔ نفع کی تقسیم کا اصول سمجھنے کے لیے ذیل کی ایک مثال کافی ہوگی۔

کاروباری فریق نے ایک لاکھ کا سرمایہ خود لگایا ہے اور ایک لاکھ کا سرمایہ اس کے شریک کاروبار عمؔر نے لگایا ہے۔ مشترکہ کاروبار کی جانب سے مضاربت کے اصول پر ایک لاکھ روپے بینک سے حاصل کیے گئے ہیں اور ایک لاکھ روپے ایک دوسرے صاحب سرمایہ زیدؔ سے حاصل کئے گئے ہیں۔ بینک اور زید سے یہ طے پایا ہے کہ ان کے فراہم کردہ .... سرمایوں پر آنے والے نفع کا نصف انھیں ملے گا اور نصف کاروبار کرنے والوں کو۔ کاروباری فریق اور عمؔر کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ وہ مشترکہ کاروبار کے مجموعی منافع میں برابر کے شریک ہوں گے۔ یہ مشترکہ کاروبار چار لاکھ کے مجموعی سرمایہ سے کیا جاتا ہے۔ اگر کاروبار میں چالیس ہزار کا نفع ہوتا ہے تو بینک کو پانچ ہزار، زید کو پانچ ہزار، عمر کو پندرہ ہزار اور کاروباری فریق کو پندرہ ہزار ملیں گے۔ نفع کی تقسیم کا اصول یہ ہے کہ پہلے کل نفع کو کل سرمایہ پر تقسیم کیا گیا۔ ہر ایک لاکھ پر دس ہزار کا نفع ہوا۔ معاہدۂ مضاربت کے مطابق زید اور بینک کو اس نفع کا نصف یعنی پانچ ہزار فی کس ملا، باقی تیس ہزار مشترکہ کاروبار کے مجموعی منافع ہیں جو حسب معاہدہ عمر اور اس کے شریک کاروبار کے درمیان مساوی طور پر تقسیم پائے۔

اس کاروبار میں اگر چالیس ہزار کا خسارہ ہوتا تو یہ خسارہ بینک زیدؔ، عمؔر اور کاروباری فریق کو برداشت کرنا ہوتا کیونکہ ان کے سرمائے برابر ہیں۔

بینک کے نقطۂ نظر سے ان تمام صورتوں میں جو چیز مشترک ہے وہ یہ کہ اگر کاروبار میں نقصان ہو تو بینک کو اپنے فراہم کردہ سرمایہ کے حصے میں آنے والے نقصان کو پورا کا پورا برداشت کرنا ہوگا۔ اگر کاروبار میں نفع ہو تو بینک کو اپنے سرمایہ کے حصے میں آنے والے نفع میں سے طے شدہ نسبت کے مطابق کاروباری فریق کا حصہ ادا کرنا ہوگا۔ مذکورہ بالا مثالیں ہم نے صرف یہ واضح کرنے کے لیے دی ہیں کہ اس اصل پر اس بات کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ جس کاروباری فریق کو بینک نے مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کیا ہے اس کے کاروبار کی نوعیت اور وسعت کیا ہے یعنی اس میں دوسرے سرمائے بھی لگے ہوئے ہیں یا نہیں۔

مذکورہ بالا صورتوں میں کاروباری فریق کی طرف سے لیے ہوئے قصیر المیعاد قرضوں کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ نفع اور نقصان کا حساب لگانے سے پہلے یہ قرضے ادا کر دیئے جائیں گے اور نفع اور نقصان کے حساب میں ان قرضوں کو کاروبار کے سرمایہ میں نہیں شامل کیا جائے گا۔ نفع یا نقصان کا فی صد صرف اصل سرمایہ اور طویل المیعاد قرض کی بنیاد پر معلوم کیا جائے گا جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں۔ تھوڑی مدت کے لیے لیے جانے والے قرضوں کی حیثیت روزمرہ کے ادھار لین دین کی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ادھار لین دین سے کاروبار کو وسعت حاصل ہوتی ہے اور نفع کا امکان بڑھتا ہے۔ لیکن یہ ادھار لین دین اس اصل سرمایہ کی بنیاد پر اور اسی کے بھروسے پر کیا جاتا ہے جو کاروبار کا اصل سہارا ہوتا ہے۔ نفع و نقصان کا حساب اسی اصل سرمایہ کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ یہی حال تھوڑی مدت کے لیے لیے جانے والے (عموماً چھوٹی مقدار کے) قرضوں کا ہے۔ ان کی بدولت کاروبار کو وسعت حاصل ہوتی ہے اور نفع کمانے کے مواقع بڑھتے ہیں۔ لیکن نفع و نقصان کا حساب کرتے وقت ان کو ''سرمایہ'' میں نہیں شامل کیا جائے گا۔

بینک کی جانب سے اپنے سرمایہ کے ذریعے دوسرے صاحب سرمایہ کاروباری افراد اور اداروں کے ساتھ شرکت کی صورت میں بھی یہ ممکن ہے کہ اس کاروبار میں بینک اور اس کے شریک کے سرمایوں کے علاوہ مضاربت پر حاصل کیا ہوا سرمایہ، شرکت کے اصول پر حاصل کیا ہوا سرمایہ، یا طویل المیعاد قرض شامل ہو۔ ان تمام صورتوں میں نفع کی تقسیم کا اصول مختلف مثالوں کے ذریعے واضح کیا جاسکتا ہے۔ لیکن مذکورہ بالا آخری صورت پر غور کرنے سے بھی یہ اصول آسانی کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے۔ اصول یہ ہے کہ جو کاروبار شرکت عنان کے اصول پر کیا جارہا ہو اور اس میں مضاربت اور قرض سرمایہ بھی تمام شرکاء کی رضامندی سے حاصل کر کے لگایا گیا ہو اس کے مجموعی منافع میں سے پہلے مضاربت پر سرمایہ فراہم کرنے والوں کو ان کا حصۂ نفع ادا کیا جائے گا۔ پھر باقی نفع شرکاء کاروبار میں طے شدہ نسبتوں کے مطابق تقسیم پائے گا۔ نقصان کی صورت میں وہ قرض جو مشترکہ کاروبار کی جانب سے لیا گیا تھا پورا کا پورا ادا کیا جائے گا۔ مضاربت کے سرمایوں کو صرف اسی قدر کمی کے ساتھ واپس کیا جائے گا جو مجموعی خسارہ کو کل سرمایہ ـــــ شرکت، مضاربت اور قرض کی بنیادوں پر حاصل کردہ سرمایہ ـــــ پر تقسیم کرنے سے مضاربت کے سرمایہ کے حصے میں آتا ہو، باقی خسارہ مشترکہ کاروبار کا خسارہ ہوگا

جسے شرکا اپنے فراہم کردہ سرمایوں کی نسبت سے برداشت کریں گے۔ ہماری تجویز کے مطابق بینک کسی ایسے کاروبار میں شرکت پر سرمایہ نہیں لگائے گا جس میں طویل المیعاد قرض سرمایہ بھی لگایا جارہا ہو۔ اس لیے شرکت کے سرمایہ کے علاوہ صرف مضاربت پر حاصل کیا ہوا سرمایہ لگایا جاسکے گا جس کے نفع اور نقصان کی تقسیم کا اصول مذکورہ بالا آخری صورت میں واضح کیا جاچکا ہے۔ شرکت کی جانب سے لیے ہوئے قصیر المیعاد قرضوں کا حکم وہی ہے جو اوپر مضاربت کی صورت میں واضح کردیا گیا ہے۔

جاری کاروبار میں سرمایہ لگانے کا مسئلہ

کاروباری فریقوں کو سرمایہ فراہم کرنے کی صورت میں نفع اور نقصان کی تقسیم کا طریقہ اوپر واضح کیا جاچکا ہے لیکن اس ضمن میں بعض مخصوص صورتیں مزید غور و بحث کی محتاج ہیں۔ ذیل میں ان مسائل پر روشنی ڈالی جائے گی۔

بینک سے مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرنے والا کاروباری فریق اگر اس سرمایہ سے ایک نیا کاروبار شروع کرنا چاہتا ہے تو آئندہ اس کاروبار کے نفع ونقصان کی تعیین اور باہم حساب فہمی میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کاروباری فریق پہلے سے کوئی کارخانہ چلارہا ہو یا کوئی صنعتی، زرعی یا تجارتی کاروبار کررہا ہو اور اس کاروبار میں مزید سرمایہ لگانے کے لیے بینک سے رجوع کرے، ایسی صورت میں یہ ضروری ہوگا کہ بینک اپنا سرمایہ لگانے سے پہلے اس بات کی تحقیق کرلے کہ کاروبار میں پہلے سے کتنا سرمایہ لگا ہوا ہے اور بینک کا سرمایہ شامل کرتے وقت اس کاروبار کی مجموعی مالیت کیا ہے۔ اس کے بغیر کاروبار میں لگے ہوئے مختلف سرمایوں کے نفع یا نقصان کی تعیین ممکن نہ ہوگی ــــ کسی جاری کاروبار کی مالیت کی تشخیص کا معروف طریقہ یہ ہے کہ اس کی جملہ املاک، مشینوں، عمارتوں، تیار شدہ مصنوعات، خام مال وغیرہ ــــ کی قیمت بازار کے موجودہ نرخ کے مطابق متعین کرلی جائے یعنی یہ معلوم کرلیا جائے کہ وہ چیزیں اگر اس وقت خریدی جائیں تو کن داموں میں مل سکیں گی۔ اس کے بعد کاروبار کی قابل وصول رقوم اور اس کے ذمے واجب الادا رقوم معلوم کی جائیں اور ان دونوں کے مثبت یا منفی فرق کو املاک واثاثہ کی مجموعی قیمت میں شامل کیا جائے۔ یہ مجموعی رقم اس وقت اس کاروبار کی مالیت قرار پائے گی۔ یہی مالیت بینک کے دیئے ہوئے سرمایہ کے علاوہ کاروبار کا اپنا سرمایہ

قرار پائے گی اور آئندہ کاروبار کے مجموعی نفع یا نقصان میں سے بینک کے حصے میں آنے والے نفع یا اس کے ذمے آنے والے نقصان کی تعیین اس کی بنیاد پر ہوگی۔ اس میں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ بینک کے سرمایہ کی شمولیت سے پہلے کاروبار کا مالک صرف کاروباری فریق تھا یا اس کے مجموعی سرمایہ میں دوسرے شرکاء کا یا مضاربت پر سرمایہ فراہم کرنے والے اصحاب سرمایہ کا سرمایہ بھی شامل تھا۔

مالیت کی تشخیص کا طریقہ ایسا ہونا چاہیے جس پر بینک اور کاروباری فریق دونوں راضی ہوں۔ اس کام کے لیے ایسے غیر جانب دار ماہرین فن کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں جن کی مہارت اور دیانت پر دونوں فریقوں کو اعتماد ہو۔ معاہدے کے وقت جو رقوم واجب الادا اور قابل وصول ہوں ان کے بارے میں یہ طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے کہ ان کی ذمے داری کاروباری فریق خود لے اور کاروبار کی مالیت متعین کرنے میں ان رقوم کا لحاظ نہ کیا جائے۔

یہی مسئلہ اس صورت میں پیدا ہوگا جب کوئی کاروباری فریق پہلے سے جاری کاروبار کو آئندہ بینک سے شرکت کے اصول پر مزید سرمایہ حاصل کرکے بینک کی شرکت میں کرنے کا فیصلہ کرے۔ بعض فقہاء نے باہمی اختلاف کا امکان ختم کرنے اور جہل اور غرر کا سدّ باب کرنے کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ شرکت کے وقت دونوں شرکاء نقد سرمایہ کے ساتھ شریک کاروبار ہوں۔ جاری صنعتی کاروبار کو مشترکہ کاروبار میں تبدیل کرتے وقت اس طریقے کو اختیار کرنا بہت زحمت طلب اور کاروبار کے مفاد کے خلاف ہے اور معیشت کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنے گا۔ اس لیے صنعتی نوعیت کے کاروبار میں ہم مذکورہ بالا طریقے کو اختیار کرنا درست قرار دیتے ہیں۔ تشخیص مالیت کے ذریعے کاروبار کی مجموعی مالیت معلوم کرکے کاروباری فریق کا سرمایہ متعین کرلیا جائے اور بینک اپنا سرمایہ نقد کی صورت میں فراہم کرے۔ آئندہ حسابات انہی دونوں سرمایوں کی مقداروں کی بنیاد پر کیے جائیں۔ تشخیص مالیت کا طریقہ ایسا ہونا چاہیے جس پر دونوں فریق راضی ہوں اور باہمی نزاع یا جہل اور غرر کا کوئی امکان نہ باقی رہے۔

دوسرا اہم مسئلہ مدت معاہدہ کا ہے۔ اگر کسی کاروبار کی نوعیت ایسی ہے کہ ایک متعین عرصے میں کاروبار مکمل ہوجائے گا اور اس میں لگا ہوا سرمایہ دوبارہ نقد کی شکل اختیار کرلے گا اور بینک اس پوری مدت کے لیے سرمایہ لگانا چاہے تو نفع نقصان کے حساب میں کوئی زحمت نہ ہوگی۔ اختتام کاروبار پر نتائج کاروبار کی روشنی میں فریقین باہم حساب فہمی کرسکیں گے۔ لیکن دور جدید میں اکثر صنعتی کاروبار مسلسل

جاری رہتے ہیں اور ان کے اختتام کا کوئی وقت نہیں مقرر کیا جاسکتا۔ایسی صورت میں بینک کے لیے دو طریقے ممکن ہیں۔ایک یہ کہ وہ اپنا سرمایہ ایک متعین مدت کے لیے فراہم کرے اور دوسرا یہ کہ بغیر مدت کی تعیین کے سرمایہ لگائے اور جب چاہے اسے واپس لے لے۔دونوں صورتوں میں سرمایہ کی واپسی کے وقت حساب فہمی کے لیے کاروبار کی مالیت کی تشخیص کا وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا جس کی نشان دہی اوپر کی جاچکی ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ اگر کاروباری فریق بینک کا سرمایہ واپس کرنے کے بعد بھی کاروبار جاری رکھنا چاہے تو حساب فہمی کے لیے یہ ممکن نہ ہوگا کہ کاروبار کا پورا سرمایہ نقد کی صورت میں منتقل کرلیا جائے۔صرف حسابات صاف کرنے کے لیے کارخانہ، مشینوں، خام مال اور دیگر اشیاء کو عملاً فروخت کرنے کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔مسلسل جاری صنعتی کاروبار میں اگر حسابات کی تکمیل کے لیے کاروبار کے جملہ اثاثہ کو نقد کی شکل میں منتقل کرنا ضروری قرار دیا جائے تو یہ صنعتی کاروبار کے لیے مہلک ہوگا اور اس کے مضر اثرات صرف کاروبار کرنے والے پر نہیں بلکہ پوری معیشت پر مرتب ہوں گے۔عملاً اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صنعتی کاروبار کرنے والے افراد بینکوں سے سرمایہ نہ حاصل کرسکیں گے۔ان حقائق کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ تشخیص مالیت کے مذکورہ بالا طریقے کے مطابق حساب فہمی اور نفع ونقصان کی آخری تقسیم کو جائز قرار دیا جائے۔ بینک کو اس کا سرمایہ لازماً نقد کی صورت میں ملے گا اور حسابات کی روشنی میں اسے جتنا نفع ملنا چاہیے وہ بھی نقد کی صورت میں دیا جائے گا۔اس مقدار میں نقد کی فراہمی اس کاروباری فریق کے ذمے ہوگی جو اگرچہ کاروبار کو جاری رکھنا چاہتا ہے مگر بینک سے لیا ہوا سرمایہ واپس کررہا ہے۔وہ اس کے لیے کیا تدابیر اختیار کرتا ہے اس کی تفصیل سے تعرّض مسئلہ زیر بحث کے لیے غیر ضروری ہے۔

جیسا کہ شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول پر بحث کرتے وقت واضح کیا جاچکا ہے۔فقہاء کے نزدیک حسابات کی تکمیل اور نفع ونقصان کی آخری طور پر تقسیم کے لیے ضروری ہے کہ کاروبار کا سرمایہ نقد کی صورت میں منتقل کرلیا جائے۔[1] ان کی یہ رائے اس مصلحت پر مبنی ہے کہ حسابات کے طریقے میں دھوکہ، لاعلمی یا کسی فریق کی حق تلفی کی گنجائش نہ ہونا چاہیے۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس مصلحت کا پوری طرح حصول ان کی تجویز کردہ صورت میں بآسانی ممکن ہے لیکن انھوں نے جو طریقہ تجویز کیا ہے وہ

---

[1] متعلقہ فقہی مباحث کے لیے ملاحظہ ہو شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، صفحات ۴۱ - ۴۸۔

تجارتی اور زرعی کاروبار میں تو اختیار کیا جا سکتا ہے مگر دورِ جدید کے صنعتی کاروبار میں اس طریقے پر اصرار متعدد انفرادی اور اجتماعی مضرتوں کا سبب بن سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں ان مصالح کے تحفظ کی کوئی متبادل صورت اختیار کرنی ہوگی۔ ہمارے نزدیک کاروبار کی مالیت کی اس طریقے پر تشخیص جس پر فریقین راضی ہوں ان مصالح کے تحفظ کے لیے کافی ہوگی۔ اسی بنا پر ہم موجودہ حالات میں حسب ضرورت حساب فہمی کے اس طریقے کو جائز سمجھتے ہیں۔

حساب فہمی میں سہولت اور صفائی معاملات کا ایک مناسب طریقہ یہ ہوگا کہ ہر کاروباری فریق کے لیے یہ لازمی قرار دیا جائے کہ وہ موزوں متعین وقفوں کے بعد ــــ مثلاً سالانہ، شش ماہی یا سہ ماہی ــــ اپنے حسابات مرتب کرے اور حسابات رکھنے کے جدید طریقوں کے مطابق کاروبار کی مجموعی مالیت متعین کرلے۔ بینک اس کاروبار میں اپنا سرمایہ انہی وقفوں کے لحاظ سے لگائے۔ یعنی ایک سہ ماہی یا چند سہ ماہیوں کے لیے، یا ایک سال یا چند برسوں کے لیے۔ اس مدت کے پورا ہونے پر فریقین میں سے ہر ایک کو اختیار ہو کہ وہ معاہدہ کو ختم کردیں۔ بینک کو اس کا سرمایہ واپس دے دیا جائے اور نفع و نقصان کا حساب کر کے بینک کا حساب صاف کردیا جائے اگر فریقین چاہیں تو وہ آئندہ سہ ماہی یا آئندہ سال کے لیے معاہدہ کی تجدید کرلیں۔ ایسی صورت میں نفع ونقصان کی یہ تقسیم قطعی ہوگی اور آئندہ سہ ماہی یا سال کے نفع ونقصان کو اس تقسیم سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اگر فریقین چاہیں تو وہ معاہدہ علیٰ حالہ قائم رکھیں۔ نفع یا نقصان کی اس تقسیم کو عارضی قرار دیں اور اختتام معاہدہ کے وقت آخری طور پر نفع یا نقصان کی تقسیم کا کام آئندہ کے لیے اٹھا رکھیں۔ متعین مدت کے لیے معاہدہ کرنے کی صورت میں اس مدت کے پورا ہونے سے پہلے اختتام معاہدہ اسی صورت میں ممکن ہوگا جب دونوں فریق ایسا کرنے پر راضی ہوں یا مدت پوری ہونے سے پہلے کاروباری فریق کی موت واقع ہوجائے اور اس کے نتیجے میں معاہدہ ختم کرنا ناگزیر ہوجائے۔

اگر کاروباری فریق بینک سے کچھ سرمایہ حاصل کر کے کاروبار میں لگانے کے بعد آئندہ اسی کاروبار میں لگانے کے لیے بینک یا کسی دوسرے صاحب سرمایہ سے مزید سرمایہ حاصل کرنا چاہے تو اس سرمایہ کو کاروبار میں لگانے سے پہلے کاروبار کی مالیت تشخیص مالیت کے اسی طریقے کے مطابق متعین کی جائے گی جس کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے۔ نیا سرمایہ شامل کرتے وقت ہر فریق ایک نئے معاہدے کے تحت

شریک کاروبار ہوگا اور اس وقت تک کے نفع نقصان کی تعیین کرکے ان اصحاب سرمایہ کا حساب صاف کردینا ضروری ہوگا جن کے سرمائے پہلے سے لگے ہوئے ہوں۔ ضروری نہیں کہ ان کے سرمائے واپس کیے جائیں یا ان کے حصے کا نفع عملاً انھیں ادا کردیا جائے۔ بلکہ ان کے سرمائے مع نفع (یا نقصان) کی مقدار کی تعیین کافی ہوگی اور آئندہ انھیں اس کاروبار میں اسی سرمایے کے ساتھ شریک سمجھا جائے گا۔

اگر بینک نے کاروباری فریق کو غیر متعین مدت کے لیے سرمایہ فراہم کیا ہو تو بھی موزوں وقفوں پر ـــــ سہ ماہی، شش ماہی یا سالانہ ـــــ حسابات کرنے اور نفع و نقصان کی تقسیم کا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ بینک کو اپنے کھاتہ داروں کے حسابات کی تکمیل کے لیے موزوں وقفوں پر اپنے مجموعی نفع نقصان کی تعیین کی ضرورت پیش آئے گی اس لیے طویل مدت یا غیر متعین مدت کے لیے سرمایہ لگانے کو اس بات میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے کہ ہر سہ ماہی، شش ماہی یا سال کے اختتام پر نفع نقصان کی تعیین کی جاتی رہے اور بینک کو اپنے لگائے ہوئے سرمایہ کا نفع ملتا رہے۔

اس پوری بحث میں ہم نے شرکت اور مضاربت دونوں طریقوں کے مطابق سرمایہ لگانے کا ذکر کیا ہے لیکن آئندہ مباحث میں ہم یہ فرض کرکے گفتگو کریں گے کہ بینک سرمایہ لگاتے وقت مضاربت ہی کا اصول اختیار کرتا ہے۔ شرکتِ عنان کا طریقہ اختیار نہیں کرتا۔ اس سے ان مباحث کی پیچیدگی دور ہوجائے گی۔ اور ان کے نتائج پر کوئی خاص اثر نہیں پڑے گا۔ مجوزہ نظام بنک کاری کے تمام پہلو سامنے آجانے کے بعد بآسانی اس امر پر غور کیا جاسکتا ہے کہ اگر بینک مضاربت کے پہلو بہ پہلو شرکت عنان کا طریقہ بھی اختیار کرتا ہے تو اس سے اس نظام پر کیا اثر پڑے گا اور اس کی کن تفصیلات میں ترمیم ضروری ہوگی۔

مناسب ہوگا کہ آگے بڑھنے سے پہلے اس بحث کے نتائج پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

- بینک اپنا سرمایہ مضاربت کے اصول پر کاروباری فریقوں کو دے گا۔
- بینک کا حصۂ نفع اس کے دیئے ہوئے سرمایہ پر آنے والے نفع کی ایک کسر کے طور پر طے پائے گا۔
- بینک اپنے دیئے ہوئے سرمایہ پر آنے والا پورا نقصان خود برداشت کرے گا۔
- بینک کی مالی ذمہ داری اس کے دیئے ہوئے سرمایہ سے متجاوز نہ ہوگی۔ (یعنی بینک کا

زیادہ سے زیادہ نقصان یہ ہوسکتا ہے کہ اس کا لگایا ہوا پورا سرمایہ ڈوب جائے، کچھ بھی واپس نہ ملے۔)

- آخر طور پر حساب فہمی سے پہلے بھی نفع کی تقسیم عمل میں آسکتی ہے۔
- اختتام معاہدہ پر بینک کو اس کا دیا ہوا سرمایہ اس نفع کے اضافے یا اس نقصان کے بقدر کمی کے ساتھ واپس مل جائے گا جو اس میں واقع ہوا ہو۔
- آغاز معاہدہ پر اس بات کی تعیین ضروری ہوگی کہ بینک کے فراہم کردہ سرمایہ کے علاوہ اس کاروبار میں کتنا اور سرمایہ لگا ہوا ہے یا اب لگایا جارہا ہے۔
- جس کاروبار میں بینک نے سرمایہ لگایا ہو اس میں کسی اور ذریعے سے یا خود اسی بینک سے حاصل کرکے مزید سرمایہ لگانے کی صورت میں ایک نیا معاہدہ کرنا ضروری ہوگا۔
- بینک متعین مدتوں کے لیے بھی سرمایہ لگا سکے گا۔
- مدت متعین نہ ہونے کی صورت میں اور مدت متعین ہو تو کاروباری فریق کی رضامندی سے بینک کسی وقت بھی اپنا دیا ہوا سرمایہ واپس لے سکے گا۔ البتہ حساب کی تکمیل کے لیے ناگزیر ہو تو بینک کو کچھ عرصہ مثلاً جاری سہ ماہی کی تکمیل تک انتظار کرنا ہوگا۔

(ج) کاروباری اداروں کے حصص کی خریداری

بینک کے لیے اپنے سرمایہ کے نفع آور استعمال کی ایک موزوں شکل تجارتی اور صنعتی کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے حصص (Shares) کی خریداری ہے۔ آج کل بہت سے کاروباری ادارے اپنا سرمایہ حصص کی فروخت کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔ ہر حصہ کا مالک اصولاً ایک مشترکہ کاروبار میں ایک شریک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے حصے کی قیمت کو کمپنی کے کل سرمایہ کے ساتھ جو نسبت ہو اسی نسبت سے وہ اس کمپنی کے مالکوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر ایک کمپنی میں دس لاکھ روپے کا سرمایہ لگا ہوا ہے اور اس کے ایک حصہ کی قیمت ایک ہزار روپے ہے تو اس حصہ کا مالک کمپنی کے ہزارویں حصے ($\frac{1}{1000}$) کا مالک سمجھا جائے گا۔

کاروبار میں نفع ہونے کی صورت میں یہ نفع حصہ داروں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم پاتا ہے۔ جس سال کاروبار میں خسارہ ہوا اس سال کوئی نفع تقسیم نہیں کیا جاتا مگر حصہ داروں سے اس

خسارے کی تلافی کا مطالبہ بھی نہیں کیا جاتا۔ بلکہ آئندہ منافع یا گزشتہ غیر تقسیم شدہ منافع سے اس کی تلافی کی جاتی ہے۔ آئندہ جب اتنے منافع ہوتے ہیں کہ سابق نقصانات کی تلافی کے بعد بھی نفع تقسیم کرنا ممکن ہو تو نفع تقسیم کیا جاتا ہے۔

یہ کمپنیوں کے حصص اور ان پر ملنے والے نفع کا بہت سادہ اور موجودہ عملی صورت حال سے کسی قدر رہٹا ہوا بیان ہے۔ لیکن یہ بیان غیر حقیقت پسندانہ نہیں اور زیر غور نظام کے لیے اسے سوچنے کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔

بازار میں یہ حصص خریدے اور فروخت کیے جاتے ہیں۔ ان کے نرخ بازار کا اتار چڑھاؤ بڑی حد تک ماضی میں ان کی نفع آوری اور مستقبل میں ان کی متوقع نفع آوری پر ہوتا ہے۔

ان حصص کی خرید و فروخت کا طریقہ اسلامی نظام معیشت میں جاری رکھا جاسکتا ہے۔ بلا شبہہ ان حصہ داروں کی مالی ذمہ داری، مشترکہ کاروبار میں مداخلت کے حق اور حصص کی خرید وفروخت سے متعلق بعض نئے سوالات پیدا ہوتے ہیں لیکن یہ ایسے سوالات نہیں جن کا حل ناممکن ہو۔ مشترکہ کاروباری کمپنیوں کے موجودہ ڈھانچہ میں، مناسب ترمیمات، سٹہ بازی کو جوے بازی بن جانے سے روک کر اور حصص پر نفع کی تقسیم نیز ان کی خرید وفروخت کو بعض ضوابط کا پابند بنا کر مروّجہ طریقوں کو ہر طرح کی شرعی قباحت سے پاک کرنا آسانی ممکن ہے۔ اگرچہ اس کتاب میں ہم ان مسائل پر تفصیلی بحث نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم یہ فرض کر کے گفتگو جاری رکھیں گے کہ حصص کی خرید وفروخت کا طریقہ غیر سودی نظام معیشت میں نہ صرف رائج رہے گا، بلکہ سودی لین دین کی حرمت کے سبب زیادہ فروغ پائے گا۔ ظاہر ہے کہ تجارتی حصص کی وہ تمام قسمیں جن کے ساتھ سود وابستہ ہو یا جن میں ایک کم سے کم شرح نفع کی ضمانت دی گئی ہو خارج از بحث ہیں۔ یہاں صرف ان عام حصص (Common stock) کا ذکر ہے جن کی نفع آوری خود کمپنی کے کاروبار میں نفع ہونے پر منحصر ہوتی ہے۔

بینک اپنے سرمایہ کا ایک حصہ ایسے حصص کی خریداری پر صرف کر سکتے ہیں تا کہ ان کے ذریعے ان کو ہر سال نفع مل سکے۔ وہ بہ یک وقت مختلف قسم کے حصص اور مختلف کاروباری اداروں کے حصص خرید کر اس بات کا اہتمام بھی کر سکتے ہیں کہ اپنے خریدے ہوئے حصص پر بحیثیت مجموعی انھیں ہمیشہ نفع ہو۔

حصص میں سرمایہ لگانے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب بینک کو نقد سرمایہ کی ضرورت ہو تو وہ ان حصص کو فروخت کر سکتا ہے۔ جیسا کہ آئندہ مباحث سے واضح ہوگا۔ بینک کے لیے اپنی نقدیت (Liquidity) کو برقرار رکھنا ایک اہم کام ہوگا۔ حصص کی ملکیت اس کام میں مددگار ثابت ہوگی۔

حصص کی فروخت پر بینک کو خسارہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے مفاد کے تحت اس بات کی کوشش کرے گا کہ خسارہ اٹھا کر حصص نہ فروخت کرنے پڑیں حصص کے ذریعے ہونے والا نفع یا نقصان کاروبار بنک کاری کے مجموعی منافع میں شامل سمجھا جائے گا۔

تیسرا باب

بینک اور اصحاب سرمایہ

گزشتہ باب میں یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ بینک اپنے سرمایہ کو مضاربت کے اصول پر کاروبار میں لگا کر تجارتی حصص خرید کر اور کمیشن یا فیس کے عوض مختلف خدمات انجام دے کر کس طرح نفع اور اجرت کی صورت میں آمدنی حاصل کرنے کا اہتمام کرے گا۔ اوپر ہم نے صرف اس سرمایہ کا ذکر کیا ہے جو بینک قائم کرنے والے حصہ داروں نے فراہم کیا ہو۔ اس باب میں ان دوسرے طریقوں کا جائزہ لیا جائے گا جو بینک مزید سرمایہ حاصل کرنے کے لیے اختیار کرے گا۔

مضاربت کے اصول پر مزید سرمایہ کا حصول

بینک عام پبلک اور بچت کاروں کو اس بات کی دعوت دے گا کہ وہ اپنا سرمایہ مضاربت کے اصول پر بینک کو دیں۔ بینک اس سرمایہ کے ذریعے وہ کاروبار کرے گا جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ اس کاروبار کے ذریعے ان سرمایوں پر جو نفع ہوگا اس میں سے طے شدہ نسبت کے مطابق ایک حصہ بینک کو ملے گا اور باقی نفع مضاربت پر سرمایہ جمع کرنے والوں کو ملے گا۔ ذیل میں بینک اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ جمع کرنے والوں کے درمیان معاہدہ کی تفصیلات واضح کی جائیں گی۔ سہولت کے لیے ہم ان افراد کو بینک کے کھاتہ دار کہیں گے جو اپنا سرمایہ مضاربت کے اصول پر بینک میں جمع کریں۔ ان کھاتہ داروں کے علاوہ ایسے افراد بھی بینک میں اپنا سرمایہ جمع کر سکیں گے۔ جو اسے 'قرض' کھاتہ میں رکھنا چاہیں اس کھاتہ کی نوعیت اور اس میں جمع کیے جانے والے سرمایہ کے استعمال کی کیفیت بھی اسی باب میں واضح کی جائے گی۔

مضاربت کھاتہ

مضاربت کھاتہ میں رقمیں جمع کرنے والوں کے ساتھ بینک حسب ذیل معاہدہ کرے گا۔

(۱) بینک اس سرمایہ کو اپنے سرمایہ کے ساتھ کاروبار میں لگائے گا۔کل سرمایہ پر اسے مجموعی طور پر جو نفع ہوگا وہ کل سرمایہ پر تقسیم کیا جائے گا۔اس تقسیم کے نتیجے میں کسی کھاتہ دار کے سرمایہ پر جتنا نفع آئے گا اس کی ایک طے شدہ نسبت (نصف، تہائی یا چوتھائی وغیرہ) بینک کو ملے گی اور باقی نفع کھاتہ دار کو ملے گا۔نفع کی تقسیم کی یہ نسبت فریقین کی رضامندی سے طے پائے گی۔

(۲) اگر بینک کو اپنے کاروبار میں مجموعی طور پر خسارہ ہوتا ہے تو یہ خسارہ کاروبار میں لگے ہوئے کل سرمایہ پر تقسیم کیا جائے گا۔اس تقسیم کے نتیجے میں کسی کھاتہ دار کے سرمایہ میں جو خسارہ واقع ہوگا وہ پورا خسارہ اس کھاتہ دار کو برداشت کرنا ہوگا۔

(۳) کسی کھاتہ دار کی مالی ذمہ داری اس کی جمع کردہ رقم سے متجاوز نہیں ہوگی یعنی اسے زیادہ سے زیادہ نقصان ہو سکتا ہے وہ یہ کہ اس کی جمع کردہ رقم ڈوب جائے۔ بینک نے اگر قرض سرمایہ کاروبار میں لگایا ہو اور اسے حصہ داروں اور مضاربت کھاتہ داروں کے فراہم کردہ سرمایہ سے زیادہ وسعت دی ہو اور اسے کاروبار میں اتنا زبردست خسارہ ہو کہ یہ سارا سرمایہ ڈوب جائے پھر بھی واجب ادا رقوم باقی رہ جائیں تو ایسی صورت میں ان تمام رقوم کی ادائیگی کے لیے مضاربت کھاتہ والوں سے مزید رقم کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ مطالبہ صرف ان حصہ دار شرکاء سے کیا جا سکتا ہے جن کی مالی ذمہ داری غیر محدود ہو۔

(۴) مضاربت کھاتہ میں جمع کی جانے والی رقمیں کسی مدت کی تعیین کے بغیر بھی جمع کی جا سکتی ہیں اور ایک متعین مدت مثلاً ایک سہ ماہی یا چند سہ ماہیوں کے لیے بھی۔

(۵) ہر سہ ماہی کے اختتام پر کھاتہ دار کے نفع نقصان کا حساب کر کے اسے مطلع کیا جائے گا۔اسے اختیار ہوگا کہ وہ معاہدہ ختم کر کے اپنا سرمایہ مع نفع نقصان کے واپس لے لے۔ یا نفع کی قسط وصول کر لے یا نفع کو اصل کھاتہ میں شامل کر دے۔ پھر اسی سرمایہ کو آئندہ کے لیے ازسرنو مضاربت کے اصول پر دے دے۔ ایسی صورت میں عملاً رقم کی واپسی ضروری نہ ہوگی بلکہ حسابات کی صفائی کے بعد بینک کو تجدید معاہدہ کے فیصلہ سے مطلع کر دینا کافی ہوگا۔

(۶) کھاتہ دار جب چاہے اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے مگر نفع اور نقصان کے حساب کے لیے اسے رواں سہ ماہی کے اختتام کا انتظار کرنا ہوگا۔ البتہ اگر بینک راضی ہو تو گزشتہ سہ ماہی کے حسابات کو بھی حساب مکمل کرنے کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔ مضاربت کھاتہ کی رقمیں چک کے ذریعے نہیں نکالی جاسکیں گی، نہ ان کھاتوں میں سے رقوم چک کے ذریعے دوسرے افراد کو منتقل کی جاسکیں گی، بلکہ ان رقوم کو نکالنے کے لیے ایک مناسب عرصہ پہلے اطلاع دینی ہوگی۔ البتہ اگر بینک پیشگی اطلاع پر اصرار نہ کرے تو اس کی بھی پوری گنجائش ہوگی۔

(۷) مذکورہ بالا حسابات کا تقاضا پورا کرنے کے لیے ہر سہ ماہی کے اختتام پر بینک اپنے پورے کاروبار کا حساب مرتب کرکے اس کے مجموعی نفع یا نقصان کی تعیین کرے گا۔ جن کاروباری فریقوں کو مضاربت کے اصول پر سرمائے فراہم کئے گئے ہوں ان سے حساب کرنے کے لیے تشخیص مالیت کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے گا جس کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے۔ حصص کی قیمت بازار کے جاری نرخ کے مطابق متعین کرکے ان کی ملکیت کے نتیجے میں حاصل ہونے والے نفع اور اضافۂ اصل (Capital Gain) کی تعیین کی جائے گی۔ البتہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ حساب میں شامل کیے جانے والے حصص کی قیمت بازار میں رائج نرخ سے کچھ کم رکھی جائے۔

(۸) مضاربت کھاتہ میں نئی رقوم ہر سہ ماہی کے آغاز پر جمع کی جاسکیں گی جو بچت کار اور اصحاب سرمایہ سہ ماہی کی درمیانی تاریخوں میں سرمایہ جمع کرنا چاہیں ان کی رقمیں قبول کرلی جائیں گی لیکن اگر ان رقموں کا فوری طور پر استعمال ممکن نہ ہو تو رواں سہ ماہی کے اختتام پر انھیں نفع نقصان کا حساب کرنے میں نہیں شامل کیا جائے گا۔ البتہ اگر بینک کے لیے یہ ممکن ہو کہ وہ ان رقموں کو حصص کی خرید، مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرنے یا خدمات کی انجام دہی کے سلسلے کے اخراجات میں استعمال کرسکے اور رواں سہ ماہی کے اختتام پر نفع یا نقصان کی تعیین میں ان رقموں کو ان مدتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے شامل کرے جن کے لیے یہ لگائی گئی ہیں تو وہ ایسا ہی کرے گا۔ بینکوں کے درمیان بچتیں اور سرمائے حاصل کرنے کے لیے مسابقت اس بات کی ضامن ہوگی کہ وہ حتی الامکان ایسا کریں گے تاکہ مضاربت کھاتہ میں رقمیں ہر وقت جمع کی جاتی رہیں۔ لیکن بینکوں کی نگرانی کرنے والی سماجی ہیئت یعنی مرکزی بینک کو اس امر کا اہتمام کرنا ہوگا کہ حسابات کے طریقے ایسے ہوں جو کسی کھاتہ دار یا حصہ دار کی حق

تلفی کا باعث نہ بنیں۔ حسابات کا طریقہ ایسا ہونا چاہیے جس میں جہل (عدم علم) کو دخل نہ ہو۔ نہ غرر (دھوکہ) کا اندیشہ ہو۔ بینکوں کے حسابات کو جہل، غرر اور غبن سے پاک رکھنے کے لیے مرکزی بینک ان کو ایسے ضوابط کا پابند بنائے گا جو ماہرین فن کی مدد سے ہر فریق کے مفادات و مصالح کا لحاظ رکھتے ہوئے وضع کیے گئے ہوں۔

یہ بات کہ مضاربت کھاتہ میں جمع کی جانے والی رقمیں ایک سہ ماہی یا چند سہ ماہیوں کے لیے جمع کی جائیں اور رقموں کی آمد اور واپسی سہ ماہیوں کے اختتام پر ہو ہماری طرف سے ایک تجویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس تجویز کا منشاء حساب کتاب کو جہل، غرر اور غبن کے عناصر سے پاک رکھنا اور عدل کی ضمانت دینا ہے، اسی لیے ہم نے یہ تجویز رکھی ہے کہ ہر کاروباری فریق جسے بنک نے سرمایہ فراہم کیا ہو سہ ماہی حسابات مرتب کرے اور بنک اپنے کاروبار کا بھی ہر سہ ماہی پر پورا حساب مرتب کرے۔ تاکہ ہر فریق کے نفع یا نقصان کی تعیین پورے کاروبار کے نتائج کی بنیاد پر کی جاسکے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب تک پورے کاروبار کے نتائج نہ معلوم ہوں کسی ایک کھاتہ دار یا حصہ دار کے نفع یا نقصان کی تعیین ممکن نہیں اور یہ بات جائز نہ ہوگی کہ ٹھیک ٹھیک تعیین کے بغیر محض اندازہ یا تخمینہ کو حساب فہمی کی بنیاد بنایا جائے۔

تین مہینے کی مدت بذات خود کوئی اصولی اہمیت نہیں رکھتی۔ کوئی دوسری مدت بھی تجویز کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس سلسلے میں چند امور کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ کاروباری فریق جو بینک سے مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کر کے کاروبار میں لگائیں گے انھیں اس بات کا اطمینان حاصل ہونا چاہیے کہ وہ اس سرمایہ کو اتنے عرصے استعمال کرسکیں گے کہ ان سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ ایک کارخانہ دار یہ چاہے گا کہ اسے اس سرمایہ کے ذریعے خام مال خرید کر اس کے ذریعے مصنوعات تیار کر کے فروخت کرنے کا موقع ملے، جس کے لیے چند ماہ کی مدت ضرور درکار ہوگی۔ مختلف قسم کے کارخانوں یا تجارتی اداروں کے لیے اس عرصے کی تعیین مختلف ہوگی اور بینکوں کی پالیسی ایسی ہونی چاہیے کہ ہر قسم کے کاروباری اداروں کو اپنی ضرورت کے مطابق مختلف عرصوں کے لیے کاروباری سرمایہ مل سکے۔ دوسری طرف سرمایہ لگانے والے اور بچت کر کے اسے مضاربت کھاتہ میں جمع کرنے والے افراد یہ چاہیں گے کہ ان کی رقمیں بہت لمبی مدتوں کے لیے پابند نہ ہو جائیں اور انھیں نفع کے لیے بہت طویل عرصہ انتظار نہ کرنا پڑے۔ اگر کھاتہ داروں کے نفع کا حساب کرنے کا وقفہ زیادہ طویل رکھا گیا تو اس کا اثر بچت کی رسد اور مضاربت

کھاتہ میں سرمایہ کی آمد پر پڑے گا۔ بینکوں کے لیے عرصۂ حساب تجویز کرتے وقت ان دونوں مصالح کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

تین مہینے کی مدت نہ بہت چھوٹی ہے نہ بہت بڑی۔ یہ ایک درمیانی مدت ہے۔ پھر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر سہ ماہی کے اختتام پر بینک کاروباری فریقوں سے سرمایہ واپس طلب کرے گا۔ ضرورت صرف ہر کاروباری فریق سے حساب طلب کرنے کی پیش آئے گی۔ ایک کاروباری فریق کو متعدد سہ ماہیوں تک کے لیے سرمایہ دیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے۔ عام صورت یہ ہوگی کہ سرمایہ غیر متعین مدت کے لیے دیا جائے گا۔ حسابات ہر سہ ماہی پر کیے جاتے رہیں گے اور سرمایہ اس وقت واپس لیا جائے گا جب بینک یا کاروباری فریق دونوں میں سے کوئی ایک اپنے مفاد و مصالح کی روشنی میں معاہدہ ختم کرنا مناسب سمجھے۔ اسی طرح کھاتہ داروں کی جانب سے بھی بچتیں اور سرمائے غیر متعین مدت کے لیے جمع کیے جایا کریں گے۔ ہر سہ ماہی پر حسابات مکمل کرکے نفع نقصان کی تعیین اور تقسیم ہوتی رہے گی۔ مگر اکثر رقمیں بدستور مضاربت کھاتہ میں جمع رہیں گی۔ کھاتہ دار اپنی رقم اسی وقت نکالے گا جب وہ اسے کسی دوسرے نفع آور کام میں لگانا یا ذاتی صرف میں لانا چاہے گا۔ جہاں تک ایک بینک کے مضاربت کھاتہ سے رقم واپس لے کر دوسرے بینک کے مضاربت کھاتہ میں جمع کرنے کا تعلق ہے اس کا نظام بینک کاری پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ہر سہ ماہی کے اختتام پر کسی بینک سے مضاربت کھاتہ کی جو رقمیں واپس طلب کی جائیں گی ان کے بالمقابل کچھ رقمیں آئندہ سہ ماہی کے لیے جمع بھی کی جائیں گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر معمولی حالات کے علاوہ اس بات کی ضرورت شاذ و نادر ہی پیش آئے گی کہ بینک کو کاروباری فریقوں سے سرمایہ کی واپسی کا مطالبہ صرف اس لیے کرنا پڑے کہ اسے مضاربت کھاتہ کی کچھ رقمیں واپس کرنی ہیں۔

اس مقصد کے تحت مناسب ہوگا کہ بینک مضاربت کھاتہ کی ایک متعین فی صد رقم ریزرو کے طور پر رکھے۔ تاکہ کھاتہ داروں کو رقم کی واپسی عام حالات میں، کاروباری فریقوں سے سرمائے واپس لینے پر منحصر نہ ہو۔ ایک بہت چھوٹی نسبت مثلاً تین فی صد یا پانچ فی صد ریزرو رکھ کر یہ منشاء پورا کیا جاسکتا ہے۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ تمام بینکوں کی سہ ماہیاں ایک ساتھ شروع اور ایک ساتھ ختم ہوں۔ ہر

بینک اس بات کی تعیین میں آزاد ہوگا کہ اس کی سہ ماہی کس تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔ مثلاً ایک بینک میں مضاربت پر رقمیں جمع کرنے کی مقررہ تاریخیں جنوری، اپریل، جولائی اور اکتوبر کی پہلی تاریخیں یا پہلے ہفتے ہوں۔ دوسرا بینک فروری، مئی، اگست اور نومبر کے آغاز میں رقوم قبول کرے وعلیٰ ہذا القیاس۔ اس طرح پورے نظام بنک کاری میں ہر وقت سہ ماہی کا آغاز و اختتام ہوتا رہے گا جس سے کھاتہ داروں کو مزید سہولت فراہم ہو سکے گی۔ نیز کاروباری طبقہ کو بھی ہر وقت نیا سرمایہ حاصل کرنا ممکن ہو جائے گا۔

اگر تجربے سے تین ماہ کے علاوہ کوئی اور مدت —— چار ماہ، چھ ماہ یا ایک سال —— زیادہ موزوں معلوم ہو تو اسے اختیار کیا جا سکے گا۔ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ ابتدا ہی سے مختلف بینک مختلف وقفوں پر حسابات صاف کرنے کا طریقہ اختیار کر لیں گے۔ یہ بات عام بچت کاروں اور اصحاب سرمایہ نیز کاروباری فریقوں کے لیے بھی زیادہ سہولت کا سبب بنے گی کہ ایک بینک ہر سہ ماہی پر حساب کرتا ہے، دوسرا ہر چھ ماہ پر اور تیسرا سالانہ حساب کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ بعض بینک زیادہ لمبی مدتوں کے لیے مضاربت پر سرمایہ لگانے میں اختصاص پیدا کر لیں گے اور طویل مدت میں تکمیل پانے والے صنعتی کاروبار کے لیے سرمایہ کے طالب کاروباری فریق ان سے اپنی ضرورت پوری کریں گے۔ دوسرے بینک درمیانی یا چھوٹی مدتوں کے لیے سرمایہ فراہم کریں گے اور کاروباری افراد کا ایک حلقہ ان کی طرف رجوع کرے گا۔ اس طرح ہر قسم کے کاروبار کے لیے بہ سہولت سرمایہ فراہم ہو سکے گا۔ عملی تجربہ بینکوں کی باہم مسابقت اور مرکزی بینک کی وہ رہنمائی اور ضابطہ بندی جو وہ اجتماعی ضروریات و مصالح کی بنیاد پر کرے گا۔ پورے نظام بینک کاری کو موزوں طریقے سے چلانے کا ذریعہ بنے گی۔

مضاربت کھاتہ کے نفع نقصان کی تعیین

دوسرے باب میں ہم مثالوں کے ذریعے واضح کر چکے ہیں کہ بینک کاروباری فریقوں سے اپنے دیے ہوئے سرمایہ کے نفع نقصان کا حساب کس طرح کرے گا۔ اب ہم یہ واضح کریں گے کہ بینک اپنے کھاتہ داروں اور حصہ داروں کے درمیان اپنے منافع یا نقصانات کو کس طرح تقسیم کرے گا۔ بحث کو پیچیدگی سے بچانے کے لیے ہم یہ فرض کر کے گفتگو کریں گے کہ بینک کے خریدے ہوئے تجارتی حصص کے ذریعے ہونے والی آمدنی بھی مضاربت پر دیے ہوئے سرمایہ کے منافع یا نقصانات میں شامل ہے۔ نیز یہ

کہ خدمات کے ذریعے جو آمدنی ہو رہی ہے وہ بینک کے مجموعی انتظامی اخراجات کے برابر ہے اس طرح عملاً خالص آمدنی کی صرف ایک شکل باقی رہ جائے گی۔ یعنی مضاربت پر لگائے ہوئے سرمایہ کے منافع۔

نفع کی تعیین اور تقسیم کا اصول وہی ہے جو اوپر واضح کیا جا چکا ہے۔ مضاربت کھاتہ میں جمع کی جانے والی پوری رقم[1] حصہ داروں کے فراہم کردہ پورے سرمایہ میں ملا کر کاروبار میں استعمال کی جائے گی۔ یعنی کاروباری فریقوں کو مضاربت کے اصول پر دینے، حصص خریدنے اور گاہکوں کی مختلف خدمات کی انجام دہی کے اہتمام میں لگائی جائے گی۔ (سہ ماہی یا سال ختم ہونے پر) مجموعی طور پر جو منافع ہوگا وہ پورے سرمایہ پر تقسیم کر دیا جائے گا جس سے نفع کی فی صد شرح معلوم ہو جائے گی۔ مجموعی منافع کا حساب منفرد کاروباری فریقوں سے معاہدے کے نتیجے میں ہونے والے منافع اور نقصانات کو باہم جمع کر کے لگایا جائے گا۔ مضاربت کھاتہ میں ہر منفرد کھاتہ دار کے حساب میں طے شدہ نسبت کے مطابق نفع کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ مضاربت کھاتہ داروں کا نفع ان کو دینے کے بعد جو نفع باقی بچے گا حصہ داروں کے درمیان ان کے سرمایوں کی نسبت سے تقسیم پائے گا۔ اگر کاروبار میں بحیثیت مجموعی خسارہ ہوا تو یہ خسارہ کل سرمایہ پر تقسیم کر کے نقصان کا فی صد معلوم کیا جائے گا۔ اور ہر کھاتہ دار حصہ دار کے سرمایہ میں اسی فی صد نقصان کے مطابق کمی کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اس اصول کو مثالوں کے ذریعے سمجھ لینا مناسب ہوگا۔

فرض کیجیے کہ دس حصہ داروں نے فی کس ایک لاکھ روپے لگا کر دس لاکھ کے مشترکہ سرمایہ سے بینک قائم کیا ہے جس کے مضاربت کھاتہ میں دس ہزار کھاتہ داروں نے اوسطاً فی کس پانچ سو روپے جمع کیے ہیں یعنی مضاربت کھاتہ میں جمع کیا جانے والا کل سرمایہ پچاس لاکھ ہے۔ حصہ داروں کے درمیان یہ معاہدہ ہے کہ وہ منافع کاروبار میں مساوی طور پر شریک ہوں گے۔ بینک کا اپنے کھاتہ داروں سے یہ معاہدہ ہے کہ ان کے سرمایہ کو کاروبار بنک کاری میں لگانے سے جو نفع حاصل ہوگا اس کا چوتھائی بینک کو ملے گا اور تین چوتھائی کھاتہ دار کو ملے گا۔

---

[1] اگر مضاربت کھاتہ کا ایک متعین حصہ ریزرو کے طور پر رکھا جائے تو ایسا کرنا بھی اس کے کاروباری استعمال میں شامل سمجھا جانا چاہیے۔ اس ریزرو کے علاوہ باقی رقوم کاروباری فریقوں کو فراہم کی جائیں گی نگران سے حاصل ہونے والے نفع کو کل کھاتہ پر بشمول ریزرو تقسیم کر کے نفع کا فی صد معلوم کیا جائے گا۔

ساٹھ لاکھ کے اس مجموعی سرمایہ کو بینک مختلف کاروباری فریقوں کو ایک سال کی مدت کے لیے مضاربت کے اصول پر دیتا ہے۔ اس شرط پر کہ کاروباری فریق اس سرمایہ کے ذریعے کیے جانے والے کاروبار کے نفع کا نصف خود لے گا اور نصف بینک کو دے گا۔ سال کے اختتام پر حساب کیا جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بعض کاروباری فریقوں کو خسارہ ہوا اور بعض کاروباری فریقوں کو نفع ہوا۔ کسی کو کم نفع ہوا اور کسی کو زیادہ۔ خسارہ کی تمام رقموں اور نفع کی رقموں میں سے بینک کے حصے کو باہم جمع کرنے کا نتیجہ تین مختلف صورتیں اختیار کر سکتا ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ مجموعی طور پر نفع حاصل ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مجموعی طور پر خسارہ ہو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ نہ نفع ہو نہ خسارہ بلکہ بینک کو صرف اپنا لگایا ہوا سرمایہ واپس مل سکے۔ ذیل میں ان تینوں صورتوں پر علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالی جائے گی۔

پہلی صورت میں فرض کیجیے کہ بینک نے جن کاروباری فریقوں کو سرمایہ فراہم کیا تھا ان سے بحیثیت مجموعی بینک کو تین لاکھ روپے اپنے حصۂ نفع کے طور پر ملے۔[1] ساٹھ لاکھ کے سرمایہ پر تین لاکھ کے نفع کا مطلب یہ ہوا کہ شرح نفع پانچ فی صد ہے۔ کھاتہ داروں سے طے شدہ شرط کے مطابق انھیں ہر ایک سو پر ۳ $\frac{3}{4}$ روپے ملیں گے۔ باقی ۱ $\frac{1}{4}$ روپے ہر سو روپے پر بینک کو اپنے حصہ نفع کے طور پر ملے گا۔ ہر وہ کھاتہ دار جس نے پانچ سو روپے جمع کیے تھے اٹھارہ روپے پچھتر پیسے بطور نفع کے حاصل کرے گا۔

مضاربت کھاتہ کی کل رقم یعنی پچاس لاکھ پر ایک لاکھ ستاسی ہزار پانچ سو روپے (187500) نفع کے تقسیم کئے جائیں گے۔ باقی نفع یعنی ایک لاکھ بارہ ہزار پانچ سو (112500) روپے شرکت کا مجموعی نفع ہے جو حصہ داروں کے درمیان تقسیم پائے گا۔ ہر حصہ دار کو ایک لاکھ کے سرمایہ پر گیارہ ہزار دو پچاس روپے (11250) نفع کے طور پر ملیں گے۔

دوسری صورت میں فرض کیجیے کہ بینک کو بحیثیت مجموعی اپنے کاروباری فریقوں سے تین لاکھ کا خسارہ اٹھانا پڑا۔[1] یعنی اس نے جو ساٹھ لاکھ روپے مضاربت کے اصول پر فراہم کیے تھے ان میں سے

---

[1] مثلاً جن کاروباری فریقوں کو نفع ہوا ہے ان سب کے منافع کی میزان آٹھ لاکھ ہے جن کاروباری فریقوں کو نقصان ہوا ہے ان کے خسارہ کی میزان ایک لاکھ ہے۔ بینک کو چار لاکھ نفع کا حصہ ملا۔ اور ایک لاکھ کا خسارہ برداشت کرنا پڑا۔ اس کا خالص نفع تین لاکھ ہوا۔

صرف ستاون لاکھ واپس مل سکے۔ شرح نقصان پانچ فی صد ہے لٰہذا ہر کھاتہ دار کو اپنی جمع کردہ رقم میں پانچ فی صد کمی برداشت کرنی پڑے گی۔ جس کھاتہ دار نے پانچ سو روپے جمع کیے تھے اسے صرف چار سو پچھتر واپس مل سکیں گے۔ اسی طرح ہر حصہ دار کو بھی پانچ فی صد نقصان ہوا۔ ہر حصہ دار کا سرمایہ اب ایک لاکھ سے گھٹ کر پچانوے ہزار ہو گیا ہے۔

تیسری صورت میں جب بینک کو اپنے بعض کاروباری فریقوں سے اتنا خسارہ اٹھانا پڑے کہ دوسرے کاروباری فریقوں سے ملنے والا منافع اس خسارے کی تلافی کی نذر ہو جائے کھاتہ داروں اور حصہ داروں کو نہ نفع ملے گا نہ کوئی نقصان برداشت کرنا ہوا۔

ان مثالوں سے ایک بات یہ واضح ہوتی ہے کہ نقصان کی صورت میں تو حصہ داروں اور مضاربت کھاتہ داروں دونوں کو ایک ہی شرح سے نقصان ہوتا ہے مگر نفع کی صورت میں حصہ داروں کی شرح نفع کھاتہ داروں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ حصہ داروں کو اپنے سرمایہ پر آنے والا پورا نفع ملتا ہے اور اس کے علاوہ مضاربت کھاتہ کے سرمایہ پر آنے والے نفع میں سے بھی حصہ ملتا ہے جب کہ مضاربت کھاتہ داروں کو اپنے سرمایہ پر آنے والا نفع بھی پورا نہیں ملتا بلکہ اس کا ایک حصہ مثلاً تین چوتھائی ملتا ہے۔ اس فرق کی بنیاد یہ ہے کہ حصہ دار ہی کاروبار بنک کاری انجام دیتے ہیں اور اپنی کاروباری صلاحیت، تجربہ اور جدوجہد کے ذریعے کل سرمایہ کو نفع کمانے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ مضاربت کھاتہ میں رقمیں جمع کرنے والے صرف سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔ کاروبار بنک کاری میں نہیں شریک ہوتے۔ بینک کی تنظیم عمل میں لانا، بالمعاوضہ خدمات کا اہتمام، موزوں تجارتی حصص کی خرید و فروخت کا فیصلہ کرنا اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ لگانے کے لیے موزوں باصلاحیت اور کامیاب کاروباری فریقوں کا انتخاب اہم کاروباری اعمال ہیں جن کو بینک کے حصہ دار خود انجام دیتے ہیں یا ان کی انجام دہی کے سلسلے میں تنخواہ دار عملہ کی موزوں رہنمائی کرتے ہیں۔ مضاربت کھاتہ کے سرمایہ پر آنے والے نفع میں سے انھیں جو حصہ ملتا ہے وہ انھی کاروباری اعمال کا صلہ ہے۔ یہ حصہ دار اس صلہ کے حصول کے

---

[1] جس کے مختلف وجوہ ممکن ہیں۔ مثلاً جن کاروباری فریقوں کو نفع ہوا ان کے نفع کی مجموعی میزان چار لاکھ ہے جس میں سے دو لاکھ بینک کو ملے۔ مگر جن کاروباری فریقوں کو نقصان ہوا ان کے نقصان کی مجموعی میزان پانچ لاکھ ہے۔ مجموعی طور پر بینک کو تین لاکھ کا خسارہ ہوا۔

لیے مضاربت کھاتہ داروں سے زیادہ خطرہ بھی مول لیتے ہیں۔ کیوں کہ کاروبار بنک کاری میں خسارہ کی صورت میں مضاربت کھاتہ دار تو صرف اپنے سرمایہ کے ایک حصہ سے محروم ہوتے ہیں مگر حصہ دار سرمایہ میں گھاٹے کے علاوہ اپنی کاروباری جدوجہد کا کوئی صلہ بھی نہیں پاتے۔ اس طور پر ان کا دوہرا نقصان ہوتا ہے۔ اس نقصان کے امکان اور نتائج کاروبار کے غیر متیقّن ہونے کے باوجود حصہ دار جو کاروباری جدوجہد انجام دیتے ہیں ان کے پیش نظر یہ بات عدل وانصاف کے عین مطابق ہے کہ نفع کی صورت میں انھیں کھاتہ داروں سے زیادہ نفع ملے۔

کاروبار بنک کاری میں قرض سرمایہ کا استعمال

بینک اپنے کاروبار کی توسیع کے لیے عام پبلک سے حاصل کیے ہوئے قرض کو بھی کاروباری اغراض کے لیے استعمال کر سکے گا۔ یہاں یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ قرض سرمایہ بھی شاملِ کاروبار ہو تو نفع نقصان کی تعیین وتقسیم کا طریقہ کیا ہوگا۔ ایسی صورت میں قرض سرمایہ کو حصہ داروں کے فراہم کردہ سرمایہ کے ساتھ شمار کیا جائے گا اور کل سرمایہ پر مجموعی منافع کاروبار کی تقسیم میں اس قرض سرمایہ کو بھی حساب میں شامل کیا جائے گا۔ مذکورہ بالا طریقے کے مطابق مضاربت کھاتہ کے حصۂ نفع کی تعیین اور علیٰحدگی کے بعد باقی نفع کو صرف اس سرمایہ پر تقسیم کیا جائے گا جو حصہ داروں نے خود فراہم کیا ہے۔ قرض سرمایہ کو اس حساب میں نہیں شامل کیا جائے گا۔ کیونکہ قرض سرمایہ کے سلسلے میں حصہ داروں کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ یہ سرمایہ واپس کر دیں۔ اس پر انھیں نفع نہیں تقسیم کرنا ہے۔ اگر کاروبار میں خسارہ ہو تو پہلے اس خسارہ کو مضاربت کھاتہ، حصہ داروں کے سرمایہ اور قرض سرمایہ سب کے مجموعے پر تقسیم کیا جائے گا مضاربت کھاتہ داروں کے حصہ نقصان کی تعیین کے بعد باقی خسارہ کو حصہ دار اپنے فراہم کردہ سرمایہ میں برداشت کریں گے۔ کیونکہ قرض کی واپسی نفع اور نقصان دونوں صورتوں میں ضروری ہے اور دونوں صورتوں میں یہ حصہ داروں کی ذمہ داری ہے۔ مضاربت کھاتہ داروں کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔

مذکورہ بالا پہلی مثال میں یہ فرض کیجیے کہ مضاربت کھاتہ کی کل رقم صرف چالیس لاکھ تھی۔ حصہ داروں کی رقم دس لاکھ ہے اور دس لاکھ انھوں نے قرض کے طور پر حاصل کر کے کاروبار میں لگایا ہے۔ اب تین لاکھ کے مجموعی نفع میں سے چالیس لاکھ پر ایک لاکھ پچاس ہزار کھاتہ داروں کو ملے گا۔ باقی

ایک لاکھ پچاس ہزار حصہ داروں کے درمیان تقسیم ہوگا۔ کاروبار میں لگا ہوا ساٹھ لاکھ کا سرمایہ جو کاروبار مکمل ہونے کے بعد واپس آ گیا ہے اس میں سے چالیس لاکھ کھاتہ داروں کو ملے گا دس لاکھ حصہ داروں کا سرمایہ بینک میں واپس آ جائے گا اور دس لاکھ قرض کی واپسی میں جائے گا۔ اس صورت میں اس صورت کے بالمقابل حصہ داروں کو زیادہ نفع ملا ہے جس میں قرض سرمایہ نہیں استعمال کیا گیا تھا اس کا سبب یہ ہے کہ اپنی ذمہ داری پر لیے ہوئے قرض کے سارے منافع حصہ داروں ہی کو ملیں گے۔ کھاتہ داروں کو اس میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا کیونکہ وہ اس قرض کی واپسی کی ذمے داری میں شریک نہیں ہیں۔

اگر اس کاروبار میں مجموعی طور پر تین لاکھ کا نقصان ہوا اور ساٹھ لاکھ کا جو سرمایہ مضاربت کے اصول پر کاروبار میں لگایا گیا تھا اس میں سے صرف ستاون لاکھ بینک کو واپس ملیں تو کھاتہ داروں کو پانچ فی صد کے حساب سے خسارہ برداشت کرنا ہوگا۔ یعنی انھیں چالیس لاکھ کی جگہ صرف اڑتیس لاکھ واپس ملیں گے۔ باقی انیس لاکھ میں سے دس لاکھ قرض کی واپسی میں چلے جائیں گے۔ حصہ داروں کا سرمایہ دس لاکھ سے گھٹ کر صرف نو لاکھ رہ جائے گا۔ ہر حصہ داروں کو دس فی صد کا خسارہ ہوگا۔ یہ خسارہ اس خسارہ سے زیادہ ہے جو قرض سرمایہ نہ استعمال کرنے کی صورت میں حصہ داروں کو برداشت کرنا پڑا تھا اس کا سبب یہ ہے کہ حصہ دار بینک کی جانب سے قرض لیے ہوئے سرمایہ کی واپسی کے ذمہ دار ہیں خواہ کاروبار بنک کاری میں نفع ہو یا نقصان۔ یہ خسارہ کھاتہ داروں کے خسارے سے بھی، فی صد کے اعتبار سے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کھاتہ دار قرض کی واپسی کی ذمہ داری میں شریک نہیں۔

ان مثالوں سے یہ واضح ہو گیا کہ بینک جب قرض سرمایہ کاروبار کے لیے استعمال کرے گا تو نفع کی صورت میں اسے زیادہ نفع ہوگا اور نقصان کی صورت میں اسے زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔ قرض لیے ہوئے سرمایہ کی مقدار شرکت کے اصول پر فراہم کیے ہوئے سرمایہ یعنی حصہ داروں کے سرمایہ کے مقابلے میں جتنی زیادہ ہوگی نقصان کی صورت میں حصہ داروں کے لیے شرح نقصان اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ نظری طور پر یہ بھی ممکن ہے کہ انھیں نقصان کی تلافی کر کے قرض سرمایہ کی واپسی کے لیے اپنے فراہم کردہ سرمایہ کے علاوہ مزید سرمایہ ادا کرنا پڑے۔ لیکن ان خطرات کے بالمقابل جتنا زیادہ وہ قرض سرمایہ استعمال کیا جائے گا کاروبار میں نفع کی صورت میں حصہ داروں کی شرح نفع بھی بڑھتی چلی جائے گی۔

قرض کھاتہ

بینک عوام کو دعوت دے گا کہ وہ آمدنیاں اور بچتیں حفاظت اور ادائیگی میں سہولت کے لیے اسے قرض دیں۔ بینک یہ ذمہ اری لے گا کہ وہ عندالطلب ان قرضوں کو واپس کر دے گا۔ قرض کھاتہ میں رقمیں جمع رکھنے والے چک کے ذریعے اپنے کھاتہ سے رقم نکال سکیں گے یا دوسروں کے حق میں منتقل کر سکیں گے۔ بینک ان سہولتوں کی کوئی اجرت نہیں طلب کرے گا۔ قرض کھاتہ موجودہ بینکوں کے جاری حسابات (Current Accounts) یا عندالطلب قابل واپسی کھاتہ (Demand Deposit) کی طرح ہوگا اور اس سے وہی سہولتیں حاصل ہو سکیں گی جو موجودہ بینکوں کے جاری حسابات سے ہوتی ہیں۔

بینک کے پاس یہ رقمیں امانت کے طور پر نہیں ہوں گی بلکہ قرض کے طور پر ہوں گی۔

قرض کھاتہ میں رقمیں جمع کرنے والے کو اس بات کی ضمانت حاصل ہوگی کہ اس کی رقم مطالبہ کرنے پر ضرور واپس ملے گی۔ اس ضمانت کو ملک کے مرکزی بینک کی سند حاصل ہوگی جو عام بینکوں کی نقدیت برقرار رکھ کر اور کھاتوں کے بیمہ کی اسکیم کے ذریعہ اس ضمانت کو قابل اعتماد بنائے گا۔

ان رقموں کے قرض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ بینک کے پاس رہیں بینک ان پر تصرف کر سکے گا۔ اسے اس بات کی آزادی حاصل ہوگی کہ وہ ان رقموں کو نفع آور کاروبار میں لگائے۔ اگر بینک کو قرض کھاتہ کے سرمایہ کے کاروباری استعمال میں نقصان ہو تو یہ نقصان اسے خود برداشت کرنا ہوگا۔ کھاتہ داروں کو ان کی رقمیں بغیر کسی کمی کے واپس کرنا ہوں گی۔ اگر بینک کو قرض سرمایہ کے کاروباری استعمال سے نفع ہو تو یہ نفع بھی اسی کو ملے گا قرض کھاتہ میں رقمیں جمع کرنے والوں کو اس میں سے کوئی حصہ پانے کا حق نہ ہوگا۔ کھاتہ داروں کو اتنی ہی رقم واپس ملے گی جتنی انھوں نے جمع کی ہو نہ کم نہ زیادہ۔

عام طور پر لوگ اپنی آمدنیاں بیک وقت نہیں خرچ کر ڈالتے بلکہ رفتہ رفتہ خرچ کرتے ہیں اور اس دوران میں اس کو اپنے پاس رکھنے کی بجائے بنکوں کے جاری حسابات میں جمع رکھتے ہیں۔ مجوزہ غیر سودی نظام میں یہ رقمیں قرض کھاتہ میں آئیں گی کیوں کہ اس کی نوعیت وہی ہے جو موجودہ نظام میں عندالطلب کھاتوں کی ہے۔ مزید برآں قرض کھاتہ میں ان لوگوں کی بچتیں بھی آئیں گی جو انھیں مضاربت کھاتہ میں رکھ کر نفع کی امید پر نقصان کا اندیشہ نہیں مول لینا چاہتے۔ بلکہ اپنی بچتوں کو محفوظ رکھنا

چاہتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ بنکوں کو (غیر سودی) قرض حاصل ہونے کی بنا پر ان سے یہ خدمت لی جائے کہ وہ (غیر سودی) قرض دیں۔ گویا مجوزہ نظام میں کاروباری طبقہ اور کسی درجے میں حکومت اور عوام کو بنکوں سے قرض ملنے کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ ان کے قرض کھاتہ میں رقمیں جمع کی جائیں۔ اجتماعی شعور رکھنے والے عوام کو قرض کھاتہ کی یہ حیثیت ترغیب دلائے گی کہ وہ اپنی رقمیں خود ذخیرہ کر کے رکھنے کی بجائے بینکوں کے قرض کھاتوں میں جمع کریں۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ بینک قرض کھاتہ کا حساب رکھنے اور ان رقموں کی حفاظت پر آنے والے اخراجات کس طرح پورے کریں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو قرض کھاتہ میں جمع سرمایہ کے ایک حصہ کے کاروباری استعمال سے منافع کی جو توقع ہوگی وہ اس بات کے لیے کافی ہوگی کہ یہ مصارف خود برداشت کریں اور انھیں کاروبار بنک کاری کے عام انتظامی مصارف میں شمار کریں۔ چونکہ ان رقموں کی نوعیت قرض کی ہوگی نہ کہ حفاظت سے رکھنے کے لیے دی ہوئی رقموں کی لہٰذا بنک ان کھاتوں پر کوئی اجرت خدمت (Service Charges) نہیں وصول کرسکیں گے۔

جدید بنکوں کا تجربہ بتاتا ہے کہ عندالطلب کھاتوں میں جمع کی جانے والی رقوم بحیثیت مجموعی ان طویل مدت کے لیے جمع کی جانے والی رقوم سے زیادہ ہوتی ہیں جو بچت کے کھاتہ میں جمع کی جاتی ہیں[1] یہی صورت حال قرض اور مضاربت کھاتوں کے سلسلہ میں بھی متوقع ہے۔ بلکہ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا، آج جو لوگ اپنی بچتیں طویل المیعاد کھاتوں (Time Deposits) میں جمع کرتے ہیں ان میں سے بعض مجوزہ غیر سودی نظام میں اپنی بچتوں کو مضاربت کھاتہ کی بجائے قرض کھاتہ میں جمع کریں گے۔ آئندہ مباحث میں ہم نے یہ فرض کیا ہے کہ قرض اور مضاربت کھاتہ میں ۳ اور ۲ کی نسبت پائی جائے گی۔[2]

---

[1] ملاحظہ ہو ریڈکلف کمیٹی کی ''نظام زر کی بابت رپورٹ'' اگست ۱۹۵۹ء۔ لندن (ہر میجسٹیز اسٹیشنری آفس) صفحہ ۴۳۔ ۱۹۵۸ء میں برطانیہ کے بنکوں کے مجموعی کھاتوں کا ۶۰ فی صد عندالطلب کھاتوں پر مشتمل تھا، اور چالیس فی صد طویل المیعاد کھاتوں پر۔ عندالطلب کھاتوں پر بینک سود نہیں ادا کرتے۔ امریکہ میں بھی دونوں کھاتوں کے درمیان تقریباً یہی نسبت ہے، ملاحظہ ہو: Whittlesey, Charles R & others: Money and Banking, P.120 Macmillan N.y. 1963

[2] گزشتہ نصف صدی میں رجحان بدل گیا ہے پوری دنیا میں عندالطلب کھاتوں کا تناسب کم ہو رہا ہے۔ مگر اس کتاب کی ساری مثالیں قدیم تناسب پر قائم رہنے دی گئی ہیں کیونکہ اصل مقصد پر اس کا اثر نہیں پڑتا۔

نقد محفوظ

بینکوں کے لیے یہ ممکن ہے کہ عندالطلب کھاتوں میں جمع سرمایہ کی ایک چھوٹی سی کسر کو نقد کی صورت میں محفوظ رکھ کر ان کھاتوں سے واپس طلب کی جانے والی رقموں کو نقد کی صورت میں ادا کرسکیں کیوں کہ تمام کھاتہ دار بیک وقت اپنی رقمیں نہیں واپس طلب کرتے یہی طریقہ مجوّزہ نظام میں قرض کھاتہ کے سلسلے میں اختیار کیا جائے گا۔ یعنی بینک اس کے بالمقابل ایک متعین فی صد ریزرو رکھ کر باقی رقم کو قابل استعمال سمجھیں گے۔

عندالطلب کھاتوں کے بالمقابل رکھے جانے والے ریزرو کی نسبت طویل المیعاد کھاتوں کے ریزرو کی نسبت سے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ طویل المیعاد حسابات سے رقمیں واپس لینے کے لیے بینک کو چند دنوں قبل اطلاع دینا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے باوجود عملاً انگلستان اور بعض دوسرے ممالک میں بینک ریزرو رکھنے کے سلسلے میں دونوں کھاتوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتتے[1] بلکہ اپنے کھاتوں کی مجموعی میزان کا ایک متعین فی صد حصہ ریزرو کے طور پر نقد کی صورت میں رکھتے ہیں۔ سہولت کی خاطر آئندہ مباحث میں ہم نے بھی یہی فرض کیا ہے کہ بینک قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ دونوں کے بالمقابل دس فی صد ریزرو رکھتے ہیں۔ دونوں کھاتوں کے لیے یکساں نسبت ریزرو فرض کرنے کا ہماری بحث کے اصولی نتائج پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ الگ الگ نسبت ریزرو فرض کرنے کی صورت میں بھی نتائج بحث یہی ہوں گے۔ البتہ بحث کے دوران جو عددی مثالیں دی جارہی ہیں وہ پیچیدہ ہو جائیں گی۔

کاروبار بنک کاری میں ایک معروف طریقہ یہ ہے کہ حصہ داروں کے سرمایہ پر آنے والے منافع ان کو پورے کا پورے نہیں دیئے جاتے بلکہ ان کے ایک حصہ کو روک کر مختلف قسموں کے ریزرو

---

[1] D.H. Robertoon: Money p. 96 Cambridge 1956. دنیا کے تمام ممالک کا جائزہ لیا جائے تو ان کی نصف تعداد ایسی ہے جہاں دونوں کھاتوں کے بالمقابل ایک ہی نسبت سے ریزرو رکھنے کا دستور ہے۔ باقی ممالک میں دونوں کھاتوں کے لیے ریزرو کی نسبتیں مختلف ہیں۔ مگر جدید ترین رجحان ایک ہی نسبت سے ریزرو رکھنے کی طرف ہے، ملاحظہ ہو: Peter,G. Fousek: Foreign Central Banking p.47. Federal Reserve Bank of New York, 1957

(Reserve) فنڈ قائم کئے جاتے ہیں، سب سے اہم ریزرو یا مدّ محفوظ وہ ہے جس کا مقصد غیر معمولی خسارہ کی صورت میں کاروبار کو تباہی سے بچانا ہوتا ہے۔ عام حالات میں بھی یہ طریقہ زیادہ مفید ہے کہ منافع کے ایک حصہ کو روک کر اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ جس سال خسارہ ہو اس سال خسارہ کی تلافی سابقہ منافع کے اس روکے ہوئے حصہ سے کر لی جائے اور حصہ داروں کا اصل سرمایہ گھٹنے نہ دیا جائے۔

کیا مضاربت کھاتہ داروں کے حصہ میں آنے والے منافع کا ایک حصہ روک کر اس بات کا اہتمام کیا جاسکتا ہے کہ خسارہ کی صورت میں اس خسارہ کی تلافی سابقہ منافع سے کر لی جائے اور ان کی جمع کردہ رقم میں کمی نہ کرنا پڑے؟ ایسا کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس امر کا اہتمام ممکن ہو کہ زیؔد کے خسارہ کی تلافی عمؔر کے منافع میں سے نہ کی جائے۔ یہ بات واضح طور پر معلوم ہونی چاہیے کہ کس کھاتہ دار کے نفع میں سے کتنی رقم مدّ محفوظ میں شامل کی گئی ہے، اور اس کھاتہ دار کے نقصان کی تلافی اسی کے نفع سے کی جانی چاہیے۔ جب کوئی کھاتہ دار اپنا کھاتہ بند کر رہا ہو تو اسے سال رواں کے نفع کے ساتھ مد محفوظ میں سے بھی اتنی رقم واپس مل جانی چاہیے جو اس کے سابقہ منافع میں سے روک کر جمع کی گئی تھی مگر اسے خسارہ کی تلافی کے لیے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ مضاربت کھاتہ داروں کے سلسلہ میں یہ طریقہ اختیار کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ کاروبار میں خسارہ کی صورت میں بنک کو کسی کھاتہ دار کے کھاتہ میں کمی کا اعلان کرنے کی ضرورت نہ ہوگی، بجز ان کھاتہ داروں کے جو اپنا کھاتہ بند کر رہے ہوں اور ان کے سابقہ منافع میں سے محفوظ کی ہوئی رقم اتنی نہ ہو کہ حالیہ خسارہ کی تلافی کر سکے۔

مذکورہ بالا طریقے اختیار کرنے کی صورت میں انصاف کا تقاضا پورا کرنے کے لیے حساب کتاب کا کام بہت بڑھ جائے گا، اور اس پر خاصی لاگت آئے گی۔ اس زحمت کے پیش نظر مسئلہ کا یہ حل بھی قابل غور ہے کہ ہر حصہ دار اور کھاتہ دار اس بات پر راضی ہو جائے کہ وہ خسارہ سے متاثر ہونے والے حصہ داروں اور کھاتہ داروں کی امداد اور کاروبار بنک کاری کے مجموعی مفاد کے تحفظ کے لیے تعاون باہمی کے جذبہ کے تحت اپنے نفع کے ایک حصہ سے دست بردار ہو جائے تاکہ اس سے خساروں کی تلافی ہو سکے۔ ایسی صورت میں روکے ہوئے منافع سے قائم کیا جانے والا ریزرو فنڈ بنک کی ملکیت ہوگا اور اگر کبھی بنک نے کاروبار ختم کر دینے کا فیصلہ کیا تو اس مدّ میں موجود سرمایہ اس وقت کے حصہ داروں کے درمیان تقسیم پائے گا۔

اگر چہ یہ طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں، اور ہمارے خیال میں عملاً اختیار کیے جائیں گے، لیکن آئندہ صفحات میں ہم اس طریقہ اور اس قسم کے ریزرو کو نظر انداز کر کے گفتگو کریں گے آئندہ صفحات میں ریزرو سے مراد صرف وہ ریزرو ہوں گے جو مضاربت اور قرض کھاتہ کی مجموعی رقوم کے ایک متعین فی صد کے بقدر اس غرض سے رکھے جائیں گے کہ ان کھاتوں سے واپس طلب کی جانے والی رقوم کی بروقت ادائیگی ممکن ہو۔ نفع کے ایک حصہ کو روک کر خسارہ کی تلافی کے لیے جو ریزرو فنڈ قائم کیا جائے گا اس سے حسابات میں کوئی پیچیدگی نہیں پیدا ہوگی، نہ اس کو نظر انداز نہ کرنے سے آئندہ مباحث میں کوئی بڑا خلا محسوس کیا جائے گا۔

بینکوں کے درمیان مسابقت

ہر بینک کو اپنی ساکھ قائم رکھنے کے لیے ساتھ ہی اس بات کی بھی فکر ہوگی کہ اسے اپنے کاروبار میں زیادہ سے زیادہ نفع ہو۔ کامیابی کا انحصار بڑی حد تک اس پر ہے کہ بنک سرمایہ لگانے کے لیے اچھے کاروباری فریقوں کا انتخاب کرے جن سے معاہدۂ مضاربت کے تحت بیش از بیش نفع حاصل ہو اور کم سے کم نقصان اٹھانا پڑے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ اس کے مضاربت اور قرض کھاتوں میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ جمع کیا جائے۔ بنک کے کھاتوں میں جتنا زیادہ سرمایہ آئے گا اتنا ہی زیادہ اسے اس بات کا موقع ملے گا کہ وہ سرمایہ لگانے میں تنوع (Diversification) کی پالیسی اختیار کرے۔ سرمایہ لگانے کے لیے مختلف کاروبار فریقوں، متعدد صنعتوں، مختلف علاقوں اور مختلف مدتوں کا انتخاب خسارہ کا امکان کم کرتا ہے مگر ایسا کرنا کثیر سرمایہ حاصل ہونے پر ہی ممکن ہوگا۔

عام بچت کاروں اور اصحاب سرمایہ کی نظر اس شرح نفع پر ہوگی جو کوئی بنک اپنے مضاربت کھاتہ داروں کو عملاً پیش کرتا رہا وہ جو بینک ماضی میں اپنے کھاتہ داروں کو خسارہ سے بچانے اور بیش از بیش شرح کے مطابق نفع دینے میں کامیاب رہا ہو وہی حال میں زیادہ سے زیادہ بچت کاروں اور اصحاب سرمایہ کو اپنا کھاتہ دار بننے پر آمادہ کر سکے گا۔ بینکوں کے درمیان مسابقت کا میدان یہی ہے۔ ہر بینک اس بات کی کوشش کرے گا کہ اپنے کاروبار کو خسارہ سے بچاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نفع بخش بنائے۔

مسابقت کا ایک دوسرا میدان بالمعاوضہ خدمات کی حسن وسلیقہ کے ساتھ کم فیس یا اجرت پر

انجام دہی ہے۔بینکوں کے درمیان مسابقت غیر سودی نظام میں بھی ان کی کارکردگی کا معیار اونچا کرنے کا سبب بنے گی۔

جدید معیشت میں دن بدن ان درمیانی مالی اداروں (Financial Inter mediaries) کی اہمیت بڑھتی جارہی ہے جوعوام کی بچتیں حاصل کرنے کے لیے انھیں طرح طرح کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں، مثلاً پراویڈنٹ فنڈ اسکیم، انشورنس کمپنیاں، ہاؤسنگ سوسائٹی، وغیرہ۔بنکوں کو ان اداروں سے بھی مسابقت کرنا ہوتی ہے۔اس مسابقت میں کامیابی کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ان خدمات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کرتے رہیں جو وہ بلا معاوضہ یا معمولی معاوضہ پر انجام دے سکتے ہیں۔

چوتھا باب

بینک کے قرضے

بینک کاروباری فریقوں کو چھوٹی مدتوں کے لیے قرض دے گا، اس خدمت کا وہ کوئی معاوضہ وصول نہیں کرے گا۔ البتہ یہ خدمت وہ ایک حد تک ہی انجام دے سکے گا جس کی تعیین اس کے قرض کھاتہ میں جمع شدہ سرمایے کی نسبت سے کی جائے گی۔ قرض لینے والوں کو وقت مقررہ تک قرض لی ہوئی رقم کی واپسی کی ضمانت دینی ہوگی۔

اگرچہ بینک اپنے دیے ہوئے قرضوں پر کوئی سود نہ وصول کرسکیں گے نہ قرض لینے والے سے کسی اور صورت میں کوئی معاوضہ طلب کرسکیں گے مگر معاشرہ بینکوں کو ان کی اس اہم سماجی خدمت کا صلہ دے گا یعنی ان کو اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ قرض کھاتہ میں جمع شدہ باقی سرمایہ کو نفع آور کاروبار میں لگائیں۔ واضح رہے کہ بینک کو اپنے قرض کھاتہ میں جمع کیے جانے والے سرمایہ پر کوئی سود نہیں دینا ہوگا۔

بینک میں جو لوگ اپنی بچتیں اور سرمائے قرض کے طور پر جمع کریں گے وہ جب چاہیں ان رقموں کو واپس طلب کرسکیں گے۔ لیکن بینکوں کا طویل تجربہ یہ بتاتا ہے کہ ان کے جاری حسابات (Current Account) میں جمع کی جانے والی رقوم کا بیشتر حصہ جمع رہتا ہے واپس نہیں طلب کیا جاتا۔ کسی ایک دن یا ایک ہفتے میں عندالطلب واجب الادا رقوم کی ایک چھوٹی سی کسر مثلاً دسواں حصہ ہی واپس طلب کیا جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل ہر روز یا ہر ہفتے اس کھاتے میں مزید رقوم جمع کی جاتی ہیں۔ کھاتوں کے مالک بدلتے رہتے ہیں لیکن ان کی مجموعی رقم کا بہت بڑا حصہ ہمیشہ بینک کے پاس جمع رہتا ہے[1] اگر بینک اپنے قرض کھاتے کی مجموعی رقم کی ایک چھوٹی سی کسر، مثلاً بیسواں دسواں حصہ ہمیشہ نقد

[1] ''انفرادی کھاتوں کی مقداریں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں۔ کھاتے دار آتے جاتے رہیں، لیکن جاری حسابات کی مجموعی رقم ہمیشہ موجود رہتی ہے۔'' (ریڈکلف کمیٹی رپورٹ: صفحہ ۴۳)

کی صورت میں اپنے پاس محفوظ رکھنے کا اہتمام کرے تو اس کے لیے بآسانی یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ اس محفوظ نقد اور روزمرہ جمع کی جانے والی نقد رقوم کی مدد سے قرض کھاتوں سے روزمرہ نکالی جانے والی رقوم ادا کر سکے۔ قرض کھاتہ کا باقی حصہ بینک استعمال کر سکتا ہے۔ معاصر نظام بنک کاری میں جاری حسابات کا یہ باقی حصہ بہت تھوڑی مدت کے سودی قرضے دینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور بینکوں کی آمدنی کا ذریعہ بنتا ہے۔ غیر سودی نظام میں اس باقی حصہ کا ایک جز غیر سودی قرض دینے کے لیے استعمال کیا جائے گا اور دوسرا جز مضاربت پر سرمایہ لگا کر نفع کمانے کے لیے استعمال کیا جا سکے گا۔

اس نفع کا کوئی حصہ کھاتہ داروں کو نہیں دینا ہوگا۔ ہمارا اندازہ یہ ہے کہ بنک کو مضاربت پر دیئے ہوئے سرمایہ سے حاصل ہونے والے نفع کی شرح اس معمولی شرح سود سے زیادہ ہوگی جو معاصر بنک عندالطلب واجب الادا قرضوں (Call Loans) اور بہت تھوڑی مدت کے دوسرے قرضوں پر وصول کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر یہ مفروضہ درست ہو کہ غیر سودی بنکوں کے قرض کھاتہ میں معاصر سودی بنکوں کے جاری حسابات سے زیادہ رقمیں جمع کی جائیں گی[1] تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کھاتہ کے ایک حصہ کے نفع آور استعمال سے غیر سودی بنکوں کو اس سے کم آمدنی ہو جتنی معاصر بنکوں کو اس کھاتہ کی رقمیں سودی قرض کے طور پر دینے سے ہوتی ہے۔ اس ضمنی نکتہ سے قطع نظر، زیر بحث موضوع کے لیے اہم بات یہ ہے کہ قرض کھاتہ کے ایک حصہ کے نفع آور استعمال کا حق ملنا اس بات پر موقوف ہوگا کہ اس کھاتہ کے دوسرے حصہ کو غیر سودی قرض دینے کے لیے استعمال کیا جائے۔

جیسا کہ آئندہ 'مرکزی بینک' سے متعلق بحث میں واضح کیا جائے گا غیر سودی قرض دینے کے باعث عام تجارتی بینک اس بات کے بھی حق دار ہو جائیں گے کہ ضرورت پڑنے پر وہ مرکزی بینک سے قرض حاصل کر سکیں۔

---

[1] جیسا کہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ غیر سودی بینکوں کے قرض کھاتہ میں بعض وہ رقمیں بھی جمع کی جائیں گی جو موجودہ بینکوں کے طویل المیعاد کھاتوں (Time deposits) میں جمع کی جاتی ہیں۔ یہ وہ رقمیں ہوں گی جن کے مالک اگرچہ عرصے تک ان رقموں کو استعمال کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ لیکن ان کو مضاربت کھاتہ میں رکھ کر نقصان کا اندیشہ بھی نہیں مول لینا چاہتے۔ اگر یہ خیال درست ہے تو مجوزہ نظام کے قرض کھاتہ میں معاصر نظام کے عندالطلب کھاتوں سے زیادہ رقمیں جمع کی جائیں گی۔

ہماری تجویز یہ ہے کہ عام تجارتی بینکوں کو اپنے دیئے ہوئے قرض کی کل مقدار کی ایک متعین نسبت کی حد تک مرکزی بینک سے قرض دیئے جاسکیں گے۔ عام بینک مرکزی بینک سے قرض لیتے وقت اپنے دیے ہوئے قرضوں سے متعلق دستاویزوں یا سندوں کو ضمانت کے طور پر پیش کرسکیں گے۔ مرکزی بینک اپنے دیے ہوئے قرضوں پر عام بینکوں سے سود یا کسی اور صورت میں کسی معاوضے کا طلب گار نہ ہوگا۔

اس اجمالی بیان کے بعد مناسب ہوگا کہ ہم اس کے بعض پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالیں۔ کیونکہ جدید علم معاشیات کے طالب علموں اور معاصر نظام بنک کاری کے ماہرین کے لیے یہ ایک نئی تجویز ہے جس کی معقولیت اور عملی افادیت پر اطمینان حاصل کرنے کے لیے اس کے ہر پہلو کا قریب سے جائزہ لینا ضروری ہے۔ ذیل میں مندرجہ ذیل امور پر الگ الگ گفتگو کی جائے گی۔

(الف) کاروباری افراد کے لیے قصیر المیعاد قرضوں کی اہمیت۔ اور غیر سودی معیشت میں ان کی فراہمی کی ممکن صورت۔

(ب) قرض کھاتہ سے اس ضرورت کی تکمیل کا امکان۔

(ج) عام بینکوں کے لیے غیر سودی قرض دینے کے محرکات۔

(د) قرض کھاتہ میں سے غیر سودی قرض دینے کے لیے حد یا نسبت کی تعیین۔

(ہ) اس بات کا فیصلہ کہ قرض کن طلب گاروں کو دیا جائے۔

(و) دیئے جانے والے قرضوں کی مدت کی تعیین کا اصول۔

(ز) دیئے جانے والے قرضوں کی ادائیگی کی ضمانتیں۔

(ح) دیئے جانے والے قرضوں کے حسابات وغیرہ پر آنے والے انتظامی اخراجات کا مسئلہ۔

(الف) قصیر المیعاد قرضوں کی ضرورت اور ان کی فراہمی

کاروبار کرنے والوں کو بعض اوقات چھوٹی مدتوں کے لیے سرمایہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ ضرورت صنعتی، تجارتی اور زرعی ہر طرح کے کاروبار میں پڑتی ہے لیکن صنعتی کاروبار میں ایسی ضرورتیں

بالعموم پیداواری عمل کی تکمیل کے مراحل میں پیش آتی ہیں۔ کاروبار چلانے والا چند دنوں یا چند ہفتوں کے لیے مزید سرمایہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اسے یہ اعتماد ہوتا ہے کہ اس عرصے کے بعد اپنی تیار شدہ مصنوعات کی فروخت سے ہونے والی آمدنی کے ذریعے وہ اس سرمایہ کو واپس کرسکتا ہے، جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے۔ وہ تاجر جو بیرون ملک سے مال منگوا کر بازار میں فروخت کرنا چاہتا ہے۔ مال کے ملک میں آجانے اور بازار میں فروخت کیے جانے کے درمیانی وقفہ کے لیے سرمایہ کا محتاج ہوسکتا ہے۔ زرعی کاروبار میں فصل کے تیار ہوجانے اور اس کی فروخت کے درمیانی وقفہ کے لیے سرمایہ کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ یہ سرمایہ بعض ضروری ادائیگیوں کے لیے یا مال کو بازار میں لانے اور فروخت کرنے کے اخراجات کی تکمیل کے لیے درکار ہوتا ہے۔ جدید معیشت میں یہ ضرورت بینک سے لیے ہوئے قصیر المیعاد قرضوں کے ذریعے پوری کی جاتی ہے۔ یہ قرضے عندالطلب واپسی کے وعدے پر، ایک دن کے لیے، چند دنوں کے لیے، یا چند ہفتوں کے لیے حاصل کیے جاتے ہیں اور ان پر طے شدہ شرح کے مطابق سود ادا کرنا ہوتا ہے۔

کاروباری طبقے کو تھوڑی مدت کے لیے جو سرمایہ درکار ہوتا ہے اسے شرکت یا مضاربت کے اصول پر حاصل کرنا اس مسئلے کا عملی حل نہیں ہوسکتا۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اتنی تھوڑی مدت کے لیے لگائے جانے والے سرمایہ کے نفع نقصان کا حساب دشوار ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کوئی کاروباری فرد یہ نہیں پسند کرے گا کہ کاروباری اعمال کی تکمیل کے مراحل میں وہ کسی صاحب سرمایہ سے نفع میں شرکت کا معاہدہ کر کے اس نفع کے ایک حصہ سے دست بردار ہوجائے جو اس کے خیال میں پورا کا پورا اس کی محنت کا پھل ہے اور اسی کو ملنے والا ہے۔ اگر کاروبار کے آخری مراحل میں نقصان کے اندیشے ظاہر ہونے لگیں تو کاروباری فرد کو کسی صاحب سرمایہ سے شرکت یا مضاربت کے اصول پر سرمایہ نہ مل سکے گا۔

اس مسئلہ کا حل یہ بھی نہیں ہے کہ کاروباری فرد شروع ہی سے اس تھوڑی مدت کے لیے سرمایہ محفوظ رکھے۔ اگر وہ کاروبار میں لگائے جانے والے مجموعی سرمایہ کے ایک حصہ کو عرصے تک اس لیے بیکار رکھے کہ آخری مراحل میں چند دنوں یا ہفتوں کے لیے اسے اس سرمایہ کی ضرورت پڑے گی تو اس کا کاروبار اسی محفوظ کردہ سرمایہ کی مقدار کی نسبت سے محدود ہوجائے گا۔ اگر معیشت میں اس مسئلے کا یہی حل عام طور پر اختیار کرلیا جائے تو اس سے معیشت میں مجموعی کاروبار کا دائرہ سکڑ جائے گا اور معاشی ترقی کی رفتار کم ہوجائے گی۔

کاروبار کے پھلنے پھولنے اور معیشت کی ترقی کے لیے وہی حل موزوں ہوسکتا ہے جو سرمایہ کی اس عارضی ضرورت کو اس طرح پورا کرے کہ اس سے طویل المیعاد سرمایہ کاری میں کوئی کمی نہ واقع ہو۔

یہ شرط صرف اسی صورت میں پوری ہوگی جب اس کمی کو کریڈٹ (Credit) یا بینک کے پیدا کردہ زر کے ذریعے پورا کیا جائے، کیونکہ یہ کریڈٹ بھی اتنا ہی عارضی ہوتا ہے جتنی وہ ضرورت عارضی ہوتی ہے جس کی تکمیل کے لیے اسے وجود میں لایا جاتا ہے۔ جب کوئی کاروباری فریق بینک سے قرض لیتا ہے تو بینک لیے ہوئے قرض کے بقدر نیا زر پیدا کرتا ہے[1]۔ کاروباری فریق اس زر کے ذریعے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے۔ کاروبار کی تکمیل اور مال کی فروخت ہونے پر جب وہ لیا ہوا قرض بینک کو واپس کرتا ہے تو بینک کا پیدا کردہ زر واپس شدہ رقم کے بقدر کم ہو جاتا ہے۔ عارضی طور پر وجود میں لائے جانے والے اس زر کے ذریعے ایک اہم سماجی خدمت انجام پاتی ہے۔ یعنی مصنوعات وغیرہ کی تیاری میں لگائی جانے والی پیداآور خدمات کو ان کے معاوضے مل جاتے ہیں قبل اس کے کہ یہ مصنوعات صارفین کے ہاتھوں فروخت ہوں اور ان کے دام پیداکنندہ کو حاصل ہوسکیں۔

جدید سودی معیشت میں قصیر المیعاد سرمایہ کی قرض کے طور پر فراہمی اسی طریقے پر عمل میں آتی ہے۔ یہ بات کہ ان قرضوں پر بینک سود وصول کرتے ہیں، اس حقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کرسکتی کہ بینکوں کے دیئے ہوئے قرضے نیا زر ہوتے ہیں جو اسی مقصد کے تحت عارضی طور پر وجود میں لائے جاتے ہیں اور قرضوں کی واپسی کے ساتھ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ ہمارے مجوّزہ نظام میں بھی ان کی نوعیت یہی ہوگی۔ معیشت میں سود کا رواج ہونے یا نہ ہونے کا زر بنک کی نوعیت اور قصیر المیعاد قرضوں کے سماجی عمل پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(ب) قرض کھاتہ اور قصیر المیعاد قرضے

اوپر ہم یہ واضح کرچکے ہیں کہ اگر بینک عندالطلب واجب الادا قرضوں کی ایک متعین کسر مثلاً دسواں حصہ نقد کی صورت میں محفوظ رکھیں تو وہ اس زر محفوظ اور روزمرہ جمع کیے جانے والے نئے

---

[1] زر بینک (Bank Money) یا کریڈٹ (Credit) کی تخلیق کے عمل اس کی عارضی نوعیت اور اس کی مفید سماجی خدمت کے موضوع پر مناسب مآخذ کی طرف رجوع کرلینا مناسب ہوگا۔ مثلاً:

D.H. Robertson: Money Chapter V Cambridge 1956

قرض سرمایوں کی مدد سے اس کھاتے سے واپس طلب کی جانے والی جملہ رقوم کی ادائیگی کر سکتے ہیں۔ یہ بات عوام کی عادت پر مبنی ہے۔ جدید معاشرے میں عام طور پر لوگ اپنی بچتیں اور سرمائے اپنے پاس رکھنے کے بجائے بینکوں میں رکھتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ اپنی آمدنی میں سے بہت تھوڑی رقم روزمرہ چھوٹی چھوٹی ادائیگیوں کے لیے اپنے پاس نقد کی صورت میں رکھتے ہیں اور باقی آمدنی بھی بینک کے جاری حسابات میں جمع کر دیتے ہیں۔ بڑی رقمیں لوگ عام طور پر چک کے ذریعے ادا کرتے ہیں۔ اس میں ان کو بھی سہولت ہوتی ہے اور ان لوگوں کو بھی جنھیں یہ رقمیں ادا کی جاتی ہیں —— یہ لوگ —— تاجر، ملازم پیشہ افراد، مختلف خدمات انجام دینے والے ماہرین —— ان چکوں کو بینک میں اپنے جاری حساب میں جمع کر دیتے ہیں اور خود بھی زیادہ تر رقمیں چک کے ذریعے ادا کرنے کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ عوام کی اس عادت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرے کی مجموعی آمدنی کا بیشتر حصہ ہمیشہ بنکوں کے جاری حسابات میں جمع رہتا ہے اور تھوڑا حصہ عوام کے پاس نقد کی صورت میں ہوتا ہے۔ زیادہ تر ادائیگیاں چک کے ذریعے عمل میں آتی ہیں۔ اکثر چک بھنائے نہیں جاتے بلکہ ان کو پانے والا اپنے حساب میں جمع کر دیتا ہے۔ بینک سے چک کے عوض نقد رقم کا مطالبہ کرنے والے اپنے حساب میں سے نقد رقم نکالنے والے لوگ عموماً وہ ہوتے ہیں جن کو چھوٹی رقمیں ادا کرنی ہوتی ہیں۔ ان کے بالمقابل روزانہ بہت سے لوگ نقد رقمیں اپنے حسابات میں جمع کرتے ہیں۔ عوام کی یہی عادت نظام بنک کاری کی اساس ہے۔ اسی عادت کی بدولت یہ ممکن ہوسکا ہے کہ معاشرے میں زر کی مجموعی رسد اس میں موجود کل نقد کی کئی گنا ہوتی ہے۔ زر کی مجموعی رسد کی ایک چھوٹی سی کسر، مثلاً دسواں حصہ نقد کی صورت میں ہوتا ہے اور باقی نو حصے 'زر بنک' کی صورت میں ہوتے ہیں۔

اسی عادت کی بنیاد پر بینک یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ جب ان کے حساب میں کوئی رقم جمع کی جاتی ہے تو وہ اس کے بالمقابل اس کی ایک چھوٹی سی کسر، مثلاً دسواں حصہ نقد کی صورت میں محفوظ رکھنے کے بعد باقی رقم کو قابل استعمال سمجھتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں۔ معاصر نظام بنک کاری میں یہ استعمال سودی قرض دینے کی صورت میں ہوتا ہے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ غیر سودی معیشت میں اس باقی رقم کا ایک حصہ مضاربت کے اصول پر سرمایہ لگانے کے نفع آور کام میں استعمال کیا جائے اور ایک حصہ قصیر المیعاد غیر سودی قرض دینے کے لیے استعمال کیا جائے۔

جو حصہ مضاربت کے اصول پر کاروباری فریقوں کو فراہم کیا جائے گا اس کا بیشتر حصہ دوبارہ کسی نہ کسی بینک میں جمع کیا جائے گا۔ کیونکہ کاروباری افراد بھی عوام کی طرح یہی عادات رکھتے ہیں کہ وہ اکثر ادائیگیاں —— خام مال کے دام، تنخواہیں، کارخانہ کی عمارت کا کرایہ وغیرہ —— چک کے ذریعے ادا کرتے ہیں۔ چک کے ذریعے ادائیگی کرنے کی سہولت کے خاطر وہ اپنی رقمیں موجودہ نظام میں بینکوں کے جاری حسابات میں رکھتے ہیں اور مجوزہ نظام میں "قرض کھاتہ" میں رکھیں گے، جیسا کہ ہم تیسرے باب میں واضح کر چکے ہیں۔ غیر سودی بینکوں کے قرض کھاتے معاصر بینکوں کے جاری حسابات (Current Accounts) کا بدل ہوں گے۔

اس قرض کھاتے کا جو حصہ کاروباری فریقوں کو تھوڑی مدتوں کے لیے قرض دینے میں استعمال کیا جائے گا اس کا بیشتر حصہ بھی دوبارہ کسی نہ کسی بینک میں جمع کیا جائے گا۔ کیونکہ ان رقموں کو بھی کاروباری افراد کم وبیش اسی طرح کی ادائیگیوں کے لیے استعمال کرنا چاہیں گے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اس سلسلے کو اور دراز کیجیے تو نظر آئے گا کہ جن افراد کو کاروباری افراد اس قرض لیے ہوئے یا مضاربت پر حاصل کیے ہوئے سرمایہ میں سے ادائیگیاں کریں گے —— عمارتوں کے مالک، تنخواہ دار ملازمین، خام مال اور نیم تیار شدہ مصنوعات فروخت کرنے والے تاجر اور صناع، اور مزدور وہ بھی اپنی عادت کے مطابق اپنی زیادہ تر رقوم بینکوں میں جمع رکھیں گے۔

اس باب میں ہم زر بینک کی تخلیق کے عمل اور غیر سودی نظام بنک کاری میں اس عمل کے جاری رہنے کی وضاحت نہیں کر رہے ہیں۔ یہ کام اگلے باب میں کیا گیا ہے۔ یہاں صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ مجوزہ طریقے کے مطابق بینک قرض کھاتہ کی رقموں کے بڑے حصے کو قرض دینے اور مضاربت پر سرمایہ فراہم کرنے کے لیے استعمال کر سکیں گے۔ ان کا یہ استعمال خود ان کے کھاتوں میں مزید رقموں کی آمد کا ذریعہ بنے گا اور یہ سلسلہ اسی طرح دراز ہوگا جس طرح معاصر نظام بنک کاری میں ہوگا۔ اس طرح کاروباری طبقہ کو قصیر المیعاد قرضوں کی ضرورت اور اس ضرورت کے پورا ہونے کی اہمیت کے پیش نظر ہم مجوزہ طریقے کو اختیار کر سکتے ہیں۔ اس طریقے سے متعلق پیدا ہونے والے بعض مسائل پر آگے بحث کی جائے گی مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس طریقے سے یہ ضرورت پوری کی جا سکتی ہے۔

(ج) غیر سودی قرض دینے کے محرکات

اب ہم اس طریقے کے ایک عملی طریقہ ہونے کی دلیل کے طور پر یہ واضح کریں گے کہ بینکوں کو غیر سودی قرضے دینے کے قوی محرکات فراہم کرکے اس بات کا اہتمام کیا جاسکتا ہے کہ وہ یہ خدمت انجام دیتے رہیں تاکہ ایک اہم سماجی ضرورت پوری ہوتی رہے۔

جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے۔ مرکزی بینک کی جانب سے یہ ضابطہ بنایا جائے گا کہ ہر بینک کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے قرض کھاتہ میں جمع شدہ کل رقم کا مثلاً پچاس فی صد، غیر سودی قرض دینے کے لیے آمادہ رہے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کے صلے میں اسے یہ اختیار ہوگا کہ اس کھاتے کا چالیس فی صد نفع آور کاروبار میں لگا سکے۔ (باقی دس فی صد کے بارے میں ہم یہ فرض کررہے ہیں کہ اسے بینک نقد محفوظ کے طور پر رکھے گا) جو بینک غیر سودی قرض دینے پر آمادہ نہ ہو اسے اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ 'قرض کھاتہ' کھولے، یعنی عوام کی بچتیں اور سرمائے غیر سودی قرض کے طور پر حاصل کرے۔ عوام سے غیر سودی قرض وہی بینک حاصل کرسکے گا جو ان قرضوں کے نصف کے بقدر سرمایہ کو غیر سودی قرض کے طور پر دینے پر آمادہ ہو۔

یہ ضابطہ غیر سودی قرض دینے کا پہلا محرک ہوگا اور ہماری نظر میں یہ محرک ایک قوی محرک ہوگا اس کی دلیل یہ ہے کہ بینک اپنے قرض کھاتہ کے ایک معتد بہ حصے، مذکورہ بالا مثال کے مطابق چالیس فی صد کو نفع آور کاموں میں استعمال کرنے کے موقع کو اتنی اہمیت دے گا کہ اس موقع کے عوض وہ دوسرے حصہ مثلاً پچاس فی صد کو غیر سودی قرض کے طور پر دینے پر آمادہ ہوجائے گا۔ غیر سودی قرض کے طور پر حاصل کیے جانے والے سرمایہ کو غیر سودی قرض کے طور پر دینے میں کوئی نقصان نہیں —— کیونکہ بینک کو یہ قرضے لازماً واپس کیے جائیں گے۔ جیسا کہ ہم ذیل میں واضح کریں گے، پورے نظام معیشت کی تنظیم اس طور پر عمل میں لائی جائے گی کہ بینک کو اس کے دیئے ہوئے قرضے ضرور واپس ملیں۔ اس بے ضرر کام کے عوض بینک کو اس بات کا موقع ملے گا کہ وہ ایک کثیر سرمائے کو مضاربت کے اصول پر کاروبار میں لگا کر یا اس کے ذریعے تجارتی حصص خرید کر نفع کمائیں۔ بلاشبہ سرمایے کے نفع آور کاموں میں لگانے میں اس بات کا اندیشہ بھی ہے کہ نقصان اٹھانا پڑے۔ چونکہ بینک کو اپنے قرض کھاتے کی رقمیں کھاتہ داروں کو لازماً ادا کرنی ہوں گی۔ لہٰذا وہ نقصان کا خطرہ مول لینے میں بہت احتیاط برتیں گے۔ لیکن عملی

مفروضہ یہ نہیں ہے کہ اس احتیاط کے سبب وہ اس سرمایہ کو بے کار رکھیں گے۔ زیادہ حقیقت پسندانہ مفروضہ یہ ہے کہ وہ اس سرمایہ کو نسبتاً محفوظ کاموں میں لگائیں گے، خواہ اس سے حاصل ہونے والے نفع کی شرح کم ہو۔ نفع آور کاروبار کی ایک محفوظ شکل خود ان بالمعاوضہ انجام دی جانے والی خدمات کا نظم و اہتمام ہے جو بینک اپنے ذمے لیتا ہے۔ بینک کو ایسے کاروباری اداروں کے انتخاب میں بھی کوئی زحمت نہ ہوگی جن کے بارے میں سابق تجربے کی روشنی میں ان کو یہ اطمینان ہو کہ ان کو مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرنے میں نقصان کا اندیشہ کم ہے۔

گزشتہ باب سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ بینک کو ایک کثیر سرمایہ مضاربت کے اصول پر کھاتہ داروں سے اور شرکت کے اصول پر حصہ داروں سے حاصل ہوگا۔ قرض کھاتہ داروں سے حاصل کردہ سرمایے کے قابل استعمال حصہ کو بینک مضاربت اور شرکت کے اصول پر حاصل ہونے والے سرمایہ کے ساتھ ملا کر کاروبار میں لگائیں گے۔ توقع کی جاتی ہے کہ مضاربت پر سرمایہ لگانے کے لیے موزوں فریقوں کے انتخاب میں بینکوں کو اتنی مہارت حاصل ہوگی کہ اس کاروبار میں بحیثیت مجموعی، نقصان کا اندیشہ صرف ایک نظری اندیشہ رہ جائے گا۔

خلاصہ یہ...... کہ ہمارے نزدیک بینک کے مجموعی کاروبار کے نتائج سے قطع نظر ایک کثیر سرمایے کے نفع آور استعمال کا موقع، اس شرط کے ساتھ کہ اس کے نفع کا کوئی حصہ اصحاب سرمایہ کو نہیں دینا ہے اپنے اندر زبردست جاذبیت رکھتا ہے اور اس بات کا قوی محرک ثابت ہوگا کہ یہ موقع حاصل کرنے کے لیے بینک قرض کھاتے کے دوسرے حصے کو غیر قرض کے طور پر دینے پر خوشی سے آمادہ ہو جائیں۔

مرکزی بینک یہ ضابطہ بنائے گا کہ عام تجارتی بینک بوقت ضرورت اس سے قرض حاصل کر سکتے ہیں۔ ان قرضوں پر ان سے کوئی سود نہیں وصول کیا جائے گا، نہ کسی اور صورت میں کوئی معاوضہ طلب کیا جائے گا۔ البتہ ان کو دیے جاسکنے والے قرض کی مقدار ان کے دیے ہوئے قرضوں کی مقدار پر موقوف ہوگی۔ جن بینکوں نے (غیر سودی) قرضے نہ دیے ہوں وہ مرکزی بینک سے قرض نہ حاصل کر سکیں گے۔ مرکزی بینک کسی بینک کو اس کے دیے ہوئے قرضوں کے، مثلاً دس فی صد یا بیس فی صد کے بقدر قرض دے گا۔ اس قرض کو وہ اپنی ضروریات نقد پوری کرنے یعنی اپنی نقدیت بحال رکھنے اور مطالبہ کی جانے والی رقوم کی ادائیگی کے لیے استعمال کرے گا۔ بینکوں کے لیے سب سے اہم چیز عوام کا

ان پر یہ اعتماد ہے کہ وہ ان کے عندالطلب کھاتوں کی رقمیں مطالبہ کرنے پر فوراً ادا کر سکتے ہیں یا ان کے مضاربت کھاتے کی رقوم، مطالبہ کرنے پر مناسب وقفہ کے بعد واپس کر سکتے ہیں۔ بینک عام طور پر اس کا اہتمام کرے گا کہ اپنے پاس اتنا نقد محفوظ رکھے اور اپنی قرض دی ہوئی رقوم، یا مضاربت کے اصول پر فراہم کردہ سرمایے کی واپسی کے متعلق قرض لینے والوں یا کاروباری فریقوں سے ایسے معاہدے کرے کہ اسے نقد کے مطالبات پورے کرنے میں کوئی زحمت نہ پیش آئے لیکن بازار کے حالات اور عوام کی طلب نقد بدلتی رہنے والی چیزیں ہیں اور ایسی صورتیں پیش آ سکتی ہیں کہ بینک کا اپنا نقد مطالبات نقد کی تکمیل کے لیے کافی نہ ہو۔ ایسی صورت میں بینک کو مرکزی بینک سے کسی معاوضے کے بغیر قرض ملنے کی سہولت بہت بڑی نعمت ہے جس کی وہ بہت قدر کرے گا اور اس سہولت کا حصول غیر سودی قرضے دینے کا ایک قوی محرک ثابت ہوگا۔ اس ضابطے پر تفصیلی گفتگو آئندہ مرکزی بینک کے ذیل میں کی جائے گی۔

قرض دینے کا تیسرا اہم محرک عوام اور کھاتہ داروں کی نگاہ میں اپنی ساکھ اونچی رکھنے اور کاروباری گاہکوں سے تعلقات بہتر رکھنے کی خواہش ہے۔ یہ بات کہ بینک (غیر سودی) قرض دے کر معاشرے کی ایک اہم خدمت انجام دے رہے ہیں عوام کے اندر بینکوں سے حسن ظن پیدا کرے گی اور وہ بینکوں کو محض نفع کے طالب کاروباری اداروں کی بجائے معاشرے کی اہم خدمت انجام دینے والے ادارے کی حیثیت سے دیکھیں گے۔ نظام بنک کاری کے کامیابی کے ساتھ چلنے میں عوام کے اس نظام کے بارے میں حسن ظن اور اس پر اعتماد کو فیصلہ کن اہمیت حاصل ہے۔ اس وجہ سے یہ رائے خاصا وزن رکھتی ہے کہ بینک عوام کا حسن ظن اور اعتماد حاصل کرنے کے لیے (غیر سودی) قرض دینے کی وہ خدمت اپنے ذمے لیں گے جس کی انجام دہی میں ان کا کوئی نقصان نہیں ہے۔

یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ جن افراد یا اداروں کو بینک قرضے دے گا وہ اس کے شکر گزار ہوں گے، اور ان سے بینک کے تعلقات خوشگوار رہیں گے جس کے نتیجے میں بینک ان سے یہ توقع کر سکتا ہے کہ وہ اس کا کھاتہ دار یا گاہک بننا پسند کریں گے اور ضرورت پیش آنے پر اس سے بالمعاوضہ خدمات بھی حاصل کریں گے۔ اگر ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ بینک (غیر سودی) قرضے کن افراد اور اداروں کو دے گا تو یہ بات زیادہ آسانی سے سمجھی جا سکتی ہے کہ ان افراد کی خدمت سے بینک کو ان کی جانب سے کن فوائد کی توقع ہو سکتی ہے۔

بینک کے قرضے زیادہ تر کاروباری طبقے کے لیے ہوں گے، جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں ان میں بڑی تعداد ان کاروباری فریقوں کی ہو سکتی ہے جو اسی بینک سے مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کر کے کاروبار کر رہے ہیں جس سے ان کو تھوڑی مدت کے لیے قرض ملا ہے۔ یہ قرض جس حد تک اس کے کاروباری اعمال میں سہولت کا باعث بنے گا اور کاربار کو وسعت دے گا اسی حد تک اس کا فیض خود بینک کو بھی پہنچے گا کیونکہ بینک کا مفاد اس کاروبار کی کامیابی سے وابستہ اور وہ اس کے نفع میں شریک ہے جس حد تک یہ قرضے اس کاروبار کے منافع میں اضافے کا سبب بنیں گے اسی حد تک طے شدہ نسبت تقسیم نفع کے مطابق بینک کو ملنے والا نفع بھی بڑھے گا۔ (اوپر ہم یہ صراحت کر چکے ہیں کہ کاروبار کے منافع کا حساب لگانے میں تھوڑی مدت کے قرضوں کو کاروبار کے سرمایے میں نہیں شامل کیا جائے گا) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اپنے کاروباری (مضارب) فریقوں کو قرض دینے سے بینک کو فائدہ ہوگا اور یہ فائدہ قرض دینے کا ایک محرک ہوگا۔ اسی طرح جن کاروباری افراد یا اداروں کو کسی بنک سے بوقت ضرورت تھوڑی مدت کے لیے غیر سودی قرضے ملیں گے وہ اس بینک سے تعلقات بڑھانے کے لیے اسی بنک میں قرض کھاتے کھولنا پسند کریں گے۔ ہر کاروباری فرد یا ادارہ کاروباری ضرورتوں کے تحت عندالطلب کھاتہ کھولتا ہے تاکہ اس میں اپنی فاضل رقمیں جمع کر سکے اور روزمرہ ادائیگیوں کے لیے چک کا طریقہ استعمال کر سکے۔ قدرتی طور پر وہ یہ کھاتہ اسی بنک میں کھولے گا جس سے بوقت ضرورت اسے زائد از جمع رقم (Over Draft) یا قصیر المیعاد قرض ملنے کی امید ہو۔

ایک بینک ایسے کاروباری اداروں اور افراد کو بھی قرض دے گا جن کے ساتھ اس کا کوئی معاہدہ مضاربت یا شرکت کی بنیاد پر نہ ہو چکا ہو۔ لیکن حقیقت پسندانہ مفروضہ یہی ہے کہ ایسے افراد نے اگر قرض دینے والے بینک سے مضاربت یا شرکت کا معاہدہ نہیں کیا ہے تو کسی اور بینک سے کیا ہوگا۔ تمام بینکوں کے مجموعی مفاد کے نقطۂ نظر سے اس بات کی کوئی اہمیت نہیں کہ مضاربت پر سرمایہ ایک بینک سے حاصل کیا جائے اور قرض دوسرے بینک سے لیا جائے۔ کاروباری فریقوں کو تھوڑی مدت کے لیے قرض دینے سے بینکوں کے مجموعی مفاد کی ترویج ہوگی اور یہ بھی اسی درجے کا ایک محرک ہے جیسا کہ گزشتہ پیراگراف میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ مسئلہ کہ بینک کاروباری طبقے کے افراد کے علاوہ صارفین اور حکومت یا رفاہ عامہ کے

دوسرے اداروں کو قرضے دے گا یا نہیں، غور طلب ہے اور اس پر علیحدہ سے تفصیلی بحث کی ضرورت ہے۔
یہاں ہم اختصار کے ساتھ یہ بیان کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ بینک ان افراد اور اداروں کو (غیر سودی) قرض دینے کا طریقہ اختیار کر سکتا ہے جو اس کے پاس اپنے جاری حسابات رکھتے ہوں۔ ان قرضوں کی نوعیت بڑی حد تک (Over Draft) یا کھاتوں کی مقدار سے زائد رقوم ادا کرنے کی ہوگی۔ اس طرح بینک اپنے قرض کھاتہ داروں کو ایک ایسی سہولت فراہم کرے گا جو قرض کھاتہ میں رقم جمع کرنے کا محرک ثابت ہوں گی اور بینک کا مفاد یہ چاہتا ہے کہ اس کے قرض کھاتہ میں زیادہ سے زیادہ رقمیں جمع کی جائیں، تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ قرض سرمایہ کا نفع آور استعمال کر سکے۔ اس کے علاوہ کھاتہ داروں کو بوقت ضرورت اپنے کھاتہ کی مقدار سے زیادہ رقم دینے یعنی چھوٹی رقمیں قرض دینے کا ضابطہ بنا کر بینک ان کی ہمدردیاں، حسن ظن اور اعتماد حاصل کر سکے گا جس کی نظام بنک کاری کے لیے بڑی اہمیت ہے۔

یہ تین محرکات: نفع آور استعمال کے لیے کثیر سرمایہ کو غیر سودی قرض کے طور پر حاصل کرنا بوقت ضرورت مرکزی بینک سے غیر سودی قرض حاصل کر کے اپنی نقدیت کا استحکام عمل میں لانا اور کاروباری طبقہ اور عوام کا حسن ظن اور اعتماد حاصل کرنا ہمارے نزدیک اتنے قوی محرکات ہیں کہ ان کی موجودگی میں اس بات میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ بینک راضی خوشی اپنے قرض کھاتہ کے ایک متعین فی صد حصے کو غیر سودی قرضے دینے کے لیے استعمال کرنے پر آمادہ ہوں گے۔

(د) قرض کھاتہ اور دیے جانے والے قرضوں کے درمیان نسبت کی تعیین

یہ سوال کہ بینک کو از روئے ضابطہ اپنے قرض کھاتہ کی مجموعی رقم کی کس نسبت یا فی صد مقدار کو قرض دینے کا پابند کیا جائے ایک اہم سوال ہے جس کا صحیح جواب غیر سودی نظام بنک کاری کے عملی تجربات کی روشنی میں ہی دیا جا سکے گا۔ کاروباری طبقہ کی ضروریات، بینک کے کاروباری مفادات اور معیشت کے مجموعی مصالح تینوں کی پوری رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی حد یا نسبت متعین کی جانی چاہیے۔ اس ضابطے کا منشا یہ ہے کہ معیشت کی ایک اہم ضرورت اس حد تک پوری ہو جائے کہ کاروبار معیشت سہولت کے ساتھ چلے اور پھلے پھولے۔ متعین کی جانے والی حد اتنی کم نہیں ہونی چاہیے کہ کاروباری طبقہ کی ضرورت نہ پوری ہو اور وہ تنگی میں مبتلا ہو، کیونکہ جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے، اس

کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو سرمایہ طویل المیعاد سرمایہ کاری کے کام آتا اس کا ایک حصہ ان عارضی ضرورتوں کی تکمیل پر صرف ہوگا اور کاروبار کا دائرہ تنگ ہو جائے گا۔ یہ حد اتنی زیادہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ نقد ریزرو نکالنے کے بعد قرض کھاتہ میں سے بینکوں کے نفع آور استعمال کے لیے جو حصہ بچے وہ اتنا کم ہو کہ بینک اس سے حاصل ہونے والے نفع کو اس قابل نہ سمجھیں کہ قرض کھاتہ رکھنے اور قرض دینے کا بکھیڑا مول لیں، مجوزہ نظام کامیابی کے ساتھ اسی صورت میں چل سکے گا جب غیر سودی قرض دینے کے مذکورہ بالا محرکات اتنے قوی ہوں کہ ان پر بھروسہ کیا جاسکے۔

ہماری رائے یہ ہے کہ آغاز کار میں ماہرین بنک کاری اور کاروباری طبقہ کے نمائندوں کے مشورے سے ایک نسبت طے کرلی جائے اور بعد میں تجربے کی روشنی میں اس میں ایسا رد و بدل کیا جاتا رہے کہ مذکورہ بالا مصالح حاصل ہو سکیں۔ جیسا کہ ہم آئندہ واضح کریں گے، یہ نسبت مرکزی بینک جب مناسب سمجھے تبدیل کر سکے گا۔ صرف مثال کی حد تک ہم اس کتاب میں یہ فرض کریں گے کہ یہ نسبت نصف (پچاس فی صد) ہے۔ یعنی ہر بینک کو اپنے قرض کھاتہ کی نصف رقم (غیر سودی) قرض کے طور پر دینے پر آمادہ رہنا ضروری ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم اس نسبت کے لیے نسبت قرض (Lending ratio) کی اصطلاح استعمال کریں گے۔

(ہ) قرضوں کی طلب اور رسد کے درمیان توازن

کسی وقت معیشت میں بینکوں کی جانب سے دیئے جاسکنے والے قرض کی مجموعی رسد کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ ان بینکوں کے قرض کھاتوں میں مجموعی طور پر کتنی رقم جمع کی گئی ہے۔ ہماری فرض کردہ نسبت قرض کے مطابق قرض کی رسد قرض کھاتہ کے نصف کے بقدر ہوگی۔ نسبت قرض میں مناسب تبدیلی عمل میں لاکر مرکزی بینک قرض کی رسد میں کمی بیشی بھی کر سکتا ہے۔ جہاں تک قرض کی طلب کا سوال ہے یہ کہنا درست ہوگا کہ اس کا انحصار بڑی حد تک معیشت میں طویل المیعاد سرمایہ کاری کی سطح پر ہے۔ قرض سرمایہ کاروبار کی عارضی ضرورتوں کی تکمیل ہی کے لیے لیا جاسکے گا اور ان عارضی ضرورتوں کا انحصار یقیناً اس مستقل سرمایہ کی مقدار پر ہے جس کی مدد سے کاروبار کیا جا رہا ہے۔ معاشی تجربہ اور عملی تجزیہ نیز اعداد و شمار کے ذریعے مرکزی بینک کے لیے یہ دشوار نہ ہوگا کہ کسی وقت کاروباری طبقہ کی

ضروریات قرض کا ایک متوازن اندازہ قائم کرسکے۔ یہی اندازہ قرض کی طلب کے سلسلے میں مرکزی بینک کا رہنما ہوگا اور وہ اس بات کی کوشش کرے گا کہ نسبت قرض میں تبدیلیوں اور معیشت میں اور کریڈٹ کی تخفیف یا توسیع کے ذریعے قرض کی رسد کو اس کی اس طلب سے ہم آہنگ رکھے۔

چھوٹی مدت کے غیر سودی قرض کے طلبگاروں کے درمیان قرض دینے کے لیے میسر سرمایہ کی تقسیم کے سلسلہ میں معیشت کے مجموعی مفاد اور قرض سرمایہ کے مفید استعمال کو ترجیح کی بنیاد بنانا چاہیے۔ ترجیح کی ضرورت اس لیے پیش آسکتی ہے کہ ان قرضوں کی طلب ان کی رسد سے زیادہ ہوسکتی ہے۔ ایسی صورت میں طویل المیعاد سرمایہ کی اس مقدار کو کسی کاروباری فریق یا ادارہ نے اپنے کاروبار میں لگا رکھا ہو، سامنے رکھ کر اس کی ضرورتِ قرض کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ کن صنعتوں میں اور معیشت کے کن دائروں (Sectors) میں طویل المیعاد سرمایہ کی نسبت سے کتنے قصیر المیعاد سرمایہ کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ مناسب ہوگا کہ اندازہ لگانے کا یہ کام منفرد بنکوں پر چھوڑ دینے کے بجائے ان کے نمائندوں، کاروباری افراد اور غیر جانب دار ماہرین معاشیات پر مشتمل ایک ایسی کمیٹی کے ذریعہ انجام پائے جو مرکزی بنک کی زیر نگرانی کام کرے۔

جب کوئی بنک قرض کی کسی درخواست پر غور کر رہا ہو تو وہ اس اندازہ کو اپنا رہنما بنا سکتا ہے۔ وہ درخواست دینے والے سے یہ معلوم کرسکتا ہے کہ اس کے کاروبار کی نوعیت کیا ہے، اس میں کتنا طویل المیعاد سرمایہ لگا ہوا ہے اور دوسرے ذرائع سے کتنا قرض حاصل کیا جاچکا ہے۔ بنک درخواست دینے کی ضرورت قرض اور صلاحیت ادائیگی کے بارے میں مزید تحقیق و تفتیش بھی کرسکتا ہے۔ قرض کے طلبگاروں کے درمیان ترجیح کی ایک بنیاد ان ضمانتوں کا معیار بھی ہے جو وہ قرض کے بالمقابل پیش کر رہے ہوں۔ بنک کو اختیار ہونا چاہیے کہ وہ نسبۃً زیادہ قابل اعتماد ضمانتیں پیش کرنے والوں کو اسی درجہ کی ضرورت رکھنے والے ان طلب گاروں پر ترجیح دے جن کی ضمانت اس معیار کی نہ ہو۔

بنک کو اس بات کا بھی اختیار ہونا چاہیے کہ وہ ان کاروباری فریقوں کی درخواست کو ترجیح دے جن کے ساتھ اس نے مضاربت یا شرکت کا معاہدہ کیا ہو۔

اس خطرے کے سدباب کے لیے کہ بنک ترجیح دینے کے اختیارات کا بے جا استعمال عمل میں لائیں اور قرض کے طلب گاروں کے درمیان امتیازی سلوک روا رکھیں، مرکزی بنک کو ترجیح کے واضح

معیار وضع کرنے ہوں گے۔ بعض حالات میں قرض سے محروم رہ جانے والوں کو عذرداری کا موقع بھی دینا ہوگا تاکہ ان بنکوں کے خلاف تادیبی کاروائی کی جاسکے جو کھلی ہوئی بے انصافی کے مرتکب ہوں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ ایک بنک کو کسی وقت قرض کی جو درخواستیں موصول ہوں ان میں ترجیح کے مذکورہ بالا معیاروں پر پوری اترنے والی تمام درخواستوں کو منظور کرنا اس لیے ممکن نہ ہو کہ وہ بنک اس مقدار میں قرض سرمایہ نہیں فراہم کرسکتا۔ ایسی صورت میں یہ طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ جو درخواستیں پہلے موصول ہوئی ہوں ان کو بعد میں آنے والی درخواستوں پر ترجیح دی جائے، تاآنکہ قرض دی جاسکنے والی رقم ختم ہو جائے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وقت بعض طلبگاروں کو کسی بنک سے بھی قرض نہ مل سکے۔ ایسی صورت میں مرکزی بنک اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ صورت حال نسبت قرض میں تبدیلی یا کریڈٹ میں توسیع عمل میں لانے کے لیے کسی اقدام کی طالب ہے یا نہیں۔

غیر سودی قرضوں کی مجموعی رسد کو قرض کے طلب گاروں کے درمیان تقسیم کرنے اور قرض سرمایہ کی رسد کو اس کی طلب سے ہم آہنگ رکھنے کا مسئلہ غیر سودی نظام بنک کاری سے متعلق ان مسائل میں سے ہے جن پر مزید تجاویز پیش کرنے اور غور فکر کے بعد کسی رائے تک پہنچنے کی ضرورت ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نظام پر عمل کے بعد تجربے کی روشنی میں کوئی نیا طریقہ اختیار کیا جاسکے۔[۱]

(و) قرض کی مدت

کاروباری طبقہ کے لیے تھوڑی مدت کے قرضوں کی ضرورت بیان کرتے وقت ہم نے یہ بتایا ہے کہ اتنی تھوڑی مدت کے لیے مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرنا حسابی دشواریوں کی وجہ سے عملاً ممکن نہیں، اس سے خود بخود اس سوال کا جواب نکل آتا ہے کہ یہ قرض زیادہ سے زیادہ کتنی مدت کے لیے دیے جائیں۔ ہماری رائے میں یہ مدت اس کم سے کم مدت سے کچھ کم ہی ہونی چاہیے جس کے لیے بینک مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرتے ہوں۔ ہماری تجویز کے مطابق یہ مدت ایک سہ ماہی یا

---

۱ مُرابحہ، اِجارہ، سَلَم اور استصناع کے رواج نے مسئلے کی شدت اور نوعیت بدل دی ہے۔ مگر اس کتاب میں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

۱۳ ہفتوں کی مدت ہے۔ دیے جانے والے قرضے اس سے کم مدت کے لیے دیئے جانے چاہئیں۔ جن کاروباری فریقوں کو تین ماہ یا اس سے زائد مدت کے لیے سرمایہ کی ضرورت ہو ان کو اپنی ضرورت مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کر کے پوری کرنی چاہیے۔ جب وہ نفع میں شرکت کے اصول پر سرمایہ حاصل کر کے اپنی کاروباری ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ معاشرہ ان کے لیے (غیر سودی) قرضوں کی فراہمی کا خصوصی اہتمام کرے۔

اگر مضاربت پر سرمایہ فراہم کرنے کی کم سے کم مدت ۱۳ ہفتے ہو تو ہماری رائے میں قرض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس ہفتے رکھی جانی چاہیے۔ ساتھ ہی اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ کوئی کاروباری فرد یا ادارہ ایسے کاموں کے لیے بنک سے قرض نہ حاصل کر سکے جن میں مضاربت کے اصول پر حاصل کیا ہوا سرمایہ لگایا جا سکتا ہو۔ اس سے لازم آتا ہے کہ کاروباری افراد اور اداروں کے لیے یہ ممکن نہ ہونا چاہیے کہ وہ ایک قرض کی مدت گزر جانے پر دوبارہ قرض لے کر یا اس قرض کی تجدید کر کے عملاً تین ماہ سے زیادہ مدت کی ضرورت سرمایہ کو بھی قرض ہی کے ذریعے پوری کریں۔ ان اُمور کے اہتمام کے لیے مرکزی بینک کو بینکوں کے دیے ہوئے قرضوں کی جانچ اور نگرانی کا اہتمام کرنا ہوگا اور اس سلسلے میں موزوں ضابطے وضع کرنے ہوں گے۔

جہاں تک قرض کی کم سے کم مدت کا سوال ہے کوئی حد نہیں مقرر کی جا سکتی۔ بعض ضروریات چند گھنٹوں یا ایک دن کے قرض سے بھی پوری ہو سکتی ہیں۔ بینکوں کے ایک دوسرے کو قرض دینے کی صورت میں ایسے قرض کافی اہمیت رکھتے ہیں جو صرف ۲۴ گھنٹے یا اس سے کم کے لیے دیئے گئے ہوں۔

چونکہ قرض لینے والوں کو کوئی سود نہ دینا ہوگا اور اس بنا پر مدت قرض کی طوالت ان کے لیے مزید مالی بار کا سبب نہ بنے گی لہٰذا ان میں یہ رجحان پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ مدت قرض کو بلاضرورت طول دیں اور قرض کی واپسی میں تاخیر سے کام لیں۔ سماجی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ اس خرابی کا سدباب کیا جائے اور قرضے اتنی ہی مدت کے لیے لیے جائیں جن کے لیے واقعۃً ان کی ضرورت ہو اور اس مدت کے پورا ہونے پر بلا تاخیر واپس کر دیئے جائیں۔ اس بات کے اہتمام کے لیے کاروباری طبقے میں سماجی شعور بیدار کرنا ہوگا اور اس میں اتنا احساس ذمہ داری پیدا کرنا ہوگا کہ وہ غیر ضروری تاخیر اور ڈھیل سے اجتماعی مفاد کو نہ مجروح کرے ساتھ ہی بینک کو اس بات کا اختیار دینا ہوگا کہ وہ ضرورت قرض کا جائزہ لے کر

مدت قرض کی تعیین کرے اور وقت پورا ہونے پر قرض لینے والے کو قرض کی واپسی پر مجبور کر سکے۔ اگر عملی تجربے سے اس بات کی ضرورت محسوس ہو تو مدت گزرنے پر ادائیگی میں تاخیر کی کچھ سزائیں مقرر کی جاسکتی ہیں۔ ان سزاؤں کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ بغیر کسی معقول عذر کے تاخیر کرنے والے کو آئندہ ایک خاص مدت تک قرض نہ دیئے جائیں یا اس کے نام کا اعلان کر دیا جائے جس سے اس کی ساکھ متاثر ہوسکتی ہے۔ دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اس پر کچھ جرمانہ عائد کیا جائے۔ البتہ اس جرمانہ کو قرض دینے والے بینک کی آمدنی نہیں قرار دینا چاہیے بلکہ کسی مفید سماجی کام میں لگانے کے لیے مرکزی بینک یا کسی دوسرے ادارے کے سپرد کر دینا چاہیے۔

ہمیں امید ہے کہ روشن خیال اور اجتماعی شعور رکھنے والے کاروباری طبقے کا تعاون اس طور پر حاصل کیا جاسکے گا کہ ان سزاؤں کی ضرورت نہ پڑے اور ان سزاؤں سے متعلق ضابطے اگر بنانے بھی پڑے تو ان کو عملاً نافذ نہیں کرنا پڑے گا بلکہ ان ضابطوں کا وجود ہی اس بات کے لیے کافی ہوگا کہ کاروباری طبقہ راست روی سے کام لے۔

(ز) قرض کے بالمقابل ضمانت

جہاں تک قرض لینے والوں سے ان قرضوں کے بالمقابل ضمانتیں (Securities) حاصل کرنے کا سوال ہے کم وبیش وہی صورت حال قائم رہے گی جو معاصر نظام بنک کاری میں معروف ہے۔ تیار شدہ مصنوعات، نیم تیار شدہ یا زیر تیاری مصنوعات، گوداموں میں رکھا ہوا، یا زیر نقل وحمل مال تجارت، تیار فصل، کارخانہ، تجارتی حصص، سندات ملکیت، غیر منقولہ جائدادیں، بینکوں کے اندر جمع امانتیں، قرضے یا مضاربت پر جمع کیا ہوا سرمایہ وغیرہ قرض کی ضمانت میں پیش کیا جاسکے گا۔ بینک کو اختیار دینا چاہیے کہ وہ شخصی ضمانت پر بھی قرض دے سکتا ہے۔ معاصر بینک بہت سے قرضے بغیر کسی ضمانت کے بھی دیتے ہیں کیونکہ بعض کاروباری افراد یا اداروں پر ان کو اعتماد ہوتا ہے۔ اسی طرح مجوزہ نظام میں بینک ان کاروباری فریقوں کو بغیر کسی ضمانت کے قرض دے سکیں گے جن کے ساتھ وہ مسلسل مضاربت یا شرکت کا معاہدہ کرتے رہے ہیں اور جن پر ان کو کامل اعتماد ہے۔ ضمانت کے بارے میں ایک طرف تو ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ قرضوں کی تحصیل دشوار نہ ہو۔ دوسری طرف اتنی تنگی بھی نہ برتنی چاہیے کہ کاروباری طبقے کی آزادی کار مجروح ہو۔

بینک جو قرضے دے گا وہ اسے لازماً واپس ملنے چاہئیں کیونکہ وہ ان قرض رقوم کی واپسی کا ذمہ دار ہے جو اس کے کھاتہ داروں نے قرض کھاتہ میں جمع کی ہیں۔ اگر کسی وجہ سے کوئی دیا ہوا قرض بینک کو واپس نہیں مل سکا تو بھی اس کی وہ ذمہ داری اپنی جگہ باقی رہے گی جو اس نے قرض کھاتہ کے سلسلے میں قبول کی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر قانون ملکی کی رو سے بینک کو اس بات کا اختیار رہنا چاہیے کہ جو قرض دار قرض نہ ادا کریں ان سے ان کی ضمانت میں دی ہوئی املاک کو فروخت کرا کے، یا ان کے کاروباری اثاثہ کو فروخت کرا کے اپنا قرض واپس لے سکے۔ ہر متمدن ملک کا قانون قرض کو واپس حاصل کرنے کی صورتیں تجویز کرتا ہے۔ البتہ اگر قرض لینے والے کاروباری فریق کا دیوالیہ نکل جائے تو عملاً قرض دینے والا اس اختیار کو نہیں استعمال کر سکتا۔ ایسی صورتیں مجوزہ نظام میں بھی پیش آ سکتی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیوالیہ کاروباری فریقوں سے نہ وصول ہو سکنے والے قرضوں کے بارے میں کیا طریقے اختیار کیے جائیں۔

یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ بینک کو یہ قرضے ضرور واپس ملنے چاہئیں ورنہ وہ غیر سودی قرض دینے کی خدمت نہیں انجام دے سکے گا۔ یہ بات عدل و انصاف کے خلاف ہے کہ اسے اپنے قرض کھاتہ کی رقموں کی ادائیگی کا پوری طرح ذمہ دار قرار دیا جائے، لیکن اس کھاتہ میں سے قرض دی ہوئی رقوم کی واپسی نہ ہو سکنے کی صورت میں اس سے یہ کہا جائے کہ یہ نقصان تم کو برداشت کرنا ہوگا۔ جو معاشرہ بینکوں سے غیر سودی قرض دینے کی خدمت لینا چاہتا ہے اسے لازماً بینکوں کو اس بات کی ضمانت دینی ہوگی کہ انھیں ان کے دیے ہوئے قرضے واپس ملیں گے۔

یہ بات بھی کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ اگر قرض لینے والے فریق کا دیوالیہ نکل جائے اور اس کے پاس اتنا مال ہی نہ ہو کہ وہ قرض واپس کر سکے تو اس سے اس رقم کے وصول کرنے کی کوئی صورت نہیں ممکن ہوگی۔

ایسی صورت میں مسئلے کا حل صرف یہ ہے کہ غیر ادا شدہ قرضوں، یا قرضوں کے غیر ادا شدہ اجزاء کی ادائیگی کی ذمہ داری معاشرہ اٹھائے۔ اس سلسلے میں ہماری تجویز یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں ایسے تمام قرضے زکوٰۃ کی مد سے ادا کیے جائیں اور اس ادائیگی کی ذمہ داری ریاست لے البتہ نظام بنک کاری کے نقطۂ نظر سے یہ طریقہ زیادہ مناسب ہوگا کہ بینک قرض لینے والے کے دیوالیہ ہو جانے کے سبب نہ وصول ہو سکنے والے قرضوں کے بارے میں مرکزی بینک کو رپورٹ کریں اور مرکزی بینک

صورت حال کی تحقیق اور بینک کی رپورٹ پر اطمینان حاصل کر لینے کے بعد متعلقہ رقم بینک کو ادا کر دے۔ کسی سال مرکزی بینک نے اس مد میں مجموعی طور پر جتنی رقم ادا کی ہو وہ اسے ریاست کے بیت المال زکوٰۃ سے ادا کر دی جائے۔

اس کتاب میں زکوٰۃ اور اس کے مصارف پر تفصیلی بحث نہیں کی جا سکتی۔ مناسب مآخذ کی طرف رجوع کر کے اس امر پر اطمینان حاصل کیا جا سکتا ہے کہ غیر ادا شدہ قرضوں کی ادائیگی کی ذمہ داری اسلامی ریاست نے قرنِ اول میں بھی لی تھی اور یہی عدل وانصاف کا تقاضا بھی ہے۔ ادائے قرض کے لیے امداد ان آٹھ مصارفِ زکوٰۃ میں سے ایک ہے جن کو خود قرآن کریم میں گنایا گیا ہے۔ یعنی غارمین اس مد میں صرف کی جانے والی رقموں کو قانونی طور پر ان کاروباری افراد اور اداروں کی امداد قرار دیا جا سکتا ہے جو دیوالیہ ہو جانے کے سبب ادائے قرض سے قاصر رہے۔

(ح) قرض کے حساب کتاب پر آنے والے اخراجات

قرض کی درخواستوں کا جائزہ لینے، ان کی بابت فیصلہ کرنے، دیے جانے والے قرضوں کے حسابات رکھنے اور ان کی واپسی حاصل کرنے کے اہتمام کے لیے بینک کو متعدد تنخواہ دار ملازمین رکھنے پڑیں گے اور متعدد دوسرے اخراجات برداشت کرنے ہوں گے۔ قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اخراجات کس طرح پورے کیے جائیں گے؟ دو طریقے ممکن ہیں:

ایک طریقہ یہ ہے کہ بینک کو قرض کھاتہ کے ایک حصے کے نفع آور استعمال سے جو نفع ہوگا اس کے ایک حصے سے بینک مذکورہ بالا اخراجات پورے کرے۔ یہ طریقہ اسی صورت میں اختیار کیا جا سکتا ہے جب نسبت قرض کم ہو اور قرض کھاتہ کا بہت بڑا حصہ بینک کے نفع آور استعمال میں ہو، بہر صورت اس طریقے میں یہ خرابی ہے کہ قرض سرمایہ کے نفع آور استعمال کے نتائج غیر متعین اور غیر یقینی ہیں جب کہ مذکورہ بالا انتظامی اخراجات متعین اور یقینی ہیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ بینک ان مصارف کی تکمیل کے لیے قرض لینے والوں سے کچھ فیس وصول کرے، اس فیس کے وصول کرنے کی مناسب شکل یہ ہوگی کہ قرض کی ہر درخواست پر ایک مقررہ فیس لی جائے، قطع نظر اس سے کہ طلب کیے جانے والے قرض کی مقدار اور مدت کتنی ہے، اور یہ

درخواست منظور ہوتی ہے یا نہیں۔ پھر جن درخواست دینے والوں کو قرضے دیے جائیں ان سے بینک اپنے رجسٹر میں کئے جانے والے ہر اندراج پر ایک متعین فیس مزید وصول کرے۔ فیس کی مقدار طے کرنے میں فیصلہ کن چیز وہ واقعی مصارف ہوں گے جو بینک کو درخواستوں پر غور و فیصلہ کرنے اور دیئے جانے والے قرضوں کی واپسی تک ان کے حسابات رکھنے پر برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ ان فیسوں کو بینک کی آمدنی کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے بلکہ قرض دینے سے متعلق حسابات اور اہتمام پر آنے والی لاگت پوری کرنے کا ذریعہ سمجھنا چاہیے۔ فیس کو اس حد کے اندر رکھنے کے لیے مرکزی بنک بینکوں کے حسابات کی جانچ کر کے اس امر پر بھی اطمینان حاصل کرے گا کہ انھوں نے اس فیس کو ذریعۂ آمدنی نہیں بنایا ہے۔

ہمارے نزدیک دوسرا طریقہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ بینکوں کو پہلا طریقہ اختیار کرنے کی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ ساتھ ہی ان کو دوسرا طریقہ اختیار کرنے کا بھی حق ہونا چاہیے۔ فیس وصول کرنے کے طریقے اور فیس کی مقدار کے بارے میں بھی بینکوں کو اس بات کی آزادی ہونی چاہیے کہ وہ مذکورہ بالا شرط کی پابندی کرتے ہوئے جو طریقہ چاہیں اختیار کریں اور جتنی فیس چاہیں رکھیں۔ اس طرح ایک دائرے کے اندر مختلف بینکوں کو باہم مسابقت کا موقع ملے گا اور ایک بینک دوسرے بینک سے کم فیس رکھ کر یا فیس وصول کرنے کا سہل تر طریقہ اختیار کر کے، یا فیس نہ وصول کر کے اپنے گاہکوں کی تعداد میں اضافہ کر سکے گا اور اپنی ساکھ اونچی کر سکے گا۔

بینک کے قرضوں کے سلسلے میں اوپر جو وضاحتیں پیش کی گئی ہیں ان کی روشنی میں اطمینان کے ساتھ یہ رائے ظاہر کی جاسکتی ہے کہ زیر غور نظام عملی طور پر اختیار کیا جاسکتا ہے اور سہولت کے ساتھ چلایا جاسکتا ہے۔ غیر سودی بنک کاری کے نظام میں کاروباری طبقے کی ضرورت سرمایہ زیادہ تر مضاربت اور شرکت کے اصول پر حاصل کیے ہوئے سرمایہ سے پوری ہوگی لیکن جن صورتوں میں مدت کے مختصر ہونے یا حسابات کے دشوار ہونے کے سبب ایسا ممکن نہیں ان صورتوں کے پیش نظر اسی نظام سے تھوڑی مدت کے لیے قرض سرمایہ بھی حاصل کیا جاسکے گا۔

تجارتی ہنڈیوں (Bills of Exchange) کا مسئلہ

ایک تاجر کسی کارخانہ دار سے مصنوعات خریدتا ہے مگر قیمت نقد ادا کرنے کی بجائے اسے اس

مضمون کی ایک تحریر دے دیتا ہے کہ فلاں تاریخ کو فلاں شخص کو اتنی رقم ادا کروں گا۔ اس تاریخ میں چند ہفتے باقی ہوتے ہیں۔ یہ دستاویز ہنڈی (Bill of Exchange) کہلاتی ہے۔ ہنڈیاں اندرون ملک خرید و فروخت کی صورت میں بھی لکھی جاتی ہیں۔ اور بیرون ملک سے مال درآمد کرنے کی صورت میں بھی۔ ہم یہاں صرف ان ہنڈیوں کا ذکر کر رہے ہیں جن میں دونوں فریق ایک ہی ملک کے ہوں اور ہنڈی اندرون ملک خرید و فروخت کے کسی معاملے کے نتیجے میں لکھی گئی ہو۔

فروخت کرنے والا اگر تاریخ مقررہ تک اس دستاویز کو اپنے پاس رکھے تو وقت آنے پر وہ خود اس میں درج رقم ہنڈی لکھنے والے سے وصول کر سکے گا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہنڈی لکھنے والا کسی مالی ادارے یا بینک سے دستاویز پر اس بات کی توثیق کرا لیتا ہے کہ وقت مقررہ پر ادائیگی کی ضمانت دی جاتی ہے یا یہ کہ وقت مقررہ پر موعودہ رقم بینک ادا کرے گا۔ ایسی صورت میں وقت مقررہ پر ہنڈی اس بینک کو پیش کر کے نقد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ فروخت کنندہ مقررہ تاریخ تک ہنڈی کو اپنے پاس رکھے۔ وہ اس ہنڈی کے عوض فوراً نقد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر ہنڈی پر قابل اعتماد ضمانتیں درج ہیں تو وہ کسی بینک کے ذریعے ہنڈی کے عوض نقد حاصل کر لیتا ہے۔ البتہ معاصر نظام میں ہنڈی بھناتے وقت ایک خاص شرح کے مطابق رقم منہا (Discount) کر لی جاتی ہے۔ یہ شرح بالعموم مروّجہ شرح سود کے مساوی ہوتی ہے۔ ہنڈی کی میعاد پوری ہونے پر بینک کو اس میں درج پوری رقم مل جاتی ہے۔ جب کہ اس سے چند ہفتے قبل اس نے اس ہنڈی کے عوض جو رقم ادا کی ہے وہ اس سے کم تھی۔ ان دونوں رقموں کا فرق ان چند ہفتوں کی مدت کے لیے اس رقم کا سود ہے جو بینک نے اپنے پاس سے ادا کی ہے۔ فرض کیجیے کہ ایک ہزار کی ہنڈی کے عوض بینک نے تین ماہ قبل نو سو ستر روپے ادا کیے تھے تو گویا اس نے اس رقم پر ہنڈی بھنانے والے سے ۱۲٫۴ (بارہ اعشاریہ چار) فی صد سالانہ کی شرح سے سود وصول کیا ہے۔ اس طرح دراصل یہ بھی تھوڑی مدت کے لیے قرض دینے کی ایک صورت ہے۔ کاروباری طبقہ کا مفاد یہ چاہتا ہے کہ اسے ہنڈی بھنانے کی سہولت حاصل رہے تاکہ اس کا کاروبار سرمایہ کی کمی کے سبب تنگی کا شکار نہ ہو۔ مذکورہ بالا مثال میں کارخانہ دار ہنڈی بھنا کر اپنے کارخانہ کے ذمہ واجب الادا رقوم کی ادائیگی کرتا ہے یا کاروبار کو جاری رکھنے کے سلسلے میں مزید اقدامات کرتا ہے۔

معاصر معیشت میں اندرون ملک تجارتی ہنڈیوں کا رواج کم ہوتا جارہا ہے اوران کے بجائے بینکوں سے تھوڑی مدت کے لیے قرض لینے کا رواج بڑھ رہا ہے[1] غیر سودی نظام میں تاجر یہ طریقہ اختیار کرسکتے ہیں کہ ہنڈی لکھنے کے بجائے بینکوں سے مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرکے فروخت کنندہ کو مال کا دام نقدا دا کردیں اور جب مال فروخت ہوجائے تو بینک کواس کا دیا ہوا سرمایہ واپس کرنے کے ساتھ طے شدہ نسبت کے مطابق نفع کا بھی ایک حصہ دیں۔ چونکہ یہ سرمائے اکثر اوقات بہت تھوڑی مدت مثلاً چند ہفتوں کے لیے درکار ہوں گے لہٰذا قرین قیاس یہی ہے کہ بینک کاروباری فریقوں کے نفع میں سے جتنا حصہ تین ماہ یااس سے زائد مدت کے لیے مضاربت کے اصول پر سرمایہ لگانے کی صورت میں لیتے ہیں اس صورت میں اس سے کم حصہ لینے پر راضی ہوجائیں گے۔ اگر تاجر کو مال فروخت کرنے پر خسارہ ہوا تو یہ خسارہ بینک کو برداشت کرنا پڑے گا۔ نقصان کے اس اندیشہ کے سبب بینک معمولی شرح مضاربت پر تھوڑی مدت کے لیے تاجروں کو سرمایہ دینے پر اسی وقت آمادہ ہوں گے جب نفع کا امکان بہت قوی اور نقصان کا اندیشہ بہت کم ہو۔

مسئلہ کی اس نوعیت کے پیش نظر ممکن ہے کہ بعض تاجروں کی ضرورت سرمایہ مضاربت کے ذریعہ نہ پوری ہو۔ اس لیے ہم اس طریقہ کے پہلو بہ پہلو ایک ایسا طریقہ بھی تجویز کریں گے جو عملاً بینکوں سے غیر سودی قرض لینے کے مرادف ہے۔ ایک ہی ضرورت کے دو مختلف طریقوں سے پورا ہوسکنے کا امکان کاروبار میں سہولت اور وسعت کا سبب بنے گا۔

مجوزہ نظام میں ہنڈی بھنانے کا طریقہ بھی وہی ہوگا جو بینک سے قرض حاصل کرنے کا۔ بینکوں سے تجارتی ہنڈیوں کے عوض نقد رقم دینے کی درخواست کی جائے گی اوراس درخواست پر قرض کی دوسری درخواستوں کے ساتھ غور کیا جائے گا۔ اگر بینک ہنڈی بھنانے کا فیصلہ کرے تو وہ ہنڈی میں درج پوری رقم ادا کرے گا کوئی منہائی نہیں کرے گا۔ اس رقم کی نوعیت ہنڈی بھنانے والے کو دیئے جانے والے قرض کی ہوگی۔ ہنڈی کی میعاد پوری ہونے پر بینک ہنڈی جاری کرنے والے تاجر یا کارخانہ دار یا اس کے بینک سے اس میں درج رقم خود حاصل کرلے گا اور ہنڈی کے بالمقابل بینک سے نقد حاصل کرنے والے کی ذمہ داری ختم ہوجائے گی۔ اگر میعاد پوری ہونے پر بینک کو ہنڈی جاری کرنے والے یا

---

[1] R.S. Sayers: Banking in Western Europe P.243, op. cit.

اس کے بینک سے متعلقہ رقم نہ مل سکے تو وہ ہنڈی کے عوض نقد لینے والے سے ادائیگی کا مطالبہ کرے گا۔ معاصر نظام میں بھی ہنڈی بھنانے والے کی مالی ذمہ داری اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک ہنڈی کی میعاد پوری ہونے پر اصل دَین دار اس میں درج رقم ادا نہ کردے۔

تجارتی ہنڈیاں زیادہ سے زیادہ کتنی مدت کے لیے ہونی چاہیے۔ بینک کس قسم کے کاروبار سے متعلق ہنڈیوں کو ترجیح دے گا وغیرہ امور کے متعلق مرکزی بینک کی جانب سے موزوں ضابطے بنائے جاسکتے ہیں۔ اگر مرکزی بینک کسی خاص دائرۂ کاروبار کی توسیع چاہتا ہے اور اس سے متعلق کاروباری طبقہ کو زیادہ سہولت فراہم کرنا چاہتا ہے تو وہ اس دائرۂ کاروبار میں پیدا ہونے والی ہنڈیوں کے ساتھ ترجیحی سلوک کا اہتمام کرسکتا ہے۔ جس کے طریقے پر مرکزی بینک کے عنوان کے تحت روشنی ڈالی جائے گی۔

درآمد اور برآمد یعنی تجارت خارجہ کے دائرے سے متعلق ہنڈیوں کا معاملہ اندرون ملک تجارت سے متعلق ہنڈیوں سے قدرے مختلف ہے۔ چونکہ اس کتاب میں ہمارا منشا اندرون ملک مالی امور کی سود کے بغیر تنظیم کا نقشہ واضح کرنا ہے۔ لہٰذا ہم اس مسئلے سے تعرض نہیں کریں گے۔ اجمالاً یہ اشارہ کافی ہوگا کہ دونوں ملکوں میں معیشت سود سے پاک ہے تو کوئی نیا مسئلہ نہیں پیدا ہوگا۔ البتہ اگر ایک غیر سودی معیشت اور دوسری سودی معیشت کے درمیان تجارت سے متعلق ہنڈیوں پر غور کیا جائے گا تو ایک نیا مسئلہ پیدا ہوگا جس کا حل اس پالیسی کی روشنی میں نکالنا ہوگا جو ہم ایسی معیشتوں سے مالی تعلقات کے سلسلے میں اختیار کرسکیں گے۔ یہ ایک علیحدہ بحث ہے جو ہمارے موجودہ دائرے سے خارج ہے۔

پانچواں باب

تخلیقِ زر کا عمل

گزشتہ ابواب میں بینک کے کاروبار کے بنیادی خدوخال واضح کیے جا چکے ہیں۔ چند اصحاب سرمایہ شرکت کے اصول پر سرمایہ لگا کر بینک قائم کرتے ہیں۔ اس بینک میں عوام اپنی بچتیں اور سرمائے مضاربت کے اصول پر جمع کرتے ہیں اور قرض کھاتہ کی صورت میں جاری حسابات کھولتے ہیں، جن کی بدولت بینک کو سرمایہ کاری کے لیے مضاربت سرمایہ کے علاوہ ایک کثیر سرمایہ عوام سے قرض کے طور پر حاصل ہوتا ہے۔ ان تمام کھاتوں کی میزان کا دس فی صد نقد محفوظ کے طور پر رکھا جاتا ہے۔ قرض کھاتہ کی پچاس فی صد رقم قرض دینے کے لیے علیٰحدہ کر دی جاتی ہے اور باقی سرمایہ کو شرکت اور مضاربت کے اصول پر حاصل ہونے والے پورے سرمایہ کے ساتھ بینک مضاربت کے اصول پر کاروباری فریقوں کو فراہم کرنے، تجارتی حصص خریدنے اور بالمعاوضہ خدمات کے اہتمام پر صرف کرتے ہیں۔ سرمایہ کے اس کاروباری استعمال سے جو منافع حاصل ہوتے ہیں ان میں سے مضاربت کے اصول پر جمع کرنے والوں کو طے شدہ نسبت کے مطابق حصہ دیا جاتا ہے۔ باقی نفع بینک کے حصہ داروں کے درمیان اُن کے لگائے ہوئے سرمایوں کی مقداروں کی نسبت سے تقسیم پاتا ہے۔ بینک عوام کو اپنی بچتیں محفوظ رکھنے، جاری حساب کی سہولتیں حاصل کرنے اور بچتوں اور سرمایوں کو نفع آور کاروبار میں لگانے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ بینک کے ذریعے کاروباری طبقے کو نفع میں شرکت کے اصول پر سرمایہ حاصل ہوتا ہے اور چھوٹی مدتوں کے لیے قرضے ملتے ہیں۔ اگرچہ یہ پورا کاروبار بینک قائم کرنے والے شرکاء کے لیے ایک نفع آور کاروبار کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن اس کے ذریعے معاشرے کی اہم خدمات بھی انجام پاتی ہیں۔

زرِ بنک کی نوعیت

نظام بنک کاری کا ایک اہم وظیفہ زر بنک یا کریڈٹ کی تخلیق ہے۔ یہ کام بنک کے کاروباری اقدامات کے نتیجے میں انجام پاتا ہے۔ ذیل میں اسی عمل کی وضاحت کی جائے گی۔

جہاں تک دور جدید کی اسلامی معیشت میں زر کے نظام کا تعلق ہے اس بارے میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ یہ نظام ریاست کے ہاتھوں میں ہوگا۔ ریاست ہی سکّے اور نوٹ جاری کرنے کا اہتمام کرے گی، البتہ وہ اس کام کے لیے کوئی مخصوص ادارہ قائم کرسکتی ہے۔ کسی دوسرے فرد یا ادارے کو سکّے اور نوٹ جاری کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ یہاں اسلامی معیشت کے نظام زر پر تفصیلی بحث نہیں ممکن ہے۔ ہم صرف یہ رائے ظاہر کریں گے کہ یہ نظام دور جدید کے معروف نظام زر سے زیادہ مختلف نہ ہوگا۔ ملک کے معاشی حالات، سہولت کار اور دوسرے مصالح کو سامنے رکھتے ہوئے دور جدید کی اسلامی ریاست زر کی بابت دور جدید کے مختلف تجربات کی روشنی میں موزوں ضابطے بنا سکے گی۔

جس معیشت میں بنکوں کا نظام قائم ہو اس میں ریاست کے جاری کردہ زر، یعنی سکوں اور نوٹ کے علاوہ زر کی ایک اہم قسم زر بنک ہے جو بنکوں کے عمل سے پیدا ہوتا ہے۔ زر بنک پیدا ہونے کی بنیاد عوام کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی آمدنیوں کا بیشتر حصہ، اپنی بچتیں اور اپنے سرمائے بینکوں میں جمع رکھتے ہیں اور کسی متعین عرصہ میں اپنی جمع کردہ رقوم کی صرف ایک چھوٹی سی کسر نقد کی صورت میں بنک سے نکالتے ہیں۔ جب کسی فرد کو کوئی رقم کسی دوسرے فرد کو ادا کرنی ہوتی ہے تو وہ اسے چک کے ذریعے ادا کرتا ہے نہ کہ بنک سے نقد رقم نکال کر۔ نقد ادائیگیاں صرف روزمرہ چھوٹے اخراجات میں کی جاتی ہیں۔ بڑی رقوم چک کے ذریعے ادا کی جاتی ہیں۔ چک کسی کھاتہ دار کی جانب سے بنک کو اس بات کی ہدایت پر مشتمل ایک تحریر کا نام ہے کہ اس کے کھاتہ میں سے ایک متعین رقم دوسرے فرد کو ادا کردی جائے۔ اکثر اوقات یہ دوسرا فرد چک میں مذکور رقم بنک سے نقد کی صورت میں طلب نہیں کرتا بلکہ اس چک کو اپنے کھاتہ میں جمع کردیتا ہے۔ ادا کرنے والے کے کھاتہ میں مذکورہ رقم کے بقدر کمی اور جس فرد کو رقم ادا کی گئی ہے اس کے کھاتہ میں اسی قدر اضافہ عمل میں آجاتا ہے اور اس طرح ادائیگی مکمل ہوجاتی ہے۔ موجودہ زمانے میں اکثر انتقالات زر اسی طور پر عمل میں آتے ہیں۔

جو لوگ چک کے عوض نقد حاصل کر لیتے ہیں یا جو کھاتہ دار نقد رقم نکال کر ادائیگیاں کرتے ہیں، ان کے نکالے ہوئے نقد کا بیشتر حصہ بالآخر بنکوں میں واپس آ جاتا ہے کیونکہ وہ جن افراد کو نقد رقمیں ادا کرتے ہیں ان میں سے اکثر لوگ یہ رقمیں اپنے جاری حسابات (قرض کھاتہ) میں یا بچت کے کھاتہ (مضاربت) میں جمع کر دیتے ہیں۔

عوام کی اس عادت کی بنا پر کہ وہ اپنے کھاتوں کی مجموعی رقم کا صرف ایک چھوٹا حصہ نقد کی صورت میں طلب کرتے ہیں، بنکوں کے لیے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے پاس جمع رقوم کے بیشتر حصہ کو استعمال کر سکیں۔ ہمارے مجوزہ نقشے کے مطابق اس استعمال کی دو بڑی شکلیں ہیں۔ قرض دینا یا مضاربت کے اصول پر سرمایہ کسی کاروباری فریق کو دینا۔ جب بنک کھاتہ داروں کی رقموں کو دونوں میں سے کسی طریقے پر استعمال کرتا ہے تو نیا زر وجود میں آتا ہے۔ یہ نیا زر وہ رقم ہے جو قرض لینے والے یا مضاربت پر سرمایہ حاصل کرنے والے فریق کو دی گئی ہے۔ ان رقموں کے اس فریق کو دینے سے کھاتہ داروں کی اپنے کھاتہ کی ملکیت یا ان پر تصرف کے اختیار میں کوئی کمی نہیں واقع ہوتی، کیونکہ یہ اختیارات بنک اور کھاتہ داروں کے مابین از روئے معاہدہ طے شدہ ہیں[1]۔ البتہ جس فریق کو قرض یا مضاربت کے طور پر سرمایہ دیا گیا ہے اسے ایک ایسے سرمایہ پر ملکیت کا حق اور تصرف کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں جس پر اسے پہلے یہ حقوق و اختیارات نہیں حاصل تھے۔ یہی نیا زر ہے۔

جن افراد کو بینک نے قرض یا مضاربت کے طور پر نیا سرمایہ فراہم کیا ہے وہ اس سرمایہ کو مزدوروں اور ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنے، خام مال کی قیمتیں ادا کرنے، یا کارخانہ اور دوکان کے کرائے ادا کرنے میں صرف کرتے ہیں۔ خواہ وہ یہ رقمیں نقد ادا کریں یا ان کی ادائیگی چک کے ذریعے کریں اور سرمایہ کو حسب سابق بنک کے کھاتہ میں جمع رکھیں۔ جن افراد کو ادائیگیاں کی جاتی ہیں وہ ان رقوم کا بیشتر حصہ بنکوں ہی میں جمع کرتے ہیں۔ اس کی وجہ عوام کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی آمدنیاں بنکوں میں جمع رکھتے ہیں اور اپنے ہاتھ میں صرف روزمرہ اخراجات کے لیے تھوڑا نقد رکھتے ہیں۔ جو افراد

---

[1] یہ بات قرض اور مضاربت دونوں کھاتوں کے بارے میں صحیح ہے۔ مضاربت کھاتہ میں سرمایہ جمع کرنے والے افراد نے از روئے معاہدہ اپنے کو اس بات کا پابند بنالیا ہے کہ وہ ایک مقررہ مدت تک اس سرمایہ کو واپس نہیں طلب کریں گے۔ البتہ جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے بعض اوقات مدت مکمل ہونے سے پہلے بھی ان کو اپنی رقم واپس مل سکے گی۔

کاروباری طبقے سے حاصل ہونے والی ان آمدنیوں کو جلد خرچ کرنا چاہیں گے وہ انھیں قرض کھاتہ میں جمع کریں گے اور جو افراد بچت کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں گے وہ اکثر اوقات ان کو مضاربت کھاتہ میں رکھیں گے۔ خلاصہ یہ کہ قرض اور مضاربت کے طور پر بنکوں نے جو نیا سرمایہ کاروباری فریقوں کو فراہم کیا تھا اس کا بڑا حصہ ان کے تصرفات کے نتیجے میں مختلف ہاتھوں سے گزرتا ہوا بالآخر بنکوں ہی کے مختلف کھاتوں میں واپس آجائے گا[۱]۔ اس کی وجہ عوام کی وہ عادت ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ وہ اپنی آمدنیوں اور بچتوں کو نقد کی صورت میں اپنے پاس رکھنے کی بجائے ان کے بیشتر حصہ کو بنکوں میں رکھتے ہیں اور اپنے اخراجات سے متعلق ادائیگیوں کے لیے چک کا ذریعہ استعمال کرتے ہیں۔

جب بنکوں کے قرض اور مضاربت کھاتہ میں ان نئی رقموں کی آمد کی وجہ سے اضافہ ہوگا تو ان کے لیے یہ ممکن ہو جائے گا کہ کاروباری طبقہ کو قرض اور مضاربت کے طور پر مزید سرمایہ فراہم کرسکیں۔ یہ ایک مسلسل دراز ہوتا جانے والا سلسلہ ہے۔ البتہ چونکہ بنک اپنے کھاتوں میں جمع کیے جانے والے سرمایہ کا ایک حصہ نقد کی صورت میں اپنے پاس محفوظ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں، تاکہ عوام جو رقمیں نقد کی صورت میں واپس طلب کریں وہ ادا کی جاسکیں۔ لہٰذا یہ سلسلہ ایک حد پر آکر ختم ہو جاتا ہے۔ ہر بار بنک کی جانب سے کاروباری طبقہ کو فراہم کیا جانے والا سرمایہ اس کے کھاتوں میں آنے والے سرمایہ سے کم ہوتا ہے، اس لیے نئے زر کی تخلیق کا یہ سلسلہ مقدار کے اعتبار سے چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ تاآنکہ بالکل رک جاتا ہے، البتہ اس سلسلے کے اختتام تک زر کی مجموعی رسد میں بہت بڑا اضافہ عمل میں آچکا ہوتا ہے۔ بنک

---

[۱] بنکوں کے کاروباری افراد کو قرض دینے کا مروجہ طریقہ یہ ہے کہ وہ قرض لینے والے کو قرض لیا ہوا پورا سرمایہ نقد کی صورت میں دینے کی بجائے اس کے کھاتہ میں اس رقم کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ یا اگر وہ کھاتہ دار نہیں تھا تو اس کا کھاتہ کھول کر قرض لی ہوئی رقم اس میں درج کر دیتے ہیں۔ کبھی کبھی اس اندراج کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ قرض لینے والا زیادہ سے زیادہ اتنی رقم لے سکتا ہے مگر وہ اس کا فلاں فی صد حصہ ہمیشہ کھاتہ میں رکھے گا۔ اب قرض لینے والا کاروباری فریق حسب ضرورت اپنے کھاتہ میں سے چک کے ذریعے ادائیگیاں کرتا رہتا ہے۔ اس طریقے کے پیش نظر یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس نئے کھاتہ کا کھلنا ہی نئے زر کی تخلیق کے ہم معنیٰ ہے۔ اصولاً مضاربت کے طور پر دی جانے والی رقموں کے سلسلے میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ ہم نے سمجھانے میں سہولت کی خاطر یہ فرض کیا ہے کہ قرض یا مضاربت کے طور پر سرمایہ لینے والے فریق کو پورا سرمایہ دے دیا جاتا ہے جو اس کے تصرفات کے نتیجے میں رفتہ رفتہ پھر بنکوں میں واپس آجاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں نتیجہ ایک ہی ہے۔ یعنی بنکوں کا دیا ہوا سرمایہ بنکوں کے اندر ہی رہتا ہے۔

کے کھاتوں میں ابتداءً جتنا سرمایہ جمع تھا اس میں اور اس اضافہ کے درمیان تناسب کا انحصار اس بات پر ہے کہ بنک اپنے کھاتوں کے بالمقابل نقد محفوظ کس نسبت سے رکھنا چاہتے ہیں۔ زر بنک کی تخلیق میں کلیدی اہمیت اس بات کو حاصل ہے کہ بنک اپنے کھاتوں میں جمع کیے جانے والے پورے سرمایہ کو نقد کی صورت میں محفوظ نہیں رکھتے بلکہ اس کے بڑے حصہ کو قرض اور مضاربت کے طور پر کاروباری فریقوں کو فراہم کر دیتے ہیں، اور ان کی فراہم کردہ رقوم کا بیشتر حصہ پھر ان کے کھاتوں میں واپس آ جاتا ہے جس کے نتیجے میں مزید قرض دینا یا مضاربت پر سرمایہ فراہم کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔

کسی ملک میں سکوں اور کرنسی نوٹ کی شکل میں پائے جانے والے زر کا ایک حصہ عوام کے درمیان گردش کرتا رہتا ہے اور دوسرا حصہ بنکوں کے خزانوں میں نقد محفوظ کے طور پر رکھا ہوتا ہے۔ بنک اپنے پاس اتنا نقد رکھتے ہیں کہ اپنے کھاتہ داروں کے مطالبات نقد پورے کر سکیں اور ان مطالبات میں کمی بیشی ہونے پر بھی کوئی زحمت نہ محسوس کریں۔ عوام اپنے ہاتھوں میں کچھ نقد اس لیے رکھتے ہیں کہ روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی ادائیگیاں کر سکیں۔ اتفاقی ضروریات کے لیے کچھ نقد محفوظ رکھیں اور کاروباری یا نجی ضروریات پیش آنے پر نقد کی کمی نہ محسوس کریں۔ عوام کی بچتوں، سرمایوں اور آمدنیوں کا بیشتر حصہ بنکوں میں جمع ہوتا ہے۔ لیکن یہ ساری رقمیں بنکوں کے پاس نقد کی صورت میں نہیں موجود ہوتیں۔ عوام کی رقمیں بنکوں کے رجسٹروں میں درج ہوتی ہیں۔ چونکہ بنک اپنے نقد محفوظ کے بھروسے پر کامیابی کے ساتھ اس بات کا اہتمام کر لیتا ہے کہ جو کھاتہ دار جب جتنی رقم نقد کی صورت میں واپس لینا چاہے اسے بلا تاخیر[1] وہ رقم دی جا سکے اس لیے بنکوں کے رجسٹروں کے اندراجات ہی زر کا حکم رکھتے ہیں۔ ملک کے اندر زر کی بھاری مقدار صرف انہی کھاتوں یا اندراجات کی صورت میں پائی جاتی ہے۔ گویا زر کی مجموعی رسد کا چھوٹا حصہ تو سکوں اور کرنسی نوٹ کی شکل میں ہوتا ہے اور بڑا حصہ کھاتوں یا بنک کے رجسٹر میں اندراجات کی شکل میں ہوتا ہے۔

کھاتوں یا زر بنک کی مقدار کا انحصار اس نقد کی مقدار پر ہے جو بنکوں کی تحویل میں ہو۔ چونکہ نقد کی یہ مقدار تبدیل ہوتی رہتی ہے لہٰذا کھاتوں کی مقدار میں کبھی اضافہ ہوتا ہے اور کبھی کمی۔ بنکوں کو مزید نقد حاصل ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ عوام کے ہاتھوں میں جو نقد گردش کر رہا ہے یا جس نقد کو

---

[1] مضاربت کھاتہ کے رقوم واپس لینے کے سلسلے میں جن شرائط و قیود کا ذکر اوپر گزر چکا ہے ان کے دائرے میں رہتے ہوئے

انھوں نے ذخیرہ کر رکھا ہے...... اس کے ایک حصہ کو وہ بنکوں میں جمع کر دینے کا فیصلہ کریں، یعنی عوام کی طلبِ نقد میں کمی واقع ہو جائے۔ جب بنکوں کو عوام سے نیا نقد حاصل ہوگا تو اس کے لیے ایسے اقدامات کرنا ممکن ہو جائے گا جن کے نتیجے میں حاصل شدہ نئے نقد کا کئی گنا زر بنک پیدا ہو جائے۔ اس کے برعکس جب عوام کی طلب نقد میں اضافہ کے سبب بنکوں کی نقد تحویل میں کمی واقع ہوگی تو وہ ایسے اقدامات کرنے پر مجبور ہو سکتے ہیں جن کے نتیجے میں زر بنک میں اس کمی کی کئی گنا تخفیف عمل میں آ جائے۔

بنکوں کو فاضل نقد حاصل ہونے یا نقد کی کمی سے دوچار ہونے کا دوسرا سبب مرکزی بنک کے بعض اقدامات ہو سکتے ہیں جن کا جائزہ اگلے باب میں لیا جائے گا۔ مرکزی بنک کے اعمال و وظائف کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت بھی واضح ہو سکے گی کہ عوام کی طلب نقد میں کمی بیشی سے زر بنک میں توسیع یا تخفیف کے نتائج مرتب ہونے کا انحصار بھی مرکزی بنک کی پالیسی پر ہے۔ اگر مرکزی بنک چاہے تو وہ ایسے اقدامات کر سکتا ہے جو ان نتائج کو نہ مرتب ہونے دیں اور زر کی مجموعی رسد ایک سطح پر قائم رہے۔ جدید معیشت میں زر کی مجموعی رسد کو عوام کی بدلتی ہوئی نفسیاتی کیفیتوں کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے بجائے پوری طرح مرکزی بنک کے قابو میں رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چونکہ ہم نے ابھی نظام بنک کاری میں مرکزی بنک کے مقام کا مطالعہ نہیں کیا ہے لہٰذا اس مرحلے پر مرکزی بنک کو نظر انداز کر کے گفتگو کرنا مناسب ہوگا۔ چنانچہ ہم یہ فرض کرتے ہوئے تخلیق زر کا عمل واضح کریں گے کہ عوام سے بنک کو نیا نقد ملنے، یا عوام کے بنک سے کچھ نقد واپس لے لینے کے پورے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

آج کل بنک اپنے کھاتوں کی ایک مقررہ فی صد رقم نقد کی صورت میں محفوظ رکھنے کے علاوہ اپنے کھاتوں کی ایک دوسری فی صد رقم کو عندالطلب قابل واپسی قرض دینے یا ایسے تمسکات (Securities) خریدنے میں صرف کرتے ہیں جن کو ضرورت پڑنے پر بلا تاخیر فروخت کیا جا سکے۔ اس طرح نقد ریزرو کے پہلو بہ پہلو ایک ثانوی ریزرو ایسے اثاثوں کی صورت میں ہوتا ہے جن کو بلا تاخیر نقد میں تبدیل کیا جا سکے۔ ان اثاثوں ــــ عندالطلب قابل واپسی قرضے اور اعلیٰ درجے کے تمسکات ــــ پر انھیں معمولی شرح کے مطابق سود کمانے کا بھی موقع ملتا ہے اور ان کے بھروسے پر وہ عوام کے مطالبات نقد پوری کرنے کی ذمہ داری سے بھی عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ گزشتہ ابواب میں ہم نے صرف نقد محفوظ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن آئندہ ابواب میں ہم یہ بھی واضح کریں گے کہ ایک غیر سودی معیشت میں

ثانوی ریزرو کا کام کن اثاثوں سے لیا جا سکے گا۔[1] چونکہ ابھی ان اثاثوں کی نوعیت نہیں واضح کی جا سکی ہے۔ لہٰذا اس مرحلہ پر ہم یہ فرض کر کے گفتگو کریں گے کہ بنکوں کا نقد محفوظ کھاتہ داروں کے مطالبات نقد کی تکمیل کے لیے کافی ہے۔

زر بنک کی تخلیق کا عمل

غیر سودی نظام بنک کاری میں زر بنک کی تخلیق کا عمل واضح کرنے کے لیے عددی مثالیں دینا مفید رہے گا۔ یہ مثالیں حسب ذیل مفروضات پر مبنی ہیں۔

(۱) بنک عوام کے مطالبات نقد کی تکمیل کے لیے اپنے قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ کی میزان کا دس فی صد نقد محفوظ کے طور پر اپنے پاس رکھتے ہیں جو ان مطالبات کی تکمیل کے لیے کافی ہوتا ہے۔

(۲) بنک سے قرض یا مضاربت کے طور پر جو سرمایہ لیا جاتا ہے وہ بنک ہی کے قرض اور مضاربت کھاتوں میں جمع کیا جاتا ہے۔

اس مفروضے کی بنیاد اوپر واضح کی جا چکی ہے۔ البتہ صورت واقعہ یہ ہے کہ بنکوں کا فراہم کیا ہوا پورا سرمایہ ان کے کھاتوں میں واپس نہیں آتا۔ بلکہ اس کا ایک چھوٹا حصہ عوام کے درمیان نقد کی صورت میں گردش کرنے کے لیے رک جاتا ہے۔ بیشتر سرمایہ بنکوں کے کھاتوں میں واپس آ جاتا ہے۔ ہمارا یہ مفروضہ کہ پورا سرمایہ واپس آ جاتا ہے عددی مثالوں کو پیچیدگی سے بچانے کے لیے ہے۔ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ بنکوں کے فراہم کردہ سرمایہ کا پانچواں حصہ نقد کی صورت میں عوام کے ہاتھوں میں رک جاتا ہے اور صرف اسّی فی صد بنک کے کھاتوں میں واپس آتا ہے تو بھی عددی مثالیں دی جا سکیں گی مگر یہ مثالیں پیچیدہ ہو جائیں گی۔ چونکہ بحث کا نتیجہ دونوں صورتوں میں ایک ہی رہتا ہے لہٰذا ابتداءً ہم یہ فرض کر کے گفتگو کریں گے کہ عوام کے ہاتھوں میں کچھ نہیں رکتا۔ بلکہ پورا سرمایہ بنکوں کے ہاتھوں میں واپس آ جاتا ہے۔ بعد میں ہم اس مفروضہ کو ترک کر دیں گے اور یہ واضح کر دیں گے کہ اس مفروضہ کو ترک کرنے سے ہماری بحث کے نتیجے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

---

[1] ملاحظہ ہو۔ چھٹا باب ''مرکزی بنک'' اور ساتواں باب ''نظام بنک کاری اور مالیات عامہ''

(۳) آغاز میں بنکوں کے قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ کے درمیان جو تناسب پایا جاتا ہے وہی تناسب کھاتوں کی مجموعی مقدار میں کمی بیشی ہونے پر بھی برقرار رہتا ہے۔

اوپر ہم نے یہ فرض کیا ہے کہ بنک میں جمع کل سرمایہ کا ساٹھ فی صد قرض کھاتہ میں اور چالیس فیصد مضاربت کھاتہ میں جمع لیا گیا ہے[۱] اب ہم یہ بھی فرض کر رہے ہیں کہ جب بھی عوام بنک میں نیا سرمایہ جمع کریں گے اس کا ساٹھ فی صد قرض کھاتہ میں اور چالیس فیصد مضاربت کھاتہ میں آ جائے گا۔ جب بنک کاروباری فریقوں کو سرمایہ فراہم کرے گا اور ان فریقوں کے تصرفات کے نتیجے میں اس کے کھاتوں میں مزید اضافے ہوں گے تو وہ اسی تناسب سے قرض اور مضاربت کھاتوں کے درمیان تقسیم ہوں گے جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح بنک کے کھاتوں سے نکالی جانے والی رقوم بھی اوسطاً دونوں کھاتوں سے اسی تناسب کے مطابق نکالی جائیں گی۔ اس مفروضہ کی معقولیت ظاہر ہے۔ آغاز میں قرض اور مضاربت کھاتوں کے درمیان جو نسبت قائم ہوئی ہے وہ عوام کی بعض عادتوں اور رجحانات کی آئینہ دار ہے۔ اگر یہ عادتیں اور رجحانات تبدیل نہیں ہوئے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ کھاتوں کی مقدار کے بڑھنے یا گھٹنے سے یہ تناسب بدل جائے۔ اس طرح کی تبدیلی اگر واقع بھی ہوگی تو عارضی ہوگی اور بہت جلد دونوں کھاتوں کے درمیان وہی تناسب بحال ہو جائے گا جو بچت اور خرچ، نفع طلبی اور حفاظت چاہنے سے متعلق عوام کے رجحانات نے ابتداءً قائم کیا تھا۔

یہ مفروضہ بھی ہماری عددی مثالوں کو پیچیدگی سے بچاتا ہے۔ اگر ہم اسے ترک کر کے یہ فرض کر لیں کہ کاروباری طبقہ جب بنک سے حاصل کردہ سرمایہ کا استعمال عمل میں لاتا ہے تو اس سرمایہ کا ستر فی صد حصہ قرض کھاتہ میں آتا ہے اور صرف ۳۰ فی صد مضاربت کھاتہ میں آتا ہے تو بھی عددی مثالیں دی جا سکیں گی اور زر کی رسد میں توسیع عمل واضح کیا جا سکے گا، مگر مثالیں پیچیدہ ہو جائیں گی۔

---

[۱] جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے بنک قائم کرنے والے شرکاء نے جو سرمایہ فراہم کیا ہے اسے بھی مضاربت کھاتہ میں شامل سمجھا جا رہا ہے تاکہ حسابات اور عددی مثالوں میں پیچیدگی نہ پیدا ہو۔ اس سرمایہ کو آئندہ نقشہ حسابات میں ذمہ داریوں کے خانہ میں درج کرنے کا ایک تقاضا یہ ہے کہ 'اثاثہ' کے خانہ میں بنک کی عمارت، فرنیچر اور دوسرے پائدار سامانوں کی قیمت بھی شامل کی جائے۔ لیکن سہولت کی خاطر اس مد کو علیحدہ سے ظاہر نہیں کیا گیا ہے۔ پیش نظر مباحث کے لیے شرکاء کے سرمایہ اور بنک کے ان مخصوص اثاثوں کا علیحدہ سے ذکر ضروری نہیں ہے۔

(۴) حسب سابق ہم یہ فرض کررہے ہیں کہ بنک اپنے قرض کھاتہ میں جمع رقم کا پچاس فی صد قرض کے لیے استعمال کرتا ہے۔ نقد محفوظ اور دیے ہوئے قرضوں کے علاوہ باقی سرمایہ مضاربت کے اصول پر سرمایہ لگانے، حصص خریدنے اور بالمعاوضہ انجام دی جانے والی خدمات کی تنظیم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ البتہ سہولت کے لیے عددی مثالوں میں صرف مضاربت کے طور پر سرمایہ فراہم کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ حصص کی خریداری یا خدمات کے اہتمام وغیرہ دوسرے نفع بخش کاموں کو اسی میں شامل سمجھنا چاہیے۔

(۵) کسی ملک میں متعدد بنک ہوتے ہیں۔ ایک بینک قرض یا مضاربت کے طور پر جو سرمایہ فراہم کرتا ہے وہ اسی بینک کے کھاتوں میں نہیں واپس آتا بلکہ اس کے مختلف حصے متعدد بنکوں میں واپس آتے ہیں۔ یہ بات ہر بینک کی جانب سے فراہم کیے جانے والے سرمایہ کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ایک منفرد بنک کے کھاتوں میں اس کے فراہم کردہ سرمایہ کا کچھ حصہ اور دوسرے بنکوں کے فراہم کردہ سرمایوں کے کچھ حصے واپس آتے ہیں۔ ہمارا دوسرا مفروضہ یعنی بنک سے قرض اور مضاربت کے طور پر جو سرمایہ حاصل کیا جاتا ہے وہ بالآخر بنک کے کھاتوں میں جمع کیا جاتا ہے۔ تمام بنکوں کو ایک ساتھ نگاہ میں رکھ کر ہی سمجھا جاسکتا ہے۔ ہر منفرد بنک کے بارے میں اس کا اطلاق دشوار ہے۔ آئندہ دی جانے والی مثالوں کے بارے میں اس طرح غور کرنا چاہیے گویا کہ پورے ملک میں صرف ایک بینک ہو جس سے تمام افراد اور ادارے لین دین کرتے ہوں، اگرچہ عملاً ہر ملک میں بہت سے بینک ہوتے ہیں۔

مثالیں

سب سے پہلے ہم ایک متعین تاریخ پر ملک کے تمام بنکوں کا مجموعی نقشۂ حسابات درج کریں گے۔ اس نقشے کے دائیں کالم میں وہ رقمیں درج ہیں جو عوام نے قرض کھاتہ یا مضاربت کھاتہ میں جمع کی ہیں۔ بنک کے نقطۂ نظر سے یہ ذمہ داریاں (Liabilities) ہیں کیونکہ بنک ان کو واپس کرنے کا ذمہ دار ہے۔ بائیں کالم میں یہ بتایا گیا ہے کہ بنک اس سرمایہ کو کس طرح استعمال کرتا ہے۔ نقد محفوظ، دیئے

ہوئے قرضے اور مضاربت پر دیئے ہوئے سرمائے بنک کا اثاثہ (Assets) ہیں۔ ذمہ داریوں اور اثاثوں کی میزان ہمیشہ برابر ہونی چاہیے۔[1]

اس نقشے میں زر کی رسد کا وہ حصہ نہیں دکھلایا گیا ہے جو نقد یعنی کرنسی نوٹ اور سکوں کی صورت میں عوام کے ہاتھوں میں ہے۔ ان مثالوں کی حد تک یہ فرض کر کے گفتگو کی جائے گی کہ زر کی مجموعی رسد اور بنکوں کے کھاتوں کی میزان ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور عوام کے ہاتھوں میں نقد کی صورت میں جو زر ہے اسے نظر انداز کر دیا جائے گا۔ ہماری بحث کے نتائج پر اس بات کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ زر کی مجموعی رسد کا ایک حصہ ہمیشہ عوام کے ہاتھوں میں نقد کی صورت میں پایا جاتا ہے، البتہ جب عوام کی طلب نقد میں تبدیلی ہوتی ہے، یعنی وہ اپنے پاس پہلے سے زیادہ یا کم زر نقد کی صورت میں رکھنا چاہتے ہیں تو اس سے زر کی مجموعی رسد پر کچھ اثرات مرتب ہوتے ہیں جن کو ذیل میں واضح کیا جائے گا۔

آغاز میں بنکوں کے حسابات کا نقشہ

ذمہ داریاں (Liabilities)		اثاثے (Assets)		
قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت
۶۰٪	۴۰٪	۱۰٪	۳۰٪	۶۰٪
۶۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۳۰۰۰۰	۶۰۰۰۰

یہ نقشہ بتاتا ہے کہ عرصۂ زیر غور کے آغاز میں بنکوں کے پاس عوام کا ایک لاکھ روپے جمع

---

[1] مضاربت کھاتہ میں جو رقمیں جمع کی گئی ہیں ان کو پورا پورا واپس کرنا بینک کی ذمہ داری نہیں ہے۔ اسی طرح بینک نے مضاربت کے اصول پر جو سرمایہ فراہم کیا ہے اس کے بارے میں اس کا بھی امکان ہے کہ وہ پورا واپس نہ آئے کم ہو کر واپس آئے۔ اگر نقصان کے نتیجے میں بنک کے 'اثاثہ' کے اس حصے میں کمی واقع ہوتی ہے تو اسی قدر کمی اس کی ذمہ داریوں میں بھی واقع ہو جائے گی اور اس طرح اثاثوں اور ذمہ داریوں کی مساوات برقرار رہے گی۔ جیسا کہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے۔ مضاربت کھاتہ کی رقموں کو مضاربت کے طور پر دینے کے نتیجے میں اگر نقصان ہو گا تو یہ پورا نقصان کھاتہ دار برداشت کریں گے۔ قرض کھاتہ کے جس حصے کو بنک نے مضاربت کے طور پر فراہم کیا ہو اس میں نقصان کی ذمہ داری حصہ داروں یعنی بنک کے شرکاء کے سر ہو گی۔ اسی طرح اگر مضاربت پر سرمایہ دینے سے بنک کو نفع حاصل ہوا ہے تو یہ نفع کھاتہ داروں اور حصہ داروں کا حق قرار پا کر ذمہ داریوں میں شامل ہو جائے گا۔

ہے۔ساٹھ ہزار قرض کھاتہ میں اور چالیس ہزار مضاربت کھاتہ میں بنک نے دس ہزار نقد محفوظ کر رکھا ہے اور تیس ہزار قرض کے طور پر دیا ہے۔ باقی ساٹھ ہزار اس نے مضاربت کے اصول پر کاروباری فریقوں کو فراہم کیا ہے۔ یہ بنکوں کے حسابات میں توازن کی صورت ہے۔اب اگر عوام کی جانب سے بنکوں میں مزید نقد جمع کیا جائے گا تو یہ توازن ختم ہو جائے گا اور بنکوں کے کاروباری اقدامات کے نتیجے میں مذکورہ بالا حسابات میں تبدیلی لازم آئے گی۔فرض کیجئے کہ عوام نے ایک ہزار نقد جمع کیا چھ سو قرض کھاتہ میں اور چار سو مضاربت کھاتہ میں۔ بنک ایک ہزار کی اس نئی ذمہ داری کے بالمقابل اپنے نقد محفوظ میں ایک سو کا اضافہ کر کے اس بات کا اہتمام کر سکتے ہیں کہ جب ان کے نئے کھاتہ دار کچھ نقد واپس طلب کریں تو ان کا مطالبہ پورا کیا جا سکے۔ باقی نو سو نقد سرمایہ کو بنک استعمال کرنا چاہیں گے۔ از روئے ضابطہ انھیں تین سو روپے قرض کے طلبگاروں کو دینے ہیں۔ کیونکہ ان کے قرض کھاتہ میں چھ سو کا اضافہ ہو چکا ہے۔ باقی چھ سو روپے بنک مضاربت کے اصول پر کاروباری فریقوں کو فراہم کرنا چاہیں گے تا کہ اس کے ذریعے نفع کما سکیں۔فرض کیجئے کہ مضاربت پر سرمایہ کے طلب گار موجود ہیں اور بنک ان کو چھ سو روپے فراہم کر دیتا ہے۔ان اقدامات کے نتیجے میں حسابات میں جو تبدیلی ہوئی اسے ذیل میں درج کیا گیا ہے۔ اس نقشے کی پہلی سطر یہ بتاتی ہے کہ ایک ہزار کا نیا سرمایہ جمع ہونے کی وجہ سے بنکوں کے کھاتوں اور اثاثوں پر فوری طور پر کیا اثر پڑا۔ اثاثوں کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ فوری طور پر یہ پورا نقد سرمایہ بنکوں کے نقد محفوظ سرمایہ میں شامل ہو گیا تھا۔ دوسری سطر یہ بتاتی ہے کہ جب بنک اپنے فاضل نقد کو استعمال میں لاتے ہیں تو حسابات کا نقشہ کیا ہوتا ہے۔ البتہ اس دوسری سطر میں ذمہ داریوں کا خانہ خالی چھوڑ دیا گیا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اب ان میں وہ مقداریں نہیں درج کی جا سکتی ہیں جو پہلی سطر میں درج کی گئی ہیں۔

پہلا مرحلہ: بنکوں میں نئے نقد کی آمد

ذمہ داریاں		اثاثے		
قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت
۶۰۶۰۰	۴۰۴۰۰	۱۱۰۰۰	۳۰۰۰۰	۶۰۰۰۰
		۱۰۱۰۰	۳۰۳۰۰	۶۰۶۰۰

جیسا کہ اوپر واضح کیا جاچکا ہے بنک سے کاروباری طبقہ کو قرض اور مضاربت کے اصول پر نو سو روپے کے بقدر جو نیا سرمایہ ملا ہے وہ بالآخر بنکوں کے کھاتوں میں واپس آجائے گا۔ ساٹھ فی صد یعنی پانچ سو چالیس روپے قرض کھاتہ میں اور چالیس فی صد یعنی تین سو ساٹھ روپے مضاربت کھاتہ میں۔ کھاتوں میں نو سو کے اس اضافے سے فوری طور پر بنک کی نقد تحویل میں پھر نو سو کا اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن بنک اپنے نقد محفوظ میں نو سو روپے کی اس نئی ذمہ داری کے بالمقابل صرف نوے روپے کا اضافہ کافی سمجھے گا اور باقی آٹھ سو دس روپیوں کو استعمال میں لائے گا۔ چونکہ قرض کھاتہ میں پانچ سو چالیس کا اضافہ ہوا ہے۔ لہٰذا یہ فرض کرتے ہوئے کہ قرض کے طلبگار موجود ہیں، دو سو ستر روپے قرض کے طور پر دینے ہوں گے باقی پانچ سو چالیس روپیوں کو مضاربت کے اصول پر سرمایہ کے طلب گاروں کو فراہم کیا جاسکے گا۔ ان اقدامات کا اظہار درج ذیل نقشے میں کیا گیا ہے۔

دوسرا مرحلہ: زر کی رسد میں اضافہ

ذمہ داریاں		اثاثے		
قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت
۶۱۱۴۰	۴۰۷۶۰	۱۱۰۰۰	۳۰۳۰۰	۶۰۶۰۰
		۱۰۱۹۰	۳۰۵۷۰	۶۱۱۴۰

حسب سابق پہلی سطر نئے نقد کی آمد کے فوری اثرات کا اور دوسری سطر اس نقد کے استعمال کی کیفیت کا اظہار کرتی ہے۔

لیکن یہ صورت حال بھی عارضی ہے کیونکہ جس عمل کی اوپر وضاحت کی گئی ہے وہ ابھی جاری رہے گا، اور اس طرح بنکوں کے کھاتوں میں اضافہ یعنی نئے زر کے وجود میں آنے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ بالآخر ایک مرحلہ وہ آجائے گا جب بنک کے کھاتوں میں ہونے والے مجموعی اضافہ کی مقدار دس ہزار ہوگی۔ جس کے بالمقابل بنک اپنے نقد محفوظ میں ایک ہزار کا اضافہ کر چکا ہوگا اس عمل کے آغاز میں بنکوں کو عوام سے جو نیا نقد ملا تھا وہ پورا پورا نقد محفوظ میں شامل ہو چکا ہوگا اور اب زر کی رسد میں مزید توسیع کا سلسلہ رک جائے گا۔ آخر میں بنکوں کے حسابات کا مجموعی نقشہ حسب ذیل ہوگا۔

آخری مرحلہ: زر کی رسد میں اضافہ کے ساتھ توازن

ذمہ داریاں		اثاثے		
قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت
۶۶۰۰۰	۴۴۰۰۰	۱۱۰۰۰	۳۳۰۰۰	۶۶۰۰۰
(۶۰۰۰	۴۰۰۰	۱۰۰۰	۳۰۰۰	۶۰۰۰)

اضافے ـــــــــــــــــــــــــــــــ

قوسین کے درمیان درج دوسری سطر میں یہ بتایا گیا ہے کہ آغاز کے مقابلے میں اب زر کی رسد مختلف کھاتوں اور مختلف اثاثوں میں کیا اضافے ہو چکے ہیں۔ بنکوں کے حسابات اب متوازن ہیں اب ان کے پاس فاضل نقد نہیں ہے جس کے استعمال سے مزید زر کی تخلیق عمل میں آسکے۔ آغاز کے نقشے کو اس آخری نقشے میں تبدیل کرنے میں بنکوں کا کاروبار جن تدریجی مراحل سے گزرا ہے ان میں سے دو مرحلوں کا جائزہ اوپر دیئے ہوئے نقشوں میں لیا جا چکا ہے۔ ذیل میں متعدد مراحل تک اس عمل کے نتیجے میں زر کی رسد میں ہونے والے اضافوں کو درج کیا جا رہا ہے۔

زر کی رسد میں اضافہ کی مرحلہ وار تفصیل

مرحلہ	بنک کے کھاتوں میں اضافہ	نقد محفوظ میں اضافہ	قرض و مضاربت پر دیئے ہوئے سرمایہ میں اضافہ
نئے سرمایہ کی آمد (پہلا مرحلہ)	۱۰۰۰	۱۰۰	۹۰۰
دوسرا مرحلہ	۹۰۰	۹۰	۸۱۰
تیسرا مرحلہ	۸۱۰	۸۱	۷۲۹
چوتھا مرحلہ	۷۲۹	۷۳	۶۵۶

پانچواں مرحلہ	۶۵۶	۶۶	۵۹۰
چھٹا مرحلہ	۵۹۰	۵۹	۵۳۱
ساتواں مرحلہ	۵۳۱	۵۳	۴۷۸
آٹھواں مرحلہ	۴۷۸	۴۸	۴۳۰
نواں مرحلہ	۴۳۰	۴۳	۳۸۷
دسواں مرحلہ	۳۸۷	۳۹	۳۴۸
وغیرہ	•	•	•
وغیرہ	•	•	•
جملہ مراحل کی میزان	۱۰۰۰۰	۱۰۰۰	۹۰۰۰

مذکورہ بالا نقشے کی ہر سطر یہ بتاتی ہے کہ کھاتوں میں اضافے کے نتیجے میں بنک نئے سرمایہ کا دسواں حصہ نقد محفوظ میں شامل کر کے باقی نو حصوں کو استعمال میں لاتا ہے۔ ایک مرحلہ میں جو سرمایہ بنک کے استعمال کے نتیجے میں کاروباری فریقوں کو ملتا ہے۔ اگلے مرحلے میں وہی سرمایہ بنک کے کھاتوں میں اضافہ کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ اس طرح کھاتوں، نقد محفوظ اور قرض و مضاربت پر دیئے ہوئے سرمایہ میں اضافہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ کھاتوں کے کالم کا مطالعہ کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر نیا اضافہ پچھلے اضافہ سے چھوٹا اور اس کا ۹/۱۰ ہے۔ اضافوں کی مقدار چھوٹی ہوتی جاتی ہے۔ پہلے مرحلے میں ایک ہزار کا اضافہ ہوا تھا مگر دسویں مرحلے میں صرف تین سو ستاسی کا اضافہ ہوتا ہے۔ اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ایک مرحلہ ایسا بھی آئے گا جب اضافہ کی مقدار تقریباً صفر ہو۔ دس مرحلوں میں کھاتوں میں ہونے والے اضافوں کی مجموعی مقدار ساڑھے چھ ہزار ہے۔ لیکن تمام مراحل کی تکمیل پر یہ میزان دس ہزار ہو جائے گی۔[1]

نقد محفوظ کا کالم خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ بینک کا دستور یہ ہے کہ جب بھی اس کی ذمہ داریوں (یعنی کھاتوں) میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ اس کے بالمقابل دس فیصد نقد محفوظ کر لیتا ہے، اسی لیے

---

[1] حساب کے ایک معروف قاعدے کے مطابق مندرجہ ذیل لامتناہی سلسلۂ اعداد کی میزان دس ہوتی ہے۔

$۱ + (۹/۱۰) + (۹/۱۰)^۲ + (۹/۱۰)^۳ + ...$

اس کالم کی ہر مقدار پہلے کالم کی مقدار کی $\frac{9}{10}$ ہے۔ چونکہ اس کالم میں بھی ہر مرحلے پر درج مقدار پچھلے مرحلہ کی مقدار کی $\frac{9}{10}$ ہے۔ لہٰذا نقد محفوظ میں ہونے والا اضافہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے اور ایک مرحلہ ایسا آئے گا جب صفر کے قریب ہو جائے گا۔ اس کالم میں دس مرحلوں کی میزان ساڑھے چھ سو اور جملہ مراحل کی میزان ایک ہزار ہے۔

آخر کالم یہ بتاتا ہے کہ بنک کے کھاتوں میں نئے سرمایہ کی آمد کے سبب بنک کی طرف سے فراہم کئے جانے والے قرض و مضاربت سرمایہ میں کس رفتار سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اضافہ کی مقدار ہر مرحلے میں پچھلے سے کم ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب یہ مقدار صفر ہو جائے گی۔ اس وقت تک ان اضافوں کی میزان نو ہزار ہو چکی ہوگی۔ یہ وہی مرحلہ ہے جس میں بنک کے کھاتوں اور نقد محفوظ میں ہونے والے اضافہ کی مقدار بھی صفر کے قریب ہوگی۔ اس مرحلہ پر زر کی رسد میں توسیع کا عمل رک جاتا ہے۔ کیونکہ اس عمل کا انحصار کھاتوں میں سرمایہ کی آمد پر تھا بالفاظ دیگر آخری کالم یہ بتاتا ہے کہ بنک اپنے فاضل نقد کو کس طرح استعمال کرتے ہیں اور جب ان کے پاس فاضل نقد نہ ہوگا تو یہ استعمال بھی بند ہو جائے گا۔

جملہ مراحل کی تکمیل پر مختلف کالموں کی میزانوں کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ بنکوں کو عوام سے ایک ہزار کے بقدر جو نیا نقد ملا تھا وہ پورا بنکوں کے نقد محفوظ میں شامل کیا جا چکا ہے، مگر اس کی وجہ سے زر کی رسد میں نو ہزار کا اضافہ بھی عمل میں آ چکا ہے۔ یہ نو ہزار روپے بنک کے قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ میں مختلف کھاتہ داروں کے نام سے جمع ہیں اور یہ کھاتہ دار اس زر پر مالکانہ تصرفات کر سکتے ہیں لیکن یہ زر اپنا وجود صرف بنک کے رجسٹروں میں اندراجات کی صورت میں رکھتا ہے۔ سکّوں اور کرنسی نوٹ کی صورت میں نہیں موجود ہے۔ یہی زر بنک ہے۔ یہ نیا زر ہے جو عرصۂ زیر غور کے آغاز میں نہیں موجود تھا۔ اب بنک کے کاروبار کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے۔ بنک کے لیے یہ نیا کاروبار اس لیے ممکن ہوا کہ اسے نیا نقد حاصل ہوا اور کاروباری طبقے میں سرمایہ کی طلب موجود تھی۔

عرصۂ زیر غور کے آغاز میں زر کی مجموعی رسد ایک لاکھ تھی مگر اب ایک لاکھ دس ہزار ہے۔ اس دس ہزار کے اضافے میں سے ایک ہزار کی رقم وہ ہے جو عوام نے بنکوں میں نقد جمع کی تھی اور نو ہزار وہ نیا زر ہے جو بنکوں کے کاروبار سے پیدا ہوا ہے۔ یہ نیا زر بنک کے کھاتوں کی صورت میں ہے۔ بنک

کے کھاتے زر ہیں کیونکہ ہر کھاتہ دار اپنے کھاتہ سے رقمیں نکال سکتا ہے جو بنک اسے کرنسی نوٹ اور سکوں کی شکل میں ادا کرے گا یا چک کے ذریعے رقمیں دوسروں کی طرف منتقل کر سکتا ہے جس کی بنک تعمیل کرے گا[1] ہر نیا زر ہے۔ بنکوں کے کھاتوں میں دس ہزار کا اضافہ زر کی رسد میں دس ہزار کا اضافہ ہے۔

اب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ جب بنکوں کو نیا نقد حاصل ہوتا ہے تو زر بنک کی تخلیق اور کریڈٹ کی توسیع کا عمل کیوں کر انجام پاتا ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ بنکوں کا مقصد نفع کمانا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے پاس اتنا ہی نقد محفوظ رکھیں گے جتنا عوام کے مطالبات نقد کی تکمیل کے لیے ضروری ہو۔ باقی نقد کو وہ استعمال کریں گے۔ کاروباری طبقے کو مزید سرمایہ کی فراہمی، اور عادات بنک کاری کے مطابق اس سرمایہ کی بنک کے کھاتوں میں واپسی کے نتیجے میں مرحلہ وار وہ عمل رونما ہوگا جس کا مطالعہ ہم نے اوپر کیا ہے۔

مناسب ہوگا کہ اب ہم یہ دیکھیں کہ جو باتیں مثال کو سادہ رکھنے کی خاطر فرض کی گئی تھیں اگر ان کو بدل دیا جائے تو مفروضات کی تبدیلی سے ہماری بحث کے نتیجے پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں۔

ہمارا پہلا مفروضہ یہ تھا کہ نقد محفوظ اور کھاتوں کے درمیان ایک اور دس کی نسبت ہے۔ اگر ہم ایک اور پانچ یا ایک اور بیس کی نسبت فرض کر لیں تو ہماری مثال کے مختلف کالموں میں درج مقداریں ضرور بدل جائیں گی۔ لیکن اس عمل کی نوعیت اور نتائج میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی جس کی وضاحت کے لیے مثالیں دی گئی ہیں۔ اگر نقد محفوظ کھاتوں کی میزان کا صرف پانچ فی صد ہو تو بنکوں کو ایک ہزار نیا نقد ملنے کے نتیجے میں زر کی رسد میں بیس ہزار کا اضافہ اور نقد محفوظ کھاتوں کی میزان کا بیس فی صد ہے۔ تو زر کی رسد میں صرف پانچ ہزار کا اضافہ ہوگا۔ لیکن یہ نتیجہ اپنی جگہ قائم رہے گا کہ نیا زر وجود میں آئے گا اور زر کی رسد بڑھے گی۔

---

[1] مضاربت کھاتہ سے رقمیں چک کے ذریعے منتقل کی جاسکیں گی، اور ان میں سے رقم واپس لینے کے لیے پیشگی اطلاع ضروری ہوگی۔ اس حقیقت کے پیش نظر ایک طریقہ یہ اختیار کیا جا سکتا ہے کہ زر صرف قرض کھاتہ کو قرار دیا جائے۔ ایسی صورت میں مذکورہ بالا مثالوں میں زر کی رسد میں توسیع کا جو عمل واضح کیا گیا ہے اس کی نوعیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ البتہ یہ کہیں گے کہ زر کی مجموعی رسد ساٹھ ہزار سے بڑھ کر چھیاسٹھ ہزار ہوگئی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چونکہ بنک اپنے کاروبار کو اس طرح منظم کریں گے کہ مضاربت کھاتہ سے رقمیں واپس طلب کرنے والوں کو زیادہ تاخیر کے بغیر رقم واپس دی جا سکے لہٰذا قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ کے درمیان فرق کو نظر انداز کر دیا جائے۔ سمجھانے میں سہولت کی خاطر ہم نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ اگرچہ نظریاتی صحت کے اعتبار سے یہ زیادہ بہتر ہوتا کہ صرف قرض کھاتہ کو زر قرار دیا جائے۔

یہاں یہ واضح کردینا بھی مناسب ہوگا کہ اگر قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ کے لیے نقد محفوظ کی علیٰحدہ علیٰحدہ نسبتیں فرض کی جائیں تو بھی ہماری بحث کے نتیجے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ فرض کیجیے کہ قرض کھاتہ کے بالمقابل دس فی صد نقد محفوظ کیا جاتا ہے مگر مضاربت کھاتہ کے بالمقابل صرف پانچ فی صد ریزرو رکھا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں آغاز میں بنک کا نقد محفوظ صرف آٹھ ہزار ہوگا اور مضاربت پر دیا ہوا سرمایہ باسٹھ ہزار ہوگا۔ ایک ہزار نئے سرمایہ کی آمد کے نتیجے میں زر کی رسد میں بارہ ہزار پانچ سو کا اضافہ ہوجائے گا۔ مقدار کی اس تبدیلی کے علاوہ زر بنک کی تخلیق اور زر کی رسد میں اضافہ کے عمل کی نوعیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

دوسرا مفروضہ یہ تھا کہ بنک کاروباری طبقے کو جو سرمایہ قرض یا مضاربت کے طور پر فراہم کرتا ہے وہ پورا سرمایہ بالآخر بنک کے کھاتوں میں واپس آجاتا ہے۔ اب اس مفروضہ کو ترک کرکے یہ فرض کیجیے کہ فراہم کردہ سرمایہ کا نواں حصہ عوام کے ہاتھوں میں رک جاتا ہے اور صرف ۸/۹ حصہ بنک کے کھاتوں میں جمع کیا جاتا ہے۔ اب مرحلہ وار اضافوں کے مذکورہ بالا نقشہ میں کھاتوں کی میزان کے اندر ہونے والا ہر اضافہ سابقہ اضافہ کا صرف ۴/۵ ہوگا اور زر کی رسد میں ہونے والا مجموعی اضافہ صرف پانچ ہزار ہوگا بنک کے نقد محفوظ میں صرف پانچ سو کا اضافہ ہوگا اور ایک ہزار کا جو نیا سرمایہ ابتداءً بنک میں جمع کیا گیا تھا اس میں سے پانچ سو عوام کے ہاتھوں میں رک جائے گا۔ اس اجمال کی تفصیل ذیل کے نقشے میں کی گئی ہے۔ جس میں نئے مفروضے کے تحت چند مراحل تک حسابات کی تفصیل درج کی گئی ہے۔

مرحلہ	کھاتوں میں اضافہ	نقد محفوظ میں اضافہ	قرض و مضاربت پر دیئے ہوئے سرمایہ میں اضافہ	عوام کے پاس نقد میں اضافہ
پہلا مرحلہ: نئے سرمایہ کی آمد	۱۰۰۰	۱۰۰	۹۰۰	
دوسرا مرحلہ	۸۰۰	۸۰	۷۲۰	۱۰۰
تیسرا مرحلہ	۶۴۰	۶۴	۵۷۶	۸۰
چوتھا مرحلہ	۵۱۲	۵۱	۴۶۱	۶۴
پانچواں مرحلہ	۴۱۰	۴۱	۳۶۹	۵۱
وغیرہ	-	-	-	-
وغیرہ	-	-	-	-
جملہ مراحل کی میزان	۵۰۰۰	۵۰۰	۴۰۰۰	۵۰۰

مندرجہ بالا نقشہ پر غور کر کے اس بات پر اطمینان حاصل کیا جا سکتا ہے کہ زر کی رسد میں توسیع کا عمل اس مفروضے پر منحصر نہیں ہے کہ بنکوں کے فراہم کردہ سرمایہ کا کوئی حصہ عوام کے ہاتھوں میں نہ رکے بلکہ بالآخر یہ پورا سرمایہ بنکوں کے کھاتوں میں جمع کر دیا جائے۔ یہ بات کافی ہے کہ دیئے ہوئے سرمایہ کا ایک حصہ بنکوں کے کھاتوں میں واپس آجائے۔ عادات بنک کاری اور جدید معاشرے کے تجربے کی روشنی میں حقیقت پسندانہ مفروضہ یہی ہے کہ بنکوں کے فراہم کردہ سرمایہ کا بہت بڑا حصہ بالآخر بنکوں کے کھاتوں میں واپس آجاتا ہے۔ اس سرمایہ کے ایک حصہ کے نقد کی صورت میں عوام کے ہاتھوں میں رک جانے کا اثر اس تناسب پر پڑتا ہے جو ابتداءً آنے والے نئے سرمایہ اور زر کی رسد میں مجموعی اضافہ کے درمیان پایا جاتا ہے، نئے سرمایہ کی آمد سے زر کی رسد میں توسیع کا عمل اس کے باوجود جاری رہتا ہے۔

ہمارے تیسرے اور چوتھے مفروضے کا زیر غور عمل سے کوئی راست تعلق نہیں ہے کیونکہ اس عمل کا انحصار کھاتوں کی میزان میں تبدیلی پر ہے نہ کہ قرض اور مضاربت کھاتوں کے باہمی تناسب پر۔ اگر دونوں کھاتوں کے بالمقابل رکھے جانے والے ریزرو کی نسبتیں مختلف ہوں اور درمیانی مراحل میں ان کھاتوں کا باہمی تناسب بدل جائے تو مثالوں میں درج مقداریں بہت تبدیل ہو جائیں گی مگر اس تبدیلی کے باوجود زر کی رسد میں اضافے کا عمل برقرار رہے گا اور اس طور پر انجام پائے گا جس طرح اوپر واضح کیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر قرض کھاتے کے نصف کی بجائے اس کا ایک تہائی سرمایہ قرض کے طور پر دیا جاتا ہو تو اس کا اثر صرف یہ ہوگا کہ مضاربت کے طور پر زیادہ سرمایہ فراہم کیا جائے گا۔ زر کی رسد میں توسیع اور زر بنک کی تخلیق کے عمل پر اس تبدیلی کا کوئی اثر نہ پڑے گا۔

اوپر کی بحث سے یہ نتیجہ سامنے آیا کہ مجوزہ غیر سودی نظام بنک کاری میں بھی زر بنک کی تخلیق ٹھیک اسی طرح اور انہی اسباب وعوامل کی بنا پر عمل میں آئے گی جس طرح اور جن عوامل کی بنا پر معاصر سودی نظام بنک کاری میں عمل میں آتی ہے عوام کی یہ عادت کہ وہ اپنی رقمیں زیادہ تر بنکوں میں جمع رکھتے ہیں اور روزمرہ اپنے کھاتوں کی صرف ایک چھوٹی سی کسر کا نقد کی صورت میں مطالبہ کرتے ہیں (کیونکہ زیادہ تر انتقالات زر چیک کے ذریعے عمل میں لائے جاتے ہیں۔) نیز بنکوں کا یہ دستور کہ وہ اپنے کھاتوں میں جمع کل سرمایہ کی ایک چھوٹی سی کسر عوام کے مطالبات نقد کی تکمیل کے لیے ریزرو رکھ کر باقی

سرمایہ کو استعمال میں لاتے ہیں، جس طرح مروّجہ سودی نظام میں بنک کاری اور تخلیق زر کی اساس ہے اسی طرح غیر سودی نظام میں بھی ہوگی۔ تخلیق زر کے عمل پر اس بات کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ بنک کاروباری فریقوں کو سرمایہ فراہم کر کے ان سے سود کے طالب ہوتے ہیں یا نفع میں حصہ کے، یا اپنے کھاتہ داروں کو ان کے جمع کردہ سرمایہ پر سود دیتے ہیں یا عملاً حاصل ہونے والے نفع کا ایک حصہ۔

یہ ہماری بحث کا ایک اہم نتیجہ ہے۔ اگرچہ یہ ایک سادہ حقیقت پر مبنی آسانی سے سمجھی جا سکنے والی بات ہے لیکن اس کا اچھی طرح سمجھ لینا ان لوگوں کے لیے بہت ضروری ہے جو اس شک میں مبتلا ہیں کہ اگر سود حرام کر دیا گیا تو بنک کاری قائم نہ رہ سکے گا، کریڈٹ کی توسیع رک جائے گی اور معاشی نظام غیر معمولی تنگی اور جکڑ بند کا شکار ہو جائے گا۔

زرِ بنک کی منسوخی اور زر کی رسد میں تخفیف

جس طرح بنکوں کو نیا نقد حاصل ہونے پر ان کے کاروبار میں توسیع عمل میں آتی ہے اور اس کے نتیجے میں نیا زر پیدا ہوتا ہے اسی طرح اگر بنک کے کھاتہ دار اپنے کھاتوں میں سے کچھ سرمایہ نکالیں اور عوام کی بڑھی ہوئی طلب نقد کی وجہ سے، یہ نکالا ہوا نقد عوام ہی کے پاس رک جائے، بنکوں کے کھاتوں میں واپس نہ آئے، تو بنکوں کا کاروبار سکڑتا ہے اور اس کے نتیجے میں زر بنک کی ایک مقدار معدوم ہو جاتی ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ یہ واضح کیا جائے گا کہ بنکوں کی نقد تحویل میں کمی کے سبب زر بنک کی منسوخی اور زر کی مجموعی رسد میں کمی کا عمل کیوں کر انجام پاتا ہے۔

نقد محفوظ اور کھاتوں کی میزان کے درمیان بدستور ایک اور دس کی نسبت فرض کی جائے گی۔ ہمارا دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ جب بھی بنک کاروباری فریقوں کو دیا ہوا قرض یا مضاربت سرمایہ واپس لیتا ہے تو اس کے سبب بالآخر اس کے کھاتوں سے بھی اسی کے برابر سرمایہ نکال لیا جاتا ہے۔ کیونکہ جب کاروباری فریق اپنا کاروبار بند کریں گے یا اسے پہلے کی بہ نسبت محدود کر دیں گے تو اس کا اثر آمدنیوں میں کمی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ جن لوگوں (مزدوروں، ملازمین، مالکان، مکان و دکان وغیرہ) کی آمدنیاں کم ہوں گی یا ختم ہو جائیں گی وہ اس کمی کی تلافی کے لیے بنکوں میں جمع رقوم نکالنے پر مجبور ہوں گے۔ خود کاروباری فریقوں کے جاری حسابات یعنی قرض کھاتوں میں کمی لازم آئے گی۔ یہ بات کہ

بنکوں کے کھاتوں میں واقع ہونے والی کمی ان کے واپس طلب کردہ سرمایہ کے مساوی ہوگی صرف اس لیے فرض کی گئی ہے کہ عددی مثال پیچیدہ نہ ہو۔ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ کھاتوں میں کمی کی مقدار واپس لیے ہوئے سرمایہ کی مقدار سے کم ہوگی۔ لیکن ہمارے مفروضہ کا ہماری بحث کے نتیجے، یعنی زر کی رسد میں تخفیف کے عمل کی نوعیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

جیسا کہ اوپر واضح کیا جاچکا ہے، ہم یہ بھی فرض کررہے ہیں کہ قرض اور مضاربت کھاتوں کے درمیان جو تناسب عرصہ زیرغور کے آغاز میں پایا جاتا ہے وہی تناسب کھاتوں کی مجموعی مقدار میں کمی کے باوجود بھی قائم رہے گا ظاہر ہے کہ جب بنک کاروباری فریقوں سے سرمایہ لیں گے اور اس کی وجہ سے کارخانے بند ہوں گے یا کاروبار کا دائرہ محدود ہوگا تو بہت سے افراد کی آمدنیاں متاثر ہونگی اور وہ اپنی بچتیں خرچ کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اسی طرح بہت سے افراد اپنے جاری حسابات سے رقمیں نکال کر خرچ کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اس طرح سرمایہ کی واپسی کا اثر دونوں کھاتوں پر پڑے گا۔ سہولت کی خاطر ہم یہ فرض کررہے ہیں کہ کھاتوں میں مجموعی کمی کا اثر ساٹھ فی صدی قرض کھاتہ اور چالیس فی صد مضاربت کھاتہ پر پڑے گا۔ مثالیں دینے کے بعد اس مفروضے کو ترک کردیا جائے گا کیوں کہ کھاتوں کے باہمی تناسب میں تبدیلی کا ہماری بحث کے نتیجے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

فرض کیجیے کہ بنک کے قرض اور مضاربت کھاتوں سے ایک ہزار روپے نکالے گئے۔ بنک نے یہ رقم نقد ادا کی اور عوام کی بڑھی ہوئی طلب نقد کی وجہ سے یہ نقد پھر بنک میں واپس نہ آسکا۔ بنک کے نقد محفوظ میں ایک ہزار کی کمی واقع ہوئی اور اس کے کھاتوں کی میزان میں بھی ایک ہزار کی کمی واقع ہوئی۔ کھاتوں میں ایک ہزار کی کمی کے پیش نظر بنک اپنے نقد محفوظ میں ایک سو کی کمی کرنا چاہے گا۔ کمی کو پورا کرنے کے لیے بنک کو ایسے اقدامات کرنے ہوں گے جن کے نتیجے میں اسے نیا نقد حاصل ہو۔ وہ مجبور ہوگا کہ قرض اور مضاربت کے طور پر دیا ہوا سرمایہ واپس لے (یا حصص فروخت کرے) چونکہ اس کے قرض کھاتہ میں چھ سو کی کمی واقع ہوئی ہے لہٰذا وہ دیئے ہوئے قرضے صرف تین سو کے بقدر واپس طلب کرسکتا ہے۔ باقی چھ سو روپے اسے مضاربت سرمایہ کی واپسی (یا حصص کی فروخت) سے حاصل کرنے ہوں گے۔ سرمایہ واپس طلب کرنے کا جو طریقہ بھی اختیار کیا جائے۔ یہ سرمایہ کاروباری طبقے ہی سے واپس لیا جائے گا۔

جب کاروباری طبقہ بنک کو نو سو روپے واپس دے گا تو بنک کے کھاتوں میں سے مزید نو سو روپے نکالے جائیں گے۔اس کے نتیجے میں بنک کے نقد محفوظ میں پھر آٹھ سو دس روپیوں کی غیر ارادی کمی واقع ہو جائے گی جس کی تلافی کے لیے وہ پھر آٹھ سو دس روپے کے بقدر سرمایہ کاروباری طبقہ سے واپس حاصل کرے گا بنک کی جانب سے سرمایہ واپس لینے اور اس واپسی کے لیے اس کے کھاتوں میں سے سرمایہ نکالے جانے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ البتہ ہر مرحلہ پر کھاتوں کی میزان میں ہونے والی کمی پچھلے مرحلہ میں کمی کا ۹/۱۰ ہوگی۔ مقدار کے اعتبار سے کھاتوں میں کمی کا یہ سلسلہ چھوٹا ہوتا جائے گا تا آنکہ یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔اس سلسلے کے اختتام پر بنک کے کھاتوں میں مجموعی طور پر دس ہزار کی کمی واقع ہو چکی ہوگی۔اس کا موجودہ نقد جو عوام کو ایک ہزار روپے نقد ادا کرنے کے بعد صرف نو ہزار رہ گیا ہے۔کھاتوں کی موجودہ میزان یعنی نوے ہزار کے بالمقابل ریزرو کی حیثیت سے کافی ہوگی۔ بینک کے حسابات میں ایک بار پھر توازن قائم ہو جائے گا۔ ذیل کے نقشہ میں عرصہ زیر غور کے آغاز اور انجام میں بنکوں کے مجموعی حسابات درج کیے گئے ہیں۔

ذمہ داریاں		اثاثے		
قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت
۶۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۳۰۰۰۰	۶۰۰۰۰
۵۴۰۰۰	۳۶۰۰۰	۹۰۰۰	۲۷۰۰۰	۵۴۰۰۰

طوالت سے بچنے کے لیے درمیانی مراحل کی تفصیلات نہیں درج کی جارہی ہیں۔ مذکورہ بالا وضاحت کی روشنی میں مرحلہ وار کمی کی عددی تفصیلات بآسانی مرتب کی جاسکتی ہیں۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ عمل اسی طرح، البتہ اس کے برعکس سمت میں انجام پاتا ہے جس طرح کھاتوں کی مقدار میں مرحلہ وار اضافوں کا عمل۔ اس عمل کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے نقد کو مطلوبہ مقدار سے کم پا کر بینک اس کمی کی تلافی کے لیے سرمایہ واپس طلب کرتا ہے۔ چونکہ سرمایہ کی واپسی کھاتوں میں مزید کمی کا سبب بنتی ہے اس لیے عملاً بنک کو اس اقدام کے نتیجے میں نیا نقد تو حاصل نہیں ہوتا مگر اس کے کھاتوں میں اتنی کمی واقع ہو جاتی ہے کہ اس کا موجودہ نقد کھاتوں کی نئی میزان کا دسواں حصہ بن جاتا ہے۔

مذکورہ بالا مثال میں بنک کے کھاتوں میں دس ہزار کی جو کمی واقع ہوئی ہے اس میں سے ایک ہزار وہ رقم ہے جو نقد کی صورت میں بنک کے خزانے سے عوام کے ہاتھوں میں منتقل ہوئی ہے۔ باقی نو ہزار کی کمی کھاتوں کے معدوم ہونے کا نتیجہ ہے۔ یہ کھاتے اس لیے معدوم ہو گئے کہ بینک نے پہلے کے بالمقابل کاروباری طبقہ سے نو ہزار کے بقدر سرمایہ واپس لے لیا ہے۔ کھاتوں کا معدوم ہونا زر بنک کا معدوم ہونا ہے۔ عوام نے اپنے نقد ذخیرے میں جو اضافہ کیا ہے وہ سکوں اور کرنسی نوٹ کی صورت میں کہیں موجود ہو گا مگر یہ نو ہزار اب کوئی وجود نہیں رکھتا۔ ماضی میں بنک کے کاروبار میں توسیع کے نتیجے میں بنک پیدا ہوا تھا اس کا ایک حصہ اب بنک کے کاروبار میں تخفیف کے نتیجے میں ختم ہو گیا۔

فرض کیجیے کہ جب بینک اپنا دیا ہوا مضاربت یا قرض سرمایہ واپس لیتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کے کھاتوں سے جو رقمیں نکالی جاتی ہیں وہ واپس لیے ہوئے سرمایہ سے کم ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں کھاتوں میں مرحلہ وار کمی کی مقداریں مذکورہ بالا مثال کے مقابلے میں زیادہ چھوٹی ہوں گی اور کمی کی میزان بھی نسبتہً چھوٹی ہوگی۔ مثلاً اگر کھاتوں سے واپس لی جانے والی رقوم بنک کو واپس کیے جانے والے سرمایہ کا ۹/۸ ہوں تو زر کی رسد میں مجموعی تخفیف صرف پانچ ہزار ہوگی۔ اس اجمال کی تفصیل کو رسد زر میں توسیع کے عمل کی وضاحت میں دیے ہوئے (مرحلہ وار اضافہ کے) دوسرے نقشے کی مدد سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ زر کی رسد میں تخفیف کا عمل اس بات پر منحصر نہیں کہ کھاتوں میں ہونے والی کمی واپس لیے جانے والے سرمایہ کے مساوی ہو۔

اسی طرح ہمارے دوسرے مفروضات میں تبدیلی بھی اس نتیجے پر اثر انداز نہیں ہوتی کہ بنکوں کی نقد تحویل میں کمی زر بنک کے معدوم ہونے اور کریڈٹ میں تخفیف کا سبب بنتی ہے۔ نقد محفوظ اور کھاتوں کی میزان کے درمیان یا قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ کے درمیان یا قرض کھاتہ اور دیئے ہوئے قرض کے درمیان اس سے مختلف نسبتیں فرض کی جا سکتی ہیں جو ہم نے مثال دینے کے لیے فرض کی ہیں، اس کے باوجود ہماری بحث اسی نتیجے تک پہنچے گی۔

اب یہ واضح ہو گیا ہے کہ بینکوں کے کاروبار میں اضافہ یا کمی کے نتیجے میں کس طرح نیا زر پیدا یا معدوم ہوتا ہے۔ یہ حقیقت بھی سامنے آ چکی ہے کہ بنکوں کے کاروبار میں توسیع یا تخفیف کا انحصار بڑی

حدتک ان کی نقد تحویل میں اضافہ یا کمی پر ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ چونکہ بنکوں کی نقد تحویل میں کمی بیشی کا انحصار عوام کی طلب نقد میں اضافہ یا کمی اور مرکزی بنک کی پالیسی پر ہے لہٰذا زر بنک کی تخلیق اور منسوخی صرف بنکوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ کریڈٹ کی توسیع میں بنک کس حد تک ایک فعال کردار ادا کر سکتے ہیں تو اس پر بحث اس ابتدائی مطالعہ میں مناسب نہیں۔ اتنا اشارہ کافی ہے کہ مرکزی بنک کی عائد کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے عام بینک زر بنک کی تخلیق اور کریڈٹ کی توسیع کے باب میں ایک فعّال کردار ادا کر سکتے ہیں۔ فعال کردار کی گنجائش اس وجہ سے اور بڑھ جاتی ہے کہ عام طور پر بنک اپنے پاس اس سے زیادہ نقد رکھتے ہیں جتنا انھیں از روئے ضابطہ رکھنا چاہیے۔ مزید برآں ثانوی ریزرو کے طور پر ایسے اثاثوں کی موجودگی جن کو فوری طور پر نقد میں تبدیل کرنا ممکن ہو اس بات کا موقع فراہم کرتی ہے کہ منفرد بنکوں کے کاروبار پر ان کے نقد میں ہر کمی یا اضافہ کے پورے اثرات نہ مرتب ہوں۔ اگر نقد میں کمی کے باوجود بنکوں کے پاس ضابطہ کے مطابق نقد محفوظ موجود ہو تو وہ کاروباری طبقے سے سرمایہ واپس لینے اور اسی طرح زر کی رسد میں تخفیف کا عمل شروع کرنے پر مجبور نہ ہوں گے اسی طرح بنک، زر کی رسد میں توسیع نہ عمل میں لانا چاہیں تو وہ نئے نقد کی آمد کو اپنی تحویل میں اضافہ کے لیے استعمال کر سکیں گے۔

بنکوں کا نفع یا نقصان اور تخلیق زر کا عمل

بنکوں کو نیا نقد حاصل ہونے پر کریڈٹ میں توسیع یا ان کے نقد میں کمی واقع ہونے پر کریڈٹ میں تخفیف کے جس عمل کی وضاحت اوپر کی گئی ہے اس میں اس بات سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی کہ بنکوں کو کاروبار بنک کاری سے بحیثیت مجموعی نفع حاصل ہو رہا ہے۔ مجوزہ نظام میں بنکوں کو مضاربت کے اصول پر فراہم کیے ہوئے سرمایہ کے ذریعے نفع اس صورت میں حاصل ہوگا جب کاروباری طبقے کو اپنی سرمایہ کاری کے نتیجے میں نفع حاصل ہو رہا ہو۔ ایسی صورت میں نفع کے سبب، کاروباری طبقے کی جانب سے سرمایہ کی طلب موجود ہوگی۔ اگر بنکوں کو نیا نقد ملتا ہے تو سرمایہ کی طلب کے سبب ان کے کاروبار میں وسعت پیدا ہوگی اور زر کی رسد میں اضافہ ہوگا۔ کیونکہ ایسی صورت میں جب کہ معیشت میں بڑھی ہوئی سرمایہ کاری کے نتیجہ میں پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہو مرکزی بنک کو اس بات کا اہتمام کرنا

چاہیے کہ وہ نقد کی رسد میں اضافہ کرے تاکہ زر کی رسد میں بھی اشیاء کی رسد میں اضافہ کے ساتھ متناسب اضافہ ہوتا رہے۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو اشیاء اور خدمات کی قیمتیں گرنے لگیں گی۔ اگر قیمتوں میں کمی کا رجحان زیادہ عرصہ قائم رہا تو کاروباری طبقہ کے منافع کم ہونے لگیں گے، کاروباری سرگرمیوں کی ہمت شکنی ہوگی اور بالآخر روزگار پیداوار اور آمدنی کی سطحیں بھی گرنے لگیں گی۔ اگر بنکوں کو نفع ہو رہا ہو لیکن مرکزی بنک کے بعض اقدامات یا عوام کی طلب نقد میں اضافہ کے سبب بنکوں کے نقد میں کمی واقع ہوتی ہے تو سرمایہ کی طلب کے باوجود بنک اپنے کاروبار کو مزید وسعت نہ دے سکیں گے بلکہ کاروباری طبقے سے سرمایہ واپس لینے پر مجبور ہوں گے اور زر کی رسد میں تخفیف لازم آئے گی۔ اگر تخفیف کا یہ عمل زیادہ عرصہ جاری رہا تو کاروبار کا دائرہ محدود ہوگا۔ بے روزگاری نمودار ہوگی، آمدنیاں کم ہوں گی، طلب موثر میں کمی واقع ہوگی اور کاروباری طبقہ کو کاروبار میں خسارہ سے دوچار ہونا پڑے گا جس کے نتیجہ میں بنکوں کو بھی خسارہ ہوگا۔ بنکوں کے کاروبار کی نفع آوری کے لیے ضروری ہے کہ بڑھتی ہوئی پیداوار اور وسعت پذیر کاروباری سرگرمیوں کے ساتھ زر کی رسد میں بھی اس رفتار سے اضافہ ہوتا رہے لیکن اس امر کا اہتمام عام بنکوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ مرکزی بینک کے ہاتھ میں ہے۔ یہ بات بعید از قیاس ہے کہ کسی ملک میں مرکزی بنک زر کی بابت ایسی غلط پالیسی اختیار کرے جس سے وہ صورت حال نمودار ہو جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ لیکن اس موضوع پر مزید بحث اس مطالعہ کے حدود سے خارج ہے۔ یہاں ہمیں صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ نقد میں اضافہ زر کی رسد میں توسیع کا اور نقد میں کمی زر کی رسد میں تخفیف کا سبب بنے گی۔ یہ بات کہ بینکوں کو اپنے کاروبار میں نفع ہو رہا ہے اس نتیجہ میں کسی تبدیلی کا تقاضا نہیں کرتی۔

یہ بات بعید از قیاس ہے کہ تمام بنکوں کو مجموعی طور پر اپنے کاروبار میں خسارہ ہو، کیونکہ ایسا اسی وقت ہوسکتا ہے جب کاروباری طبقہ کی سرمایہ کاری مثبت نتائج سامنے لانے سے قاصر رہے۔ سرمایہ کاری کا فطری نتیجہ پیداوار میں اضافہ ہے نہ کہ کمی۔ یہ بات تو ہمیشہ ممکن ہے کہ چند کاروباری افراد کو غلط کاروباری فیصلوں کی وجہ سے خسارہ ہو لیکن تمام کاروباری افراد کی سرمایہ کاری میں مجموعی طور پر خسارہ ہونا اسی صورت میں ممکن ہے جب کساد بازاری کے سبب اشیاء کی قیمتیں مسلسل گر رہی ہوں۔ اس صورت حال کے رونما ہونے کی ذمہ داری مالیاتِ عامہ اور زر کے باب میں غلط پالیسیوں پر ہوگی جن پر یہاں

بحث نہیں کی جاسکتی۔ مرکزی بنک زر کی بابت موزوں اقدامات کر کے اور حکومت مالیات عامہ کے باب میں توسیعی پالیسی اختیار کر کے جلد اس صورت حال کی اصلاح کر سکتی ہے۔ یہاں ہم اس مفروضے کے تحت کہ تمام بنکوں کو مجموعی طور پر اپنے کاروبار میں خسارہ ہو رہا ہے۔ یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ایسی صورت میں بنکوں کو نیا نقد ملنے یا ان کے نقد میں کمی کا کیا اثر مرتب ہوگا۔

جب کاروباری طبقے کو کاروبار میں خسارہ ہو رہا ہو تو بحیثیت مجموعی سرمایہ کی طلب گرنے لگے گی۔ ایسی صورت حال میں اگر بنکوں کو نیا نقد حاصل ہو تو بھی مزید سرمایہ کی طلب نہ ہونے کے سبب ان کے لیے اپنے کاروبار کو وسعت دینا ممکن نہ ہوگا۔ بنکوں میں نئے نقد کی آمد زر کی رسد میں توسیع عمل میں لانے سے قاصر رہے گی خسارہ کی صورت میں نقد کی کمی، اگر یہ کمی اتنی ہو کہ کھاتوں میں گھٹتی ہوئی مقدار کے بالمقابل ضابطہ کے مطابق جو نقد محفوظ ہونا چاہیے اس سے کم رہ جائے، زر کی رسد میں مزید کمی کا سبب بنے گی۔ ایسی صورت میں زر کی رسد میں تخفیف کی رفتار تیز تر ہو جائے گی۔ (ظاہر ہے کہ ایسی صورت حال مرکزی بینک کی غلط پالیسی ہی کے نتیجے میں رونما ہو سکتی ہے)۔

بنکوں کو خسارہ کی صورت میں نقد میں اضافہ کا زر کی رسد میں اضافہ سے قاصر رہنا کوئی ایسی بات نہیں جو ہماری اصل بحث کے نتائج کے خلاف ہو، کیونکہ اوپر ہم یہ صراحت کر چکے ہیں کہ اس عمل کا انحصار اس بات پر ہے کہ کاروباری طبقہ کی جانب سے سرمایہ کی طلب موجود ہو۔ کاروبار میں خسارہ کے سبب سرمایہ کی طلب میں کمی نئے نقد کو توسیعی اثرات سے محروم کر دیتی ہے۔

چھٹا باب

مرکزی بنک

اعمال و وظائف

ملک کے نظام معیشت کو سہولت کے ساتھ چلانے کے لیے نظام بنک کاری کی نگرانی اور رہنمائی نیز زر اور کاروبار سے متعلق ریاست کی پالیسیوں کے نفاذ کے لیے ایک مرکزی بینک ہوگا۔ یہ بینک ریاست کی نگرانی میں کام کرے گا اس کا مقصد نفع کمانا نہیں بلکہ مفاد عامہ کا تحفظ اور مصالح عامہ کی ترویج ہوگا۔

غیر سودی نظام معیشت میں بھی مرکزی بینک وہی معروف وظائف ادا کرے گا جو جدید نظام بنک کاری میں ادا کرتا ہے۔ وہ کرنسی نوٹ جاری کرے گا[1] حکومت کا بنک ہوگا جس میں حکومت کھاتے

---

[1] یہ مرکزی بینک کا لازمی وظیفہ نہیں، حکومت اسے براہ راست بھی ادا کرسکتی ہے۔ لیکن دور جدید کی تمام معیشتوں میں یہ وظیفہ مرکزی بینک ہی کے سپرد کیا گیا ہے کیونکہ اسی میں سہولت ہے۔ البتہ کرنسی نوٹ جاری کرنے سے متعلق مرکزی بینک کے اختیارات ان قواعد وضوابط کے پابند ہوں گے جو ملک کی قانون ساز مجلس وضع کرے۔ ہم نے آئندہ صفحات میں مرکزی بینک کے اس وظیفہ پر تفصیلی گفتگو نہیں کی ہے۔ نہ اس امر پر کوئی روشنی ڈالی ہے کہ نوٹ جاری کرنے کے اختیار کو کن ضوابط کا پابند ہونا چاہیے۔ مرکزی بینک اور عام تجارتی بنکوں کے بین تعلق کے مطالعہ کے لیے یہ بحث ضروری نہیں ہے اور اس بحث کے لیے زر، مالیات اور معیشت کی تنظیم سے متعلق دوسرے امور سے تعرض ضروری ہوگا جن کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

کھولے گی۔[1] بیرونی ممالک سے مالی لین دین اسی بینک کے ذریعے انجام پائے گا اور یہی بینک دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات سے پیدا ہونے والے مالی امور و معاملات کا نگراں ہوگا۔[2] مرکزی بینک تمام دوسرے بینکوں کے لیے اسی طرح ایک بینک کا کام کرے گا۔ جس طرح ایک عام بینک کاروباری افراد اور اداروں اور عوام کے لیے کرتا ہے۔ اس بینک میں تمام بینکوں کے کھاتے کھلیں گے اور اس سے دوسرے بینکوں کو بوقت ضرورت قرض مل سکے گا۔

مرکزی بنک معیشت میں کاروبار، روزگار، آمدنیوں اور اشیاء کے عام نرخ کی سطح پر نظر رکھے گا اور انھیں موزوں معیاروں کے مطابق ترقی دینے یا مطلوبہ معیار پر قائم رکھنے کے لیے ضروری اقدامات کرتا رہے گا۔ وہ اپنے اقدامات کے ذریعے سرمایہ کاری کے مالی وسائل کو ان صنعتوں اور معیشت کے ان دائروں کی طرف لے جائے گا جن میں سرمایہ کاری اجتماعی مفادات و مصالح کے پیش نظر اولیت کی حامل ہو۔ وہ سرمایہ کاری کے لیے حسب ضرورت کریڈٹ کی فراہمی اور زر کی رسد کو اس کی طلب سے ہم آہنگ رکھنے کی کوشش کرے گا۔ عوام کی طلب نقد اور عام بینکوں کی ضروریات نقد کے پیش نظر مرکزی بنک، نقد کی رسد میں کمی بیشی کرتا رہے گا اور عام بینکوں کو حسب ضرورت نقد فراہم کرتا رہے گا۔ وہ عام بینکوں کی سرگرمیوں کو مفاد عامہ کے مطابق منظّم کرنے کا اہتمام کرے گا، مرکزی بینک حکومت کی مالی ضروریات کی تکمیل کے لیے ایسے کام انجام دے گا جو اس کے دائرۂ کار میں آتے ہوں۔

---

[1] ضروری نہیں کہ حکومت صرف مرکزی بنک کی کھاتہ دار ہو، وہ عام تجارتی بنکوں میں بھی اپنا سرمایہ جمع کر سکتی ہے، جیسا کہ امریکہ میں کیا جاتا ہے۔ یہ بات کہ حکومت اپنا سارا سرمایہ مرکزی بینک میں رکھے اور قرض لینا ہو تو بھی اکثر اسی کی طرف رجوع کرے۔ مرکزی بینک کے اعمال و وظائف، بالخصوص نوٹ جاری کرنے کے وظیفے پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ اگر چہ ہم نے یہی فرض کیا ہے کہ جیسا کہ برطانیہ میں کیا جاتا ہے حکومت مرکزی بینک کی کھاتہ دار ہوگی، لیکن ہم نے ان دونوں صورتوں کے فرق پر بحث سے گریز کیا ہے۔ اس فرق کا مرکزی بنک اور عام تجارتی بنکوں کے مابین تعلق پر زیادہ اثر نہیں پڑتا اور ہماری توجہ مرکزی بنک کی اسی حیثیت کی طرف مرکوز ہے۔

[2] مرکزی بینک کے اس اہم وظیفے پر بھی ہم کوئی روشنی نہیں ڈالیں گے۔ ہماری بحث کی حد تک یہ فرض کر لینا چاہیے کہ ایک ایسا ملک پیش نظر ہے جس کی معیشت خود کفیل اور اپنے دائرے میں محدود ہے۔ کسی دوسرے ملک کے ساتھ کوئی مالی تعلق نہیں رکھتی۔ نظام بنک کاری کے اس ابتدائی مطالعہ میں اس مفروضے سے بڑی سادگی اور سہولت پیدا ہو جائے گی۔ بیرون ملک مالی تعلقات اور ان کی نسبت سے ایک غیر سودی نظام بنک کاری کا مطالعہ علیحدہ سے کیا جا سکے گا۔

مثلاً حکومت کو عارضی طور پر قرض دینا، اس کی جانب سے اس کے لیے بنکوں، کاروباری اداروں اور عوام سے شرکت، مضاربت یا قرض کی بنیاد پر سرمایہ فراہم کرنا، اور حکومت کے جاری کردہ تجارتی حصص کے بازار میں قیمتوں کو بیجا اتار چڑھاؤ سے محفوظ رکھتے ہوئے ان میں یک گونہ استقرار بحال رکھنا[1] مرکزی بینک ملک کے سکہ کی اندرونی اور بیرونی قیمت پر نگاہ رکھے گا اور ان کو ایسی تبدیلیوں سے محفوظ رکھنے کا اہتمام کرے گا، جو ملک کے مفاد کے منافی ہوں[2]

عام بنکوں کی رہنمائی کرنے، ان کو اجتماعی مفادات و مصالح کے مطابق پالیسیاں اختیار کرنے پر آمادہ رکھنے اور ان کے کاروباری اقدامات کو اپنی طے شدہ پالیسیوں کے مطابق ڈھالنے کے سلسلے میں مرکزی بینک کا پہلا اور سب سے بڑا ذریعہ ہدایت، مشورہ اور اخلاقی اپیل کا طریقہ ہوگا۔ مرکزی بینک ضروری معلومات کی فراہمی، اعداد و شمار کی اشاعت اور بینکوں اور کاروباری اداروں کو معیشت کی مجموعی صورت حال اور اس کے ان عملی تقاضوں سے باخبر رکھنے کا اہتمام کرے گا جو زر کی رسد، کریڈٹ کی فراہمی اور سرمایہ کاری کی راہوں سے تعلق رکھتے ہوں۔ وہ انھیں یہ بتائے گا کہ کن صنعتوں یا معیشت کے کن دائروں میں قرض سرمایہ یا مضاربت کے اصول پر فراہم کیے جانے والے سرمایہ کی اجتماعی مفاد کے پیش نظر زیادہ ضرورت ہے تا کہ ان دائروں میں سرمایہ کاری کو اولیت حاصل ہو سکے۔ اسی طرح وہ کسی مخصوص صنعت میں مزید سرمایہ کاری کو اجتماعی مفاد کے لیے مضر یا غیر مفید سمجھے گا تو بنکوں کو مطلع کرے گا تا کہ وہ اجتماعی وسائل کو ضائع ہونے سے بچا سکیں۔

اگرچہ یہ توقع کی جاتی ہے کہ بہت سے امور میں مطلوبہ پالیسی کے اختیار کیے جانے کے لیے یہ بات کافی ہوگی کہ اس سے متعلق تمام ضروری معلومات اور ان کی روشنی میں باہمی مشورے سے مرتب کی جانے والی مطلوبہ پالیسی عام بنکوں کے سامنے آجائے لیکن مرکزی بینک حسب ضرورت عام بنکوں کے نام ایسے ہدایت نامے بھی جاری کر سکے گا جن کی تعمیل اجتماعی مفاد کے تحفظ کے لیے ضروری ہو۔ اگر ناگزیر ہو تو ان ہدایات کو احکام و فرامین کا درجہ بھی دیا جا سکے گا۔ عام حالات میں مرکزی بنک اور عام بنکوں کے ارباب حل و عقد کے درمیان تبادلۂ خیال اور باہمی مشورہ کے ذریعے متفق علیہ نتائج تک

---

[1] حکومت کی مالیات اور اس کے جاری کردہ حصص پر تفصیلی روشنی اگلے باب میں ڈالی گئی ہے۔

[2] مرکزی بنک کے اس اہم وظیفہ پر بھی تفصیلی گفتگو ہمارے موجودہ دائرۂ بحث سے خارج ہے۔

پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔ باہمی مشورہ اور تعاون کے لیے رسمی صورتیں بھی اختیار کی جائیں گی اور اس کا غیر رسمی طور پر بھی اہتمام کیا جائے گا۔ البتہ مختلف فیہ امور میں بھی مرکزی بنک کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ یہ بات کہ مرکزی بنک کے اختیارات کا دائرہ کیا ہے اور وہ عام بنکوں کو کب کن امور کی بابت کس قسم کے متعین احکام دے سکتا ہے، ملک کی مجلس قانون ساز متعین کردے گی۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ یہ تعیین اصولی نوعیت کی ہوگی۔ پوری کوشش کی جائے گی کہ مرکزی بنک کی بالادستی کے باوجود، عام بنکوں کو وہ آزادیٔ کاروبار حاصل رہے جو ان کے پھلنے پھولنے اور نفع کمانے کے لیے ضروری ہے۔ عام بنکوں اور مرکزی بنک کے درمیان تعاون اور اعتماد باہم کی فضا قائم رکھنے کی بھی پوری کوشش کی جائے گی۔

بنیادی ضابطے

اس مطالعہ میں اس اجمال کی پوری تفصیل ممکن نہیں جو اوپر کی عبارتوں میں پایا جاتا ہے۔ ذیل میں ہم چند ایسے ضوابط کا قدرے تفصیل سے مطالعہ کریں گے جو مرکزی بنک اور عام بنکوں کے باہمی رشتے میں کلیدی اہمیت رکھتے ہیں اور مرکزی بنک کی زر و بنک کاری کی بابت بالادستی کا عملی اظہار ہیں۔ یہ ضوابط ابتدا ہی سے معلوم اور متعین ہوں گے۔ البتہ مرکزی بنک مذکورہ بالا مقاصد کے حصول بالخصوص زر کی رسد میں حسب مرضی توسیع یا تخفیف عمل میں لانے کے لیے ان ضوابط میں حسب ضرورت ترمیم کا مجاز ہوگا۔ ان ضوابط کا وجود عوام کے لیے اس بات کی ضمانت ہوگا کہ وہ عام بنکوں پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مرکزی بنک کی جانب سے عام بنکوں کی ایسی رہنمائی، نگرانی اور امداد کی جاتی رہے گی کہ وہ ان معاہدوں کو پورا کر سکیں جو انھوں نے عوام سے کیے ہوں۔ یہ ضوابط درج ذیل ہیں:

(۱) ہر بینک کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اپنے قرض اور مضاربت کھاتوں میں جمع کل سرمایہ کا ایک متعین فی صد حصہ نقد کی صورت میں محفوظ رکھے۔ نقد محفوظ اور کھاتوں کی میزان کے مابین نسبت کو ہم آئندہ نسبت نقد محفوظ (Reserve Ratio) کا نام دیں گے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ یہ نسبت دس فی صد ہو، اس نقد محفوظ کا ایک حصہ مرکزی بنک کے پاس جمع کیا جانا چاہیے اور دوسرا حصہ بنکوں کی تحویل میں ہونا چاہیے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ ہر بینک اپنے ریزرو کا اوسطاً، نصف حصہ مرکزی بنک میں جمع رکھے۔ البتہ سہولت کی خاطر چھوٹے بنکوں بالخصوص ان بنکوں کو جو ایسے مقامات پر ہوں جہاں مرکزی

بنک کی کوئی شاخ نہ ہو، اس ضابطہ سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے۔ وہ اس امر کے پابند ہوں گے کہ مرکزی بنک کے حصہ کا ریزرو اس کے کھاتہ میں اپنے پاس محفوظ رکھیں۔ یہ طریقہ موجودہ نظام میں بھی رائج ہے۔

اس ضابطہ کا منشاء یہ نہیں کہ ہر آن بنک کا نقد محفوظ اس کے کھاتوں کی میزان کا دس فی صد ہو۔ یہ بات کافی ہوگی کہ ہر ہفتے اس کے نقد محفوظ کا روزانہ اوسط اس کے کھاتوں کی میزان کے روزانہ اوسط کا دس فی صد ہو۔ اسی طرح یہ بات کافی ہوگی کہ مرکزی بنک میں اس بنک کے کھاتہ میں جمع رقم کا روزانہ اوسط ہر ہفتہ اس کے نقد محفوظ کے مذکورہ بالا اوسط کا نصف ہو۔

اوپر ہم یہ بتا چکے ہیں کہ ہر بینک مرکزی بنک میں اپنا کھاتہ کھولے گا۔ بنک کے ریزرو کا نصف اس کے اسی کھاتہ میں جمع ہوگا۔ بنک اس لازمی ریزرو کے ماسوا اپنے کھاتہ میں فاضل رقم رکھنے کے لیے پوری طرح آزاد ہوگا۔ یہ فاضل رقم وہ کسی وقت بھی واپس طلب کر سکے گا یا چک کے ذریعے کسی دوسرے بنک یا ادارے کو منتقل کر سکے گا۔ البتہ اپنے لازمی ریزرو کو وہ اسی شرط کے تحت استعمال کر سکے گا کہ ہفتہ بھر کا روزانہ اوسط ضابطہ کے مطابق ہو، اس سے کم نہ ہو جائے کسی بنک کو اس کا لازمی ریزرو اسی صورت میں واپس کیا جاسکے گا جب وہ اپنا کاروبار ختم کر کے اپنی مالی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ان کی واپسی چاہے۔

اس ضابطے کے مطابق بنکوں کی اپنی نقد تحویل میں ان کے کھاتوں کی میزان کا صرف پانچ فی صد نقد کی صورت میں موجود ہونا کافی سمجھا جائے گا۔ ہم یہ فرض کر رہے ہیں کہ عام حالات میں اتنا نقد بنک میں روزمرہ جمع کیے جانے والے نقد کے ساتھ مل کر قرض اور مضاربت کھاتہ سے نقد کی صورت میں واپس طلب کی جانے والی رقموں کو ادا کرنے کے لیے کافی ہوگا[1]۔ عملاً زیادہ تر رقمیں قرض کھاتہ سے نکالی جائیں گی۔ مضاربت کھاتہ سے عام دنوں یا ہفتوں میں نسبتہً بہت کم رقوم نکالی جائیں گی اور بنک کو اس کی پیشگی اطلاع ملے گی۔ اس اطلاع کے بعد وہ حسب ضرورت نیا نقد حاصل کرنے کے لیے ضروری

---

[1] گزشتہ ابواب میں ہم نے یہ فرض کیا تھا کہ اگر بنک اپنے کھاتوں کی میزان کا دس فی صد ریزرو رکھیں تو وہ عوام کے مطالبات نقد پورے کر سکیں گے۔ یہ مفروضہ اب بھی قائم ہے۔ البتہ اس پر اس بات کا اضافہ کیا گیا ہے کہ دس فی صد ریزرو کا نصف مرکزی بینک میں جمع رہے گا۔ جیسا کہ آئندہ صفحات سے واضح ہوگا، اپنی نقد تحویل کے علاوہ عام بنکوں کو بوقت ضرورت مرکزی بنک سے مزید نقد بھی حاصل ہو سکے گا۔

اقدامات کر سکے گا۔ مضاربت کھاتہ سے زیادہ رقمیں سہ ماہی کے اختتام پر، یعنی ان تاریخوں پر نکالی جائیں گی جو مضاربت کھاتہ کے حساب کے لیے مقرر کی گئی ہوں۔ لیکن ان تاریخوں پر مضاربت کھاتہ میں نئی رقوم بھی جمع کی جائیں گی۔ نیز بعض کاروباری فریقوں سے سرمایہ بھی واپس ملے گا۔

(۲) ہر بینک کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اپنے قرض کھاتہ میں جمع کل سرمایہ کا ایک متعین فی صد حصہ قرض کے طور پر دینے کے لیے آمادہ رہے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ یہ متعین نسبت پچاس فی صد ہو۔ اس نسبت کے لیے ہم آئندہ نسبتِ قرض (Lending Ratio) کی اصطلاح استعمال کریں گے۔

ضروری نہیں کہ ہر وقت بنک نے عملاً اپنے قرض کھاتہ کے نصف کے بقدر قرض دے رکھا ہو، نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔ اگر بنک چاہے تو وہ اس سے زیادہ قرض دے سکتا ہے۔ البتہ چونکہ ان قرضوں سے بنک کو کوئی نفع نہ ہوگا لہٰذا قرین قیاس یہی ہے کہ کوئی بنک اس سے زیادہ قرض دینے پر آمادہ نہ ہوگا جتنا اسے مقررہ نسبت قرض کے مطابق دینا چاہیے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قرض کی طلب کم ہونے کے سبب بنک کے دیئے ہوئے قرضے اس مقدار سے کم ہوں جو نسبت قرض کے مطابق ہونی چاہیے۔ ان قرضوں کی عارضی نوعیت اور ان کے بالمقابل ضمانت نیز ان کی واپسی سے متعلق قواعد و ضوابط کے پیش نظر یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ ان کے غیر سودی ہونے کے باوجود بعض حالات میں ان کی طلب کم ہو اور کاروباری طبقہ مضاربت کے اصول پر حاصل کیے ہوئے سرمایہ سے زیادہ سے زیادہ کام لینا چاہے۔

اس ضابطہ کی تکمیل کے لیے بھی ہر ہفتے قرض کھاتہ اور دیئے ہوئے قرضوں کی مقداروں کے روزانہ اوسط پر نگاہ رکھی جائے گی۔ ہر روز کے حسابات کا علاحدہ علاحدہ اس ضابطہ کے مطابق ہونا ضروری نہیں سمجھا جائے گا۔

(۳) جب عام بنکوں کو عوام کے مطالبات نقد کی تکمیل کے لیے اپنی نقد تحویل کے علاوہ مزید نقد سرمایہ کی ضرورت ہو تو وہ اپنے دیئے ہوئے قرضوں یا بھنائی ہوئی ہنڈیوں کی سندیں پیش کر کے مرکزی بینک سے قرض حاصل کر سکیں گے۔ یہ قرض عارضی ہوگا اور اس کی مقدار بنک کے دیئے ہوئے قرض کی ایک متعین فی صد سے زائد نہ ہوگی۔ اس فی صد یعنی مرکزی بنک سے مل سکنے والے قرض اور بنک کے دیئے ہوئے قرضوں کی میزان (جس میں بھنائی ہنڈیاں بھی شامل ہیں) کے مابین نسبت

کو ہم آئندہ نسبت استقراض (Borrowing Ratio) کا نام دیں گے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ یہ نسبت ۲۵ فی صد ہو۔

ضابطۂ استقراض کے تحت مرکزی بنک سے قرض اسی صورت میں مل سکے گا جب بنکوں کو مزید نقد کی ضرورت عوام کی طلب نقد میں اضافہ کے سبب پڑی ہو نہ کہ مرکزی بنک کے کسی اقدام بالخصوص نسبت ریزرو میں اضافہ کے سبب۔ یہ قرض ابتداءً ایک چھوٹی مدت مثلاً ایک ہفتہ دو ہفتہ یا تین ہفتہ کے لیے دیا جائے گا۔ البتہ اگر عوام کی جانب سے نقد کے مطالبات میں کمی ہوتی نہ نظر آئے تو مرکزی بنک ان قرضوں کی تجدید کر دیا کرے گا۔ منشاء یہ ہے کہ مرکزی بنک سے حاصل کیے ہوئے اس نقد کو بنک اپنے کاروبار میں توسیع کے لیے نہ استعمال کریں بلکہ طلب نقد میں اضافہ سے پیدا ہونے والی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے استعمال کریں۔ اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ صورت حال عارضی ہوتی ہے۔ اگر عوام کی طلب نقد میں مستقل اضافہ ہوتا نظر آئے تو اس صورت حال کا علاج مرکزی بنک نظام بنک کاری کو مستقل طور پر مزید نقد عطا کر کے کرے گا جس کے لیے وہ حصص کی خریداری کا اقدام کرے گا جس کی وضاحت آئندہ صفحات میں کی جائے گی۔

(۴) مرکزی بنک کو اختیار ہوگا کہ وہ دیئے جانے والے قرضوں یا بھنائی جانے والی تجارتی ہنڈیوں کی مختلف قسموں کے بالمقابل استقراض کی نسبتیں مختلف رکھے۔ مثلاً یہ کہ زراعت سے متعلق کاروبار کرنے والوں کو جو قرضے دیئے گئے ہوں ان کے بالمقابل چالیس فی صد قرض دینے کا وعدہ کرے اور کسی مخصوص صنعت سے متعلق قرضوں کے بالمقابل صرف دس فی صد قرض دینے کا اعلان کرے۔ روئی کی تجارت سے متعلق ہنڈیوں کے بالمقابل استقراض کی نسبت تیس فی صد رکھے، مگر غلّے کی تجارت سے متعلق ہنڈیوں کے بالمقابل استقراض کی نسبت بیس فی صد رکھے، وغیرہ، جیسا کہ آئندہ واضح کیا جائے گا۔ اس ضابطہ کو مرکزی بنک معیشت میں سرمایہ کاری کی راہوں پر اثر انداز ہونے اور کاروبار کے مخصوص دائروں میں کریڈٹ کی فراہمی کو قابو میں رکھنے کے لیے استعمال کرے گا۔

(۵) مرکزی بنک تجارتی حصص کی خرید و فروخت کا مجاز ہوگا۔

آئندہ صفحات میں یہ واضح کیا جائے گا کہ ان ضوابط اور ان میں ترمیمات کو مرکزی بنک کس طرح عام بنکوں کے کاروبار اور زر کی رسد کو قابو میں رکھنے کے لیے استعمال کرے گا۔ نسبت نقد محفوظ میں

موزوں تبدیلیاں عمل میں لاکر وہ عام بینکوں کی تخلیق زر کی قوت کو قابو میں رکھے گا اور ان کی نقدیت پر اثر انداز ہوکر زر کی مجموعی رسد میں حسب مرضی توسیع یا تخفیف عمل میں لا سکے گا۔ نسبت استقراض میں تبدیلی کے ذریعے مرکزی بنک عوام کی بدلتی ہوئی طلب نقد کے مطابق عام بینکوں کی ضروریات نقد کی تکمیل کے ذریعے یہ ممکن بنادے گا کہ وہ ہر حالت میں اپنے کھاتہ داروں کے مطالبات نقد پورے کرسکیں۔ غیر معمولی حالات میں اس تبدیلی کو توسیع زر کے عمل کو روکنے یا رسد زر میں تخفیف عمل میں لانے کے لیے استعمال کیا جاسکے گا۔ مختلف قسم کی ہنڈیوں اور کاروبار کے مختلف دائروں کے لیے دیے ہوئے قرضوں کے بالمقابل استقراض کی مختلف نسبتیں وضع کرنے کا مقصد مخصوص صنعتوں کے لیے قرض کی رسد میں اضافہ یا کمی کرنا ہوگا۔ اس طریقے کو مضاربت پر سرمایہ فراہم کرنے کے سلسلے میں اہم ترین، اہم اور نسبۃً کم اہم صنعتوں کی نشان دہی کے پہلو بہ پہلو معیشت میں سرمایہ کاری کو مطلوبہ راہوں کی طرف لے جانے کے لیے استعمال کیا جاسکے گا۔ مرکزی بنک تجارتی حصص کی خرید وفروخت کو بنکوں کو نیا نقد دینے یا اس سے نقد واپس لینے کا ذریعہ بنائے گا تا کہ غیر معمولی حالات میں زر کی رسد میں توسیع یا تخفیف عمل میں لانے کا کام موثر طریقے پر انجام پاسکے۔ نیز ایک ترقی پذیر معیشت میں زر کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے پیش نظر زر کی رسد میں مسلسل اضافہ کے لیے بینکوں کی نقد تحویل میں مسلسل اضافہ کا اہتمام کیا جاسکے۔ نسبت قرض میں تبدیلیوں کا منشا کاروبار کے لیے طویل المیعاد اور قیصر المیعاد سرمایوں کے درمیان توازن برقرار رکھنا ہے۔ ذیل میں ان باتوں کو تفصیل کے ساتھ مثالوں کے ذریعے واضح کیا جائے گا۔

یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ اوپر ہم نے نقد محفوظ، قرض اور استقراض کی جو نسبتیں تجویز کی ہیں ان کی حیثیت صرف مثالوں کی ہے۔ یہ نسبتیں اس سے مختلف بھی ہوسکتی ہیں۔ موزوں نسبتوں کی دریافت غیر سودی نظام بنک کاری کے قیام اور اس کے عملی تجربے کے بعد ہی ممکن ہوگی۔ ہماری تجویز کردہ نسبتوں کو بطور مثال سامنے رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا ضوابط کو ان کی بنیاد پر آسانی کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے۔

قبل اس کے کہ ہم زر کی رسد میں توسیع یا تخفیف عمل میں لانے کے لیے ریزرو، استقراض اور حصص کی خرید وفروخت کے آلات کے استعمال اور ان کی اثر انگیزی پر غور کریں۔ اس حقیقت کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عملاً زر کی رسد میں توسیع کے لیے کیے جانے والے اقدامات کا موثر ہونا اتنا یقینی

نہیں ہوتا جتنا تخفیف کے لیے کیے جانے والے اقدامات کا موثر ہونا۔ یہ بات جس طرح موجودہ سودی نظام میں پائی جاتی ہے اسی طرح غیر سودی نظام میں بھی پائی جائے گی کیونکہ اس کا انحصار سود پر نہیں بلکہ دوسرے اسباب وعوامل پر ہے۔ مرکزی بنک کے توسیعی اقدامات بنکوں کے لیے نئے زر بنک کی تخلیق کو ممکن بنا دیتے ہیں مگر اس امکان کے عمل کا جامہ پہننے کے لیے ضروری ہے کہ کاروباری طبقے کی جانب سے نئے سرمایہ کی طلب بھی موجود ہو۔ اگر طلب کمزور ہے تو توسیعی اقدامات محدود پیمانہ پر ہی کامیاب ہوسکیں گے۔ اس کے برعکس تخفیفی اقدامات بینک کو کاروباری طبقہ سے سرمایہ واپس لینے پر مجبور کر کے زر کی مجموعی رسد میں کمی کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ بنک زیادہ عرصہ ان اقدامات کا مقابلہ نہیں کر سکتے، افراطِ زر (Inflation) کو روکنے کے لیے زر کی رسد میں کمی زیادہ آسان ہے۔ بہ نسبت تفریط زر (Deflation) کو دور کرنے کے لیے زر کی رسد میں اضافہ کے۔ مزید برآں ان دونوں مقاصد کے حصول میں زر سے متعلق اقدامات (Monetary Measures) ایک حد تک ہی کامیاب ہوسکتے ہیں۔ ان اقدامات کے ساتھ مالیاتِ عامہ سے متعلق اقدامات (Fiscal Measures) کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔

زر بنک کی تخلیق یا منسوخی یعنی کریڈٹ میں توسیع یا تخفیف کا انحصار اس بات پر ہے کہ بنکوں کی نقد تحویل میں اضافہ یا کمی عمل میں لائی جائے۔ چونکہ بنک اپنے کھاتوں اور اپنی نقد تحویل کے درمیان ایک خاص تناسب برقرار رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں لہٰذا جب ان کو نیا نقد ملتا ہے تو وہ اس تناسب کو برقرار رکھنے کے لیے ایسے اقدامات کرتے ہیں کہ ان کے کھاتوں کی مقدار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب ان کی نقد تحویل مطلوبہ تناسب سے کم ہو جاتی ہے تو وہ ایسے اقدامات کرتے ہیں کہ جن کے نتیجے میں کھاتوں کی میزان اتنی کم ہو جاتی ہے کہ نقد تحویل اور کھاتوں کی نئی میزان کے درمیان مطلوبہ تناسب قائم ہو جاتا ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت گزشتہ باب میں تفصیل کے ساتھ کی جا چکی ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر مرکزی بنک یہ چاہتا ہو کہ عام بنکوں کے کھاتوں میں اضافہ ہو تو اسے ایسے اقدامات کرنے ہوں گے کہ بنکوں کے پاس مطلوبہ تناسب سے زیادہ نقد ظاہر ہو۔ اس کے برعکس اگر وہ کھاتوں میں کمی چاہتا ہو تو اسے ایسا قدم اٹھانا ہوگا کہ بنکوں کو مطلوبہ تناسب برقرار رکھنے کے لیے مزید نقد کی ضرورت محسوس ہو۔ ریزرو، استقراض اور حصص سے متعلق ان اقدامات کا مطالعہ ذیل میں کیا جائے گا۔

(۱) نسبت نقد محفوظ میں تبدیلی

جدید بنک کاری کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ پہلے ریزرو سے متعلق ضابطہ کا منشاء صرف یہ تھا کہ کھاتہ داروں کے مفادات کا تحفظ کرنے کے لیے بنکوں کی نقدیت برقرار رکھی جائے۔ لیکن جدید ترین رجحان یہ ہے کہ ان ضوابط کی موجودگی مرکزی بنک کو بنکوں کے کاروبار اور زر کی رسد کو قابو میں رکھنے کا عمدہ موقع بھی فراہم کرتی ہے اور ان ضوابط کی یہ نوعیت عملاً زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ چنانچہ اب ان ضوابط کو وضع کرنے میں بھی اس امر کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ ان کو مرکزی بنک کی پالیسی کا ایک اہم آلہ بنایا جائے۔

کسی ملک کے عام بینکوں یا مختلف علاقوں میں واقع بینکوں کے لیے مرکزی بینک ریزرو کی جو نسبتیں طے کرتا ہے ان کی تعیین کے اصول کیا ہیں۔ اس مسئلہ پر یہاں تفصیلی بحث ضروری نہیں۔ مذکورہ بالا مصالح کے علاوہ اس تعیین کی بنیاد عوام کی وہ عادت ہے جو اپنے سرمایہ کو نقد کی صورت میں اپنے پاس رکھنے اور بنک میں جمع رکھنے کے سلسلے میں پائی جاتی ہے۔ اس عادت یا مذکورہ بالا مصالح میں عرصۂ مختصر کے اندر کوئی قابل لحاظ تبدیلی نہیں ہوتی لہٰذا جو مسئلہ عملاً زیادہ اہم ہے وہ پہلے سے طے شدہ اور نافذ نسبتِ نقد محفوظ میں تبدیلی کا مسئلہ ہے۔ اس تبدیلی سے مرکزی بنک کا منشا بنکوں کی نقدیت پر اثر انداز ہو کر زر کی رسد میں اضافہ یا کمی کرنا ہوتا ہے۔

اگر مرکزی بنک معیشت میں کریڈٹ کی تخفیف چاہتا ہو تو وہ نسبت نقد محفوظ میں اضافہ کردے گا۔ اس اضافہ کے نتیجے میں عام بینکوں کو اپنے نقد ریزرو میں اضافہ کی ضرورت محسوس ہوگی۔[1] نیا نقد حاصل کرنے کے لیے وہ حصص فروخت کرنے اور کاروباری طبقہ کو فراہم کردہ سرمایہ کا ایک حصہ

---

[1] یہاں یہ فرض کیا جارہا ہے کہ بینکوں کے پاس فاضل نقد موجود نہیں ہے بلکہ اتنا ہی نقد ہے جتنا نسبت نقد محفوظ کے مطابق ہونا چاہیے تھا۔ چونکہ تخفیف سے متعلق اقدامات سرمایہ کی بڑھتی ہوئی طلب کے دوران کیے جاتے ہیں لہٰذا قرین قیاس یہی ہے کہ سرمایہ کی بڑھی ہوئی طلب سے فائدہ اٹھا کر بنکوں نے زیادہ سے زیادہ سرمایہ مضاربت اور قرض کے طور پر فراہم کیا ہوگا اور اب ان کے پاس فاضل نقد نہ موجود ہوگا۔ پھر بھی اس بات کا ذکر مناسب ہوگا کہ اگر بنکوں کے پاس فاضل نقد موجود ہو تو اس حد تک وہ نسبت نقد محفوظ میں اضافہ کے باوجود نئے نقد کے محتاج نہ ہوں گے اور کاروباری طبقہ سے سرمایہ واپس طلب کرنے پر نہیں مجبور ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اس امکان کا دائرہ بہت محدود ہے اور مرکزی بنک نسبت نقد محفوظ میں اتنا زیادہ اضافہ کرسکتا ہے کہ وہ سرمایہ واپس طلب کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

واپس لینے پر مجبور ہوں گے کیونکہ اس صورت میں انھیں مرکزی بینک سے قرض نہیں مل سکے گا۔ حصص کی فروخت اور کاروباری طبقہ سے سرمایہ واپس طلب کرنے کے نتیجے میں ان کے کھاتوں میں کمی آئے گی اور کریڈٹ میں تخفیف کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

اگر مرکزی بنک معیشت میں کریڈٹ کی توسیع چاہتا ہو تو وہ نسبت نقد محفوظ میں کمی کر دے گا۔ اس کمی کے نتیجے میں بنکوں کو اپنی موجودہ نقد تحویل کا ایک حصہ فاضل نظر آئے گا اور وہ اس کے ذریعے نفع کمانے کے لیے حصص خریدنے یا کاروباری طبقے کو مضاربت کے اصول پر فراہم کرنے کا اقدام کریں گے۔[1] کاروباری طبقے کو سرمایہ کی رسد میں اضافہ کے نتیجے میں بنکوں کے کھاتوں میں مزید سرمایہ جمع کیا جائے گا اور کریڈٹ میں توسیع کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

اس اجمال کی تفصیل ذیل میں عددی مثالوں کے ذریعے پیش کی گئی ہے۔ پہلی مثال کریڈٹ میں تخفیف کا عمل واضح کرتی ہے۔ فرض کیجیے کہ عرصۂ زیر غور کے آغاز میں نسبت نقد محفوظ دس فی صد تھی مگر مرکزی بنک نے اب اس میں اضافہ کر کے گیارہ فی صد کر دیا۔ پہلے کی طرح اب بھی اس ریزرو کا نصف مرکزی بنک کے پاس جمع کرنا ضروری ہے مگر ذیل کے نقشہ میں اس کی صراحت نہیں کی گئی ہے۔ اور پورے ریزرو کو 'نقد محفوظ' کے کالم میں ایک ساتھ درج کیا گیا ہے۔ ہماری مثال پر اس بات کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ بنک کے ریزور کا کتنا حصہ کس خزانہ میں جمع ہے۔

جب نسبت نقد محفوظ دس فی صد تھی تو بنکوں کے مجموعی حسابات کا نقشہ وہ تھا جو پہلی سطر میں

---

[1] یہاں یہ فرض کیا جا رہا ہے کہ کاروباری طبقہ میں سرمایہ کی طلب موجود ہے اگر کساد بازاری کے سبب طلب مفقود ہو تو بنکوں کے لیے اپنے فاضل نقد کا نفع آور استعمال دشوار ہوگا۔

یہاں اس بات کی طرف اشارہ مناسب ہوگا کہ سودی معیشت میں بنک سے قرض کی طلب اسی وقت تک قائم رہتی ہے جب تک سرمایہ کاری سے متوقع شرح نفع متعینہ شرح سود سے زیادہ ہو۔ غیر سودی معیشت میں بنک متعین شرح سود کی بجائے کاروباری فریق کے نفع میں حصہ دار ہوگا، خواہ یہ نفع کم ہو یا زیادہ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نظری طور پر بنک سے مضاربت پر سرمایہ حاصل کرنے کی طلب اس وقت قائم رہے گی جب تک سرمایہ کاری کے نتیجے میں متوقع شرح نفع صفر سے زائد ہو۔ جہاں تک قرض سرمایہ کی طلب کا سوال ہے وہ ہمارے مجوّزہ نظام میں مضاربت سرمایہ کی طلب پر منحصر اور اسی کا تتمہ ہے۔

درج ہے۔ نسبت نقد محفوظ بڑھا کر گیارہ فی صد کر دینے کے بعد کریڈٹ میں تخفیف کا عمل پورا ہو جانے پر مجموعی حسابات کا نقشہ وہ ہوگا جو دوسری سطر میں درج ہے[1]

قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت	زر کی مجموعی رسد
ذمہ داریاں		اثاثے			
قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت	
۶۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۳۰۰۰۰	۶۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۵۴۰۰۰	۳۶۰۰۰	۱۰۰۰۰	۲۷۰۰۰	۵۳۰۰۰	۹۰۰۰۰

پہلی سطر جو صورت حال سامنے لاتی ہے اس کے دوسری سطر میں مذکور صورت حال میں تبدیل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ نسبت نقد محفوظ میں اضافہ ہونے پر بنکوں نے اپنی نقد تحویل میں ایک ہزار کا اضافہ ضروری سمجھا اور قرض اور مضاربت پر فراہم کردہ سرمایہ میں سے ایک ہزار واپس طلب کر لیا۔ اس کی مختلف صورتیں ممکن ہیں جو ایک ساتھ بھی اختیار کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً کچھ حصص کی فروخت، عند الطلب واپسی کے وعدے پر دیئے ہوئے قرضوں کو واپس طلب کر لینا، جن قرضوں کی مدت پوری ہو رہی ہو ان کی تجدید نہ کرنا اور مضاربت پر دیئے ہوئے سرمایہ میں سے جن سرمایوں کی واپسی از روئے معاہدہ ممکن ہو ان کو واپس طلب کر لینا۔ جب بنک ایک ہزار واپس لے گا تو اس کے کھاتوں میں بھی ایک ہزار کی کمی واقع ہوگی۔ بالفاظ دیگر بنکوں کو جو ایک ہزار واپس ملے گا وہ ان بنکوں ہی سے لے کر ادا کیا جائے گا اور ان کے نقد میں عملاً کوئی اضافہ نہ ہوگا۔ البتہ چونکہ کھاتوں میں ایک ہزار کی کمی واقع ہوگئی ہے اس لیے اب ان کو نئی نسبت نقد محفوظ کا تقاضا پورا کرنے کے لیے صرف آٹھ سو دس روپے اور درکار ہیں نہ کہ ایک ہزار۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے جب وہ مزید سرمایہ واپس لیں گے تو پھر یہی عمل دہرایا جائے گا۔ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ البتہ ہر بار بنکوں کو پہلے سے کم سرمایہ واپس حاصل کرنا ہوگا۔ ایک

---

[1] سہولت کی خاطر دوسری سطر میں مقداریں درج کرتے وقت ہزار سے کم رقموں کو نہیں درج کیا گیا ہے۔ ٹھیک حساب کے مطابق زر کی مجموعی رسد ۹۰۹۰۹ ہونی چاہیے۔ اسی طرح تمام مقداریں اوپر درج کی ہوئی مقداروں سے کچھ زیادہ ہوں گی۔

مرحلہ ایسا آئے گا جب مزید سرمایہ واپس لینے کی ضرورت نہ رہ جائے گی کیونکہ ان کے کھاتوں میں دس ہزار کی کمی واقع ہو چکی ہوگی اور ان کی موجودہ نقد تحویل یعنی دس ہزار کھاتوں کی نئی میزان کا گیارہ فی صد ہوگی۔ حسابات کا تفصیلی نقشہ وہ ہوگا۔ جو دوسری سطر میں درج ہے۔ بنکوں کے حسابات میں توازن برقرار ہو جائے گا اور نئی نسبت نقد محفوظ کا تقاضا پورا ہو رہا ہوگا۔ اس پورے عمل کا خلاصہ یہ ہے کہ نسبت نقد محفوظ میں اضافہ کے سبب بنک سرمایہ واپس لے کر مزید نقد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے مگر انھیں مزید نقد حاصل ہونے کی بجائے ان کے کھاتوں میں اتنی کمی ہو جائے گی کہ ان کی موجودہ نقد تحویل نئی نسبت نقد محفوظ کے مطابق ہو جائے گی۔

دوسری سطر میں ذمہ داریوں کا خانہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اب بھی قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ کے درمیان وہی نسبت قائم ہے جو آغاز میں پائی جاتی تھی۔ اس کا سبب ہمارا یہ مفروضہ ہے کہ جب بھی بنکوں سے رقمیں نکالی جاتی ہیں قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ سے ساٹھ اور چالیس کی نسبت سے نکالی جاتی ہیں۔ اس مفروضے کی وضاحت گزشتہ باب میں کی جا چکی ہے۔ فرض کیجیے بنک حصص فروخت کرتے ہیں۔ جو لوگ ان حصص کر خریدیں گے ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو آمدنی میں سے بچت کر کے اپنی بچت کو نفع آور کاروبار میں لگانے کے لیے حصص خریدنے کا فیصلہ کریں گے۔ یہ لوگ قرض کھاتہ میں جمع آمدنیوں میں سے رقمیں نکال کر حصص کی قیمت ادا کریں گے۔ بعض لوگ وہ ہوں گے جو سابق بچت کو جو بنکوں کے مضاربت کھاتوں میں جمع ہے۔ اب حصص کی خریداری میں لگانے کا فیصلہ کریں گے، یہ لوگ مضاربت کھاتہ سے رقمیں نکال کر حصص خریدیں گے۔ اسی طرح اگر بنک کاروباری طبقہ سے قرض اور مضاربت پر دیا ہوا سرمایہ واپس لیتا ہے تو اس سے کاروبار کا دائرہ سکڑے گا۔ اور آمدنیاں کم ہوں گی، جس کا اثر بالآخر جاری حسابات یعنی قرض کھاتہ اور بچت یعنی مضاربت کھاتہ دونوں پر پڑے گا۔ جیسا کہ گزشتہ باب میں واضح کیا جا چکا ہے، اگر کھاتوں کے باہمی تناسب کے بارے میں اس مفروضہ کو ترک کر دیا جائے تو بھی زر کی رسد میں تخفیف کے عمل پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

دوسری سطر میں اثاثوں کے خانہ میں نقد محفوظ کی مقدار اب بھی اتنی ہی ہے جتنی پہلی سطر میں ظاہر کی گئی ہے۔ اس کا سبب اوپر واضح کیا جا چکا ہے۔ چونکہ عوام کی طلب نقد کو ہم ایک حالت پر قائم فرض کر رہے ہیں اور بنکوں کو مرکزی بنک سے نیا نقد نہیں مل سکا ہے، نہ مرکزی بنک نے حصص کی فروخت کے

ذریعے عام بنکوں کے نقد کا ایک حصہ واپس لیا ہے۔ لہٰذا بنکوں کی نقد تحویل میں کوئی کمی یا اضافہ نہیں ہوگا۔

قرض دیا ہوا سرمایہ اب بھی قرض کھاتہ کا نصف ہے، جیسا کہ ضابطہ کا تقاضا ہے۔ بنک قرض سرمایہ کو واپس طلب کرنے میں اس ضابطہ کی پابندی پر مجبور ہوں گے، اور اتنا ہی قرض واپس لے سکیں گے جتنا قرض کھاتہ کی مقدار میں کمی کے پیش نظر واپس لیا جاسکتا ہو۔

مضاربت پر دیا ہوا سرمایہ نہ صرف پہلے سے کم ہے بلکہ اس سرمایہ میں فی صد کمی قرض دیئے ہوئے سرمایہ میں واقع ہونے والی فی صد کمی سے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بنکوں کو زیادہ ریزرو رکھنا ہوگا تو اس کا اثر قرض کھاتہ کے اس حصہ پر بھی پڑے گا جسے وہ نفع آور کاروبار میں استعمال کرسکتے ہیں۔ مضاربت پر دیا ہوا سرمایہ کل سرمایہ کا ۶۰ فی صد تھا، باقی ۴۰ فی صد میں سے دس فی صد ریزرو اور تیس فی صد قرض دینے کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ اب کل سرمایہ کا تیس فی صد قرض دینے کے لیے اور گیارہ فی صد ریزرو کے لیے مخصوص ہوگیا ہے۔ جس کے سبب مضاربت پر دینے کے لیے صرف انسٹھ (۵۹) فی صد سرمایہ میسر آسکا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نسبت نقد محفوظ میں اضافہ سے زر کی رسد میں کمی کے ساتھ بنکوں کے نفع آور کاروبار میں مطلق اور اضافی دونوں طرح کی کمی واقع ہوتی ہے۔

دوسری سطر میں پہلی سطر کے مقابلہ سے معلوم ہوا کہ نسبت نقد محفوظ میں اضافہ کے نتیجے میں زر کی رسد میں دس ہزار کی کمی واقع ہوگئی۔ دس ہزار کے بقدر زر بنک معدوم ہوچکا ہے۔ یعنی بنکوں کے کھاتوں کی میزان دس ہزار کے بقدر کم ہوگئی ہے۔

اگر مرکزی بنک نسبت نقد محفوظ کو دس فی صد سے گھٹا کر نو فی صد کردے تو کریڈٹ میں توسیع عمل میں آئے گی۔ اس عمل کو ذیل کے نقشے کی مدد سے سمجھا جاسکتا ہے۔ پہلی سطر میں بنکوں کے حسابات کا وہی نقشہ درج کیا گیا ہے جو دس فی صد نسبت نقد محفوظ کے تحت اوپر درج کیا جاچکا ہے۔ دوسری سطر یہ بتاتی ہے کہ نسبت نقد محفوظ نو فی صد کردی جائے تو کریڈٹ کی مرحلہ وار توسیع کا عمل پورا ہوجانے پر بنکوں کے حسابات کا نقشہ کیا ہوگا۔[1]

---

[1] دوسری سطر کی مقداریں اس سے کم درج کی گئی ہیں جتنی کہ وہ ٹھیک حساب کے مطابق ہونی چاہئیں، مثلاً زر کی مجموعی رسد ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو گیارہ ہونی چاہیے مگر ایک لاکھ دس ہزار درج کی گئی ہے۔ یہی حال دوسری رقوم کا بھی ہے۔ یہ تصرّف نقشہ میں درج مقداروں کو سہولت کے ساتھ قابل مطالعہ بنانے کے لیے کیا گیا ہے۔ بحث کے نتائج پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ذمہ داریاں		اثاثے			زر کی مجموعی رسد
قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت	
۶۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۳۰۰۰۰	۶۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
۶۶۰۰۰	۴۴۰۰۰	۱۰۰۰۰	۳۳۰۰۰	۶۷۰۰۰	۱۱۰۰۰۰

پہلی صورت حال کے دوسری صورت حال میں تبدیل ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ نسبت نقد محفوظ نو فی صد ہو جانے پر بنکوں نے اپنے پاس ایک ہزار کے بقدر نقد فاضل پایا جسے وہ نفع آور کاروبار میں لگانے کی کوشش کریں گے۔ اگر مضاربت پر سرمایہ حاصل کرنے کی طلب موجود ہے تو وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ کاروباری طبقہ کو سرمایہ کی رسد میں اضافہ کے نتیجے میں بنکوں کے کھاتوں میں مزید سرمایہ جمع کیا جائے گا۔ اگر وہ ایک ہزار روپے کے حصص خریدیں تو بھی یہی نتیجہ رونما ہوگا۔

بنکوں سے حصص کے مالکوں یا کاروباری فریقوں کو جو ایک ہزار روپے ملیں گے وہ بنکوں ہی کے کھاتوں میں جمع کیے جائیں گے۔ بنک ایک ہزار کے نئے کھاتہ کے بالمقابل نوے روپے اپنی نقد تحویل میں شامل کر کے باقی نو سو دس روپیوں کو دوبارہ استعمال میں لائیں گے جس سے ان کے کھاتوں میں مزید اضافہ ہوگا۔ اگر سرمایہ کی طلب موجود ہو تو یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ البتہ ہر بار بنک پہلے سے کم سرمایہ فراہم کر سکیں گے۔ ایک مرحلہ وہ آئے گا جب وہ مزید سرمایہ کی فراہمی سے معذور ہوں گے اور اب کھاتوں میں اضافہ کا سلسلہ رک جائے گا۔

اس وقت تک بنکوں کے کھاتوں کی میزان میں دس ہزار کا اضافہ ہو چکا ہوگا۔ بنکوں کی نقد تحویل دس ہزار ہے جو کھاتوں کی بڑھی ہوئی مقدار یعنی ایک لاکھ دس ہزار کی نو فی صد ہے۔ بنکوں کے حسابات میں توازن بحال ہو چکا ہے اور نئی نسبت نقد محفوظ کا تقاضا پورا ہو رہا ہے۔ اس پورے عمل کا خلاصہ یہ ہے کہ نسبت زر میں کمی کے سبب بنکوں نے اپنی نقد تحویل کے ایک حصہ کو فاضل قرار دے کر نفع آور استعمال کے لیے کاروباری طبقہ کو فراہم کیا جس سے ان کے کھاتوں میں اضافہ اور کریڈٹ میں توسیع کا ایک سلسلہ شروع ہوا جو اس وقت رکا جب فاضل نقد دوبارہ محفوظ میں شامل ہو گیا۔

نقشہ کی دوسری سطر میں قرض اور مضاربت کھاتہ کے درمیان وہی تناسب قائم ہے جو پہلی سطر میں ظاہر کیا گیا ہے جس کی وجہ ہمارا یہ مفروضہ ہے کہ جب بنکوں میں نیا سرمایہ جمع کیا جاتا ہے تو دونوں کھاتوں میں ساٹھ اور چالیس کی نسبت سے جمع کیا جاتا ہے۔ اگر اس مفروضہ کو ترک کر دیا جائے تو بھی رسد زر میں توسیع کے عمل کی نوعیت نہیں تبدیل ہوگی۔ نقد محفوظ اب بھی دس ہزار ہے۔ چونکہ عوام کی طلب نقد کو ہم ایک حالت پر قائم فرض کر رہے ہیں اور بنکوں کے نقد میں مرکزی بنک کے کسی اقدام کے سبب کمی بیشی نہیں ہوئی ہے۔ لہٰذا اس مقدار میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ البتہ اب یہ نقد محفوظ کھاتوں میں بڑھی ہوئی میزان کا صرف نو فی صد ہے۔ قرض دیا ہوا سرمایہ اب بھی قرض کھاتہ کا نصف ہے۔ جیسا کہ ضابطہ کا تقاضا ہے۔ مضاربت پر دیئے ہوئے سرمایہ میں نہ صرف اضافہ ہوا ہے بلکہ اس میں ہونے والا فی صد اضافہ قرض سرمایہ میں ہونے والے فی صد اضافہ سے زیادہ ہے۔ نسبت نقد محفوظ میں کمی کے سبب بنک کو نسبتۂ زیادہ سرمایہ کے کاروباری استعمال کا موقع ملتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زر کی رسد میں اضافہ کا یہ طریقہ بنکوں کے منافع میں اضافہ کا سبب بن سکتا ہے۔

دوسری سطر اور پہلی سطر کے مقابلہ سے معلوم ہوا کہ زر کی رسد میں دس ہزرا کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ اضافہ دس ہزرا کے بقدر نئے زر کی تخلیق یعنی بنکوں کے کھاتوں میں دس ہزار کے اضافہ کا سبب ہوا ہے۔

اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ غیر سودی نظام بنک کاری میں مرکزی بنک کریڈٹ میں توسیع یا تخفیف عمل میں لانے کے لیے نسبت نقد محفوظ کی تبدیلی کا طریقہ اختیار کر سکے گا۔ یہ ایک مؤثر آلہ ہے جسے استعمال کر کے مرکزی بنک زر کی مجموعی رسد کو قابو میں رکھ سکے گا۔

(۲) نسبت استقراض میں تبدیلی

عوام اپنے زر کا ایک چھوٹا حصہ نقد کی صورت میں اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اور باقی حصہ بنکوں میں رکھتے ہیں۔ دونوں حصوں کے درمیان نسبت کا انحصار کسی ملک میں عوام کی عادات، بنکوں کی کارکردگی اور دوسرے مستقل اسباب وعوامل پر ہے لیکن چند عارضی اسباب وعوامل کے سبب یہ نسبت عارضی طور پر کم وبیش بھی ہوتی رہتی ہے۔ تیوہاروں کے موقع پر، یا موسم میں تبدیلی کے دنوں میں عوام کو اپنے بڑھے ہوئے اخراجات کے لیے زیادہ نقد کی ضرورت پڑتی ہے بڑی تعطیلات میں سفر کے لیے وہ

اپنے پاس عام دنوں سے زیادہ نقد رکھنا چاہتے ہیں۔ کاروباری اداروں کو تنخواہیں اور اجرتیں تقسیم کرنے کے لیے مہینہ کی بعض تاریخوں پر زیادہ نقد کی ضرورت پڑتی ہے۔ نقد کی طلب میں ان اضافوں کا ماضی کے تجربہ اور حالات کے تجزیہ کی روشنی میں پہلے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ان اسباب کے علاوہ بعض اوقات ملک کے سیاسی اور معاشی حالات میں تبدیلی یا تبدیلی کے اندیشہ کی وجہ سے عوام کی نفسیات پر ایسا اثر پڑتا ہے کہ ان کی طلب نقد بڑھ جاتی ہے۔ بعض حالات میں ان کی طلب نقد کم بھی ہوسکتی ہے۔ اس طرح کی تبدیلیوں کا پہلے سے اندازہ لگانا دشوار ہے۔ ایسے ادوار برابر آتے رہتے ہیں جن میں عوام اپنے زر کا پہلے سے کم یا زیادہ حصہ نقد کی صورت میں اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔ جہاں تک نقد کی طلب میں کمی، یا نقد کی طلب میں مستقل اضافوں کا سوال ہے ان سے پیدا ہونے والی صورت حال کا علاج مرکزی بنک حصص کی خرید وفروخت کا طریقہ اختیار کر کے کرتا ہے جس پر آئندہ روشنی ڈالی جائے گی۔ یہاں ہماری توجہ صرف اس صورت حال پر مرکوز ہے جو عوام کی طلب نقد میں عارضی طور پر اضافہ ہو جانے سے رونما ہوتی ہے نظام بنک کاری کے کامیابی کے ساتھ چلائے جانے اور اس نظام پر عوام کا اعتماد بحال رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ایسے ادوار میں ان کی طلب نقد پوری کی جاتی رہے۔

جیسا کہ اوپر کے مباحث سے ظاہر ہے، بنکوں کے پاس عوام کے زر کا جو حصہ جمع ہے اس کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ یعنی ہماری مثال کے مطابق دسواں حصہ نقد کی صورت میں ہوتا ہے۔ باقی ۹/۱۰ حصۂ زر صرف بنکوں کے رجسٹروں میں اندراجات کی صورت میں ہوتا ہے۔ عام حالات میں بنکوں کے پاس روزمرہ جمع کیا جانے والا نقد اور ان کی اپنی نقد تحویل اس بات کے لیے کافی ہوتی ہے کہ عوام اپنے کھاتوں سے جو رقمیں نقد کی صورت میں نکالنا چاہیں وہ انھیں ادا کی جاتی رہیں۔ لیکن جب عوام کی طلب نقد میں اضافہ کے سبب کھاتوں سے رقمیں نکالنے کی رفتار معمول سے زیادہ ہو اور کھاتوں میں نقد رقمیں جمع کرنے کی رفتار معمول سے کم ہو تو بنکوں کے لیے عوام کے مطالبات نقد کی تکمیل اسی صورت میں ممکن ہوگی جب انھیں کسی ذریعہ سے مزید نقد حاصل ہو۔

اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے کہ عام بنک نقد ریزرو کے علاوہ اپنے اثاثے کا ایک حصہ ایسی صورتوں میں رکھیں گے جن کو بلا تاخیر نقد میں تبدیل کیا جاسکتا ہو۔ مثلاً ایسے قرضے جو عندالطلب قابل واپسی ہوں، یا جن کی میعاد پوری ہو رہی ہو یا ایسے حصص جنھیں بغیر نقصان کے اندیشے کے کسی وقت بھی

فروخت کیا جا سکتا ہو۔ لیکن ان اثاثوں کے ذریعہ کسی ایک بینک کے لیے تو یہ ممکن ہے کہ وہ نقد کی ضرورت پڑنے پر نقد حاصل کر سکے مگر تمام بنکوں کے لیے ایک ساتھ ایسا کرنا ممکن نہیں۔ اگر تمام بنک عند الطلب قرضوں کو واپس طلب کرنے لگیں یا حصص فروخت کرنے لگیں تو چونکہ عوام اپنی بڑھی ہوئی طلب نقد کے پیش نظر نظام بنک کاری کو حصص کے عوض نقد فراہم کرنے پر آمادہ نہ ہوں گے، ان کے کھاتوں میں کمی لازم آئے گی اور نقد حاصل کرنے کی کوشش نقد ملنے کی بجائے زر کی رسد میں تخفیف پر منتج ہوگی۔

تمام بنکوں کو بحیثیت مجموعی مزید نقد ملنے کی صورت صرف یہ ہو سکتی ہے کہ مرکزی بنک انھیں مزید نقد فراہم کرے۔ استقراض کا ضابطہ اس لیے تجویز کیا گیا ہے کہ زیر غور صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے عام بینکوں کو مرکزی بنک سے نقد مل سکے۔ مرکزی بنک عام بنکوں کو حسب ضرورت نقد فراہم کر کے ان کے کاروبار کو سکڑنے اور زر کی رسد کو کم ہونے سے بچا سکے گا۔ اگر مرکزی بنک ایسا نہ کرے تو زر کی مجموعی رسد عوام کی طلب نقد میں کمی بیشی کے سبب غیر معمولی تلاطم کا شکار ہوتی رہے گی، ظاہر ہے کہ زر کی رسد کا عدم استقرار پوری معیشت کے لیے جن تباہ کن اثرات کا حامل ہے ان کے پیش نظر یہ بات انتہائی غیر دانشمندانہ ہوگی کہ اسے عوام کی نفسیاتی کیفیتوں میں تبدیلی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ زر کی بابت معقول اور موزوں پالیسی یہ ہے کہ اس کی رسد میں کمی بیشی کاروبار معیشت کی عملی ضروریات کے مطابق مرکزی بنک کی زیر نگرانی عمل میں آئے۔ اتفاقی امور پر نہ منحصر ہو۔

مرکزی بنک بنکوں کو حسب ضرورت مزید نقد فراہم کر کے عوام کے لیے یہ ممکن بنا دے گا کہ وہ اپنے زر کا جو حصہ بھی نقد یعنی سکوں اور کرنسی نوٹ کی صورت میں اپنے پاس رکھنا چاہیں رکھیں۔ پوری معیشت کے نقطۂ نظر سے صرف یہ تبدیلی عمل میں آئے گی کہ اب تک جو زر رجسٹروں میں اندراجات کی صورت میں تھا اس کا ایک حصہ کرنسی نوٹ کی صورت اختیار کر لے گا۔ صورت کی اس تبدیلی کے علاوہ زر کی مجموعی رسد میں مقدار کے اعتبار سے کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ بنکوں کو مرکزی بنک سے جو نیا نقد ملے گا وہ عوام کو منتقل ہو جائے گا اور ان کے کھاتوں میں اسی قدر کمی واقع ہو جائے گی۔ بظاہر بنکوں کے کھاتوں میں کمی سے زر کی رسد کم ہوگی لیکن یہ کمی حقیقی کمی نہیں ہے۔ کیونکہ کھاتوں میں کمی کے بقدر زر نقد کی صورت میں عوام کے درمیان گردش کر رہا ہوگا۔

مرکزی بنک کو اس بات کا اہتمام کرنا ہوگا کہ ضابطۂ استقراض کے تحت اس سے اتنا ہی قرض حاصل کیا جائے جتنا عوام کی طلب نقد پوری کرنے کے لیے ضروری ہو۔ اس ضابطہ کو نیا نقد حاصل کر کے کاروباری طبقہ کو مزید سرمایہ فراہم کرنے کی بنیاد نہ بنایا جائے۔ یہ اہتمام بنکوں کے حسابات کی مناسب نگرانی کے ذریعہ بآسانی ممکن ہے۔ دوسری طرف اسے اس بات کا بھی اہتمام کرنا ہوگا کہ نافذ نسبت استقراض کے تحت بنک جو زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کر سکتے ہیں وہ اگر عوام کی طلب نقد کی تکمیل کے لیے کافی نہ ہو تو اس میں مزید اضافہ کرتا رہے۔ تا آنکہ یہ ضرورت پوری ہو جائے۔ چونکہ مرکزی بنک کرنسی نوٹ جاری کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ لہٰذا اسے ایسا کرنے میں کوئی زحمت نہ پیش آئے گی۔ عوام کو اس بات کا پورا موقع ملنا چاہیے کہ وہ اپنے زر کے جس حصے کو کرنسی نوٹ کی شکل میں رکھنا پسند کریں رکھیں۔ جب تک نئے نوٹ کریڈٹ میں توسیع کا ذریعہ نہ بنیں بنکوں کے کھاتوں کے نوٹ کی شکل اختیار کر لینے سے افراط زر کا کوئی اندیشہ نہ ہوگا۔

مرکزی بنک کے دیے ہوئے قرضے عارضی ہوں گے جن کو عوام کی طلب نقد کے معمول پر واپس آنے پر واپس لیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر طلب نقد میں کسی غیر معمولی اضافہ کے پیش نظر نسبت استقراض میں اضافہ ضروری سمجھا گیا تھا تو اس بحرانی دور کے گزر جانے کے بعد نسبت استقراض اپنی سابق سطح پر واپس لائی جا سکتی ہے۔ اس طرح مرکزی بنک اس آلہ کو بنکوں کی نقدیت بحال رکھنے اور ان پر عوام کا اعتماد قائم رکھنے کے لیے موثر طور پر استعمال کر سکے گا۔

غیر معمولی حالات میں نسبت استقراض میں کمی کو زر کی رسد میں توسیع کے عمل کو روکنے یا اس میں تخفیف عمل میں لانے کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر عوام کی طلب نقد میں اضافہ کے ساتھ معیشت میں افراط زر کا رجحان بھی ظاہر ہو تو ایسا کرنا مناسب ہوگا۔ فرض کیجیے کہ عام بنکوں کو اس ضابطہ کے تحت جتنا قرض مل سکتا تھا اتنا انھوں نے لے رکھا ہے مگر عوام کی طلب نقد ابھی پوری نہیں ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں اگر مرکزی بنک نسبت استقراض میں اضافہ سے انکار کر دے یا اس میں کچھ کمی کر دے تو عام بنکوں کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مزید نقد حاصل کرنے کے لیے حصص فروخت کریں اور کاروباری فریقوں سے سرمایہ واپس لیں۔ جیسا کہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے اس اقدام کے نتیجے میں زر کی رسد میں تخفیف عمل میں آنا ناگزیر ہے۔ نہ صرف یہ کہ کاروباری طبقہ سے سرمایہ واپس لینا بنکوں کے لیے نقد

حاصل کرنے کا ذریعہ ثابت ہوگا بلکہ ان کے قرض کھاتہ کی مقدار میں کمی اس قرض کی مقدار میں مزید کمی کا باعث بنے گی جوان کو مرکزی بنک سے مل سکتا ہے اس طرح مرکزی بنک نسبت نقد محفوظ میں تبدیلی کے بغیر زر کی رسد میں تخفیف عمل میں لا سکے گا۔ البتہ تخفیف کا یہ آلہ صرف ان حالات میں موثر ہوگا جب عوام کی طلب نقد میں اضافہ کے سبب بنکوں کی نقدیت پر دباؤ پڑ رہا ہو۔

کسی نظام بنک کاری کے کامیابی کے ساتھ چلنے کے لیے ضروری ہے کہ عام بنکوں کو ضرورت پڑنے پر کسی ذریعہ سے بلا تاخیر نقد مل سکے اور یہ ذریعہ مرکزی بنک ہی ہوسکتا ہے۔ معاصر سودی نظام میں عام بنک مرکزی بنک سے براہ راست سودی قرضے لیتے ہیں مقصد تمسکات کے بازار (Bill Market) کے واسطے سے حاصل کرتے ہیں[1]۔ مرکزی بنک عام بنکوں کو قرض دینے کے لیے ہمیشہ آمادہ رہتا ہے مگر قرض لینے والوں کی ہمت شکنی کے لیے شرح سود میں اضافہ کرسکتا ہے۔ چونکہ مرکزی بنک ان قرضوں سے متعلق شرح سود اونچی رکھتا ہے اور بازار میں شرح سود عام طور پر مرکزی بنک کی مقرر کردہ شرح سود سے زیادہ ہوتی ہے، لہٰذا شرح سود میں مزید اضافہ عام شرح سود میں مزید اضافہ کا سبب بن کر بنکوں سے قرض کی طلب میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ مرکزی بنک اپنی شرح سود میں اضافہ کو زر کی رسد میں تخفیف کے لیے آلہ کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اس کے برعکس جب مرکزی بنک کریڈٹ کی فراہمی کو آسان اور سستا بنانا چاہتا ہے تو وہ اپنی شرح سود میں کمی کردیتا ہے۔ ہمارے تجویز کردہ ضابطہ کے تحت مرکزی بنک کے لیے یہ ممکن ہوگا کہ وہ بنکوں کو مرکزی بنک سے مل سکنے والے

---

[1] یہ طریقہ بالخصوص انگلستان میں رائج ہے۔ بعض ادارے سرکاری تمسکات کی خرید وفروخت اور بعض اعلیٰ درجہ کے نجی تمسکات کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتے ہیں۔ اس کاروبار کے لیے سرمایہ وہ عام بنکوں سے عندلطلب واپسی کے وعدہ پر حاصل کرتے ہیں مرکزی بنک ان اداروں سے ان تمسکات کو خریدنے یعنی مقرر شرح سود کے مطابق منہائی (Discount) کے ساتھ ان کے عوض نقد فراہم کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ جب بنکوں کو نقد کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ ان کاروباری اداروں کو دیئے ہوئے قرضے واپس طلب کرتے ہیں۔ ان قرضوں کی ادائیگی کے لیے تمسکات کا کاروبار کرنے والے ادارے مرکزی بنک کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس سے ان تمسکات کے عوض، (منہائی کے ساتھ) سرمایہ حاصل کر کے بنکوں کے قرضے ادا کرتے ہیں۔ امریکہ میں عام بنک مرکزی بنک کے قرضے، یعنی فیڈرل فنڈز، براہ راست ''خرید'' سکتے ہیں۔ بعض دوسرے ممالک مثلاً فرانس اور جرمنی میں عام بنک مرکزی بنک سے مقررہ شرح سود پر قرض حاصل کرسکتے ہیں۔

قرض میں حسب ضرورت کمی بیشی کر سکے۔ لیکن اس کا اثر کاروباری طبقہ کو سرمایہ کی فراہمی کی شرائط پر نہ پڑے گا کیونکہ یہ سرمایہ نفع میں شرکت کے اصول پر فراہم کیا جائے گا نہ کہ کسی متعین شرح سود پر۔

متعدد اسباب وعوامل کی بنا پر جن کی تفصیل میں جانا یہاں مناسب نہیں، مرکزی بنک کی جانب سے شرح سود میں اضافہ دور جدید میں یہ اثر دکھلانے میں ناکام ثابت ہوا ہے کہ سرمایہ کاری کی مقدار اور رفتار میں نمایاں کمی واقع ہو جائے۔ جب سرمایہ کاری سے متوقع منافع کی شرح بہت اونچی ہو تو شرح سود میں ایک یا دو فی صد کے اضافے سے سرمایہ کی طلب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اب متعدد ممالک میں یہ طریقہ اختیار کر لیا گیا ہے کہ مرکزی بنک عام بنکوں کے لیے قرض کی آخری حد یا کوٹا مقرر کر دیتا ہے۔[1] ہمارا تجویز کردہ ضابطۂ استقراض بھی عملاً اسی طریقہ کے مترادف ہے۔

زر کی بابت پالیسی کا اصل مقصد یہ ہے کہ زر کی رسد کو افراط وتفریط سے بچاتے ہوئے کاروبار اور سرمایہ کاری کی حقیقی ضروریات کے مطابق رکھا جائے۔ یہ بات کہ کسی شعبہ میں سرمایہ کاری سے کس شرح نفع کی توقع ہو تو اسے جاری رکھا جائے، زر کی بابت پالیسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتی، اس کا فیصلہ کاروباری طبقہ کو اور اجتماعی مفاد کے پہلو سے حکومت کو کرنا ہوگا۔ زر کی رسد کو قابو میں رکھنے کے لیے شرح سود میں اضافہ عملاً اس امر کا اعلان ہے کہ جس دائرۂ کاروبار میں اس بڑھی ہوئی شرح سود سے زیادہ شرح کے ساتھ نفع کی توقع نہ ہو اس میں سرمایہ کاری نہ کی جائے، یہ ایک بے جا مداخلت ہے جس کا زر کی بابت پالیسی کے مقاصد سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارا تجویز کردہ نظام سود سے پاک ہونے کے سبب اس خرابی سے پاک ہوگا۔

(۳) نسبت استقراض کا ترجیحی استعمال

ہر بنک یہ چاہے گا کہ وہ ضرورت پڑنے پر مرکزی بنک سے زیادہ سے زیادہ قرض حاصل کر سکے۔ کیونکہ اس قرض پر اسے کوئی سود نہ دینا ہوگا اور اس کے ذریعہ اسے اپنی نقدیت مستحکم رکھنے کا

---

[1] یہ طریقہ آسٹریا، بلجیم، کولمبیا، کوسٹاریکا، فرانس، مغربی جرمنی، نیکاراگوا، اور پیرو میں اختیار کیا گیا ہے اور اب اس کا رواج بڑھ رہا ہے، ملاحظہ ہو: Peterg. Fousek:Foreign central Banking. P.19 Federal Reserve Bank of Newyork, 1957.

موقع ملے گا۔ اب اگر مرکزی بنک یہ اعلان کرے کہ وہ کسی مخصوص صنعت کو دیے جانے والے قرضوں یا اس سے متعلق بھنائی جانے والی ہنڈیوں کے بالمقابل چالیس فی صد قرض دے گا۔ جب کہ عام قرضوں کے سلسلہ میں یہ نسبت ۲۵ فی صد ہے تو بنکوں کے اندر اس صنعت سے متعلق کاروباری فریقوں کو زیادہ قرضے دینے کا رجحان پیدا ہوگا۔ اس کے برعکس اگر مرکزی بنک کسی مخصوص کاروبار کے لیے دیئے ہوئے قرضوں کے لیے نسبت استقراض کو عام نسبت استقراض سے کم، مثلاً پندرہ فی صد کر دے تو بینک اس کاروبار کے لیے قرض دینے سے گریز کریں گے۔ اوپر ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ کاروباری فریقوں کو قرض دینے کے سلسلے میں بنکوں کو کسی حد تک ترک واختیار کی آزادی ملنی چاہیے۔ اس بنا پر امید کی جاتی ہے کہ مختلف صنعتوں کو دیے جانے والے قرضوں کے بالمقابل استقراض کی نسبتیں مختلف رکھ کر مرکزی بنک اس امر کا اہتمام کر سکے گا کہ بعض صنعتوں کو قرض کی رسد زیادہ ہو اور بعض صنعتوں کو قرض کی رسد کم ہو۔

کسی صنعت کے لیے قرض کی رسد میں اضافہ اور قرض حاصل کرنے میں سہولت اس صنعت میں سرمایہ کاری کو آگے بڑھائے گی۔ اگر چہ یہ قرضے چھوٹی مدتوں کے لیے ہوں گے مگر اس بات کا علم کہ کسی صنعت کے لیے قرض ملنا زیادہ سہل ہے اس صنعت کے لیے طویل المیعاد سرمایہ کی رسد میں (جو شرکت یا مضاربت کے اصول پر حاصل کیا جا سکے گا) اضافہ کا سبب بنے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ کاروبار کے لیے قصیر المیعاد قرضوں کا بہ سہولت میسر آنا اس کی نفع آوری میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کے برعکس کاروبار کے جس دائرہ میں قرض ملنا دشوار ہوگا اس میں طویل المیعاد سرمایہ بھی کم لگایا جائے گا۔

جو بات ہم نے قرض کے سلسلے میں لکھی ہے وہی ان تجارتی ہنڈیوں پر بھی منطبق ہوتی ہے جو بنک کے ذریعے بھنائی جائیں گی۔ ہنڈی بھنانا قرض لینے کے ہم معنیٰ ہے۔ بنک کاروباری فریقوں کی جو ہنڈیاں بھنائیں گے ان کی ضمانت پر وہ مرکزی بنک سے استقراض کے ضابطے کے تحت قرض حاصل کر سکیں گے۔ مرکزی بنک مختلف قسم کی ہنڈیوں کے لیے استقراض کی مختلف نسبتیں وضع کر کے اس بات کا اہتمام کر سکے گا کہ کاروبار کے بعض دائروں میں ہنڈیاں بھنانا زیادہ آسان ہو اور بعض دائروں میں نسبتہً دشوار ہو۔ کاروبار کے جس دائرہ میں ہنڈیاں بھنانا آسان ہوگا اسے وسعت حاصل ہوگی اور جس دائرہ میں ہنڈیاں بھنانا دشوار ہو وہ محدود ہوگا۔

نسبت استقراض کا ترجیحی استعمال مرکزی بنک کے لیے معیشت کے منتخب دائروں میں کریڈٹ میں توسیع یا تخفیف عمل میں لانے کے لیے ایک موثر آلہ کا کام کرے گا۔ یہی کام دور جدید کے بعض ممالک میں مختلف قسم کے تمسکات کی منہائی کے لیے مختلف شرحیں مقرر کرکے یا بنکوں کی جانب سے مختلف مقاصد کے لیے حاصل کیے جانے والے قرضوں کے لیے سود کی مختلف شرحیں مقرر کرکے لیا جاتا ہے۔[1]

اگر مرکزی بنک یہ چاہتا ہو کہ کسی مخصوص صنعت کے لیے مزید قرضے نہ دیئے جائیں تو وہ ایک مقررہ تاریخ کے بعد اس صنعت سے متعلق قرضوں کے بالمقابل نسبت استقراض صفر ہونے کا اعلان کرسکتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ ان قرضوں کے بالمقابل کچھ بھی قرض نہ دینے کا اعلان کردے گا چونکہ بنکوں کو قرض دینے سے (سود کی شکل میں) کوئی آمدنی نہ ہوگی۔ لہٰذا نسبت استقراض صفر ہونے کی صورت میں ان کے لیے قرض دینے کا کوئی قوی محرک نہ باقی رہے گا۔

صفر نسبت استقراض کی انتہائی مثال کے مقابلہ میں صدفی صد نسبت استقراض پر بھی غور کیا جاسکتا ہے۔ اگر کسی وقت صنعت یا کاروبار کی غیر معمولی ہمت افزائی اور تیز رفتاری کے ساتھ توسیع مقصود ہو تو اس کو دیئے جانے والے قرضوں کے بالمقابل استقراض کی نسبت صدفی صد ہونے کا اعلان کیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں امید کی جاتی ہے کہ اس صنعت کو قرض سرمایہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا۔ رسد کے لامحدود ہونے کے باوجود چونکہ یہ قرض چھوٹی مدت کے لیے دیئے جائیں گے لہٰذا ان کی طلب بڑی حد تک اس بات پر منحصر ہوگی کہ اس دائرہ میں طویل المیعاد سرمایہ کاری کے لیے کتنے وسائل کام میں لائے جارہے ہیں۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی مناسب ہوگا کہ اگر مرکزی بنک کسی دائرے کے لیے قرض کی رسد کو محدود کرنے یا اس رسد میں اضافہ کرنے میں مذکورہ بالا طریقے استعمال میں لاکر پوری طرح کامیاب نہ ہو تو وہ اس مقصد کے تحت بنکوں کو موزوں احکام و ہدایات بھی جاری کرسکے گا۔ لیکن یہ غیر معمولی حالات میں اختیار کیا جانے والا آخری چارۂ کار ہوگا۔

نسبت استقراض کے ترجیحی استعمال کو حکومت کو دیئے جانے والے قرضوں کی رسد میں

---

[1] Peterg. Fousek: Foreign Central Banking . P.20 and pages, 70,71

اضافہ کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جا سکے گا۔ یہی طریقہ صارفین (Consumers) کو قرضوں کی فراہمی کے سلسلے میں بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ان نکات کی وضاحت آئندہ ابواب میں کی جائے گی۔

(۴) تجارتی حصص کی خرید و فروخت

مذکورہ بالا ضابطۂ استقراض کے تحت بنکوں کو نئے نقد کی فراہمی کا انحصار بنکوں کی جانب سے نقد کے مطالبہ پر ہے، مرکزی بنک انھیں اسی وقت قرض دے گا جب ان کی جانب سے قرض طلب کیا جائے۔ مزید برآں، جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں۔ اس ضابطہ کے تحت نقد کی فراہمی یا فراہم کردہ نقد کی واپسی زر کی مجموعی رسد میں تبدیلیوں کا سبب، عام حالات میں نہ بن سکے گی۔ مرکزی بنک کی زر کی بابت پالیسی کو موثر اور مکمل بنانے کے لیے ایک ایسے آلہ کی بھی ضرورت ہے جس کو استعمال کر کے وہ نظام بنک کاری کو حسب مرضی نقد فراہم کر سکے یا ان سے نقد واپس لے سکے اور اس کے ان اقدامات کا زر کی رسد پر بھی پورا اثر مرتب ہو۔ سود پر مبنی نظام میں مرکزی بنک یہ مقصد تھوڑی مدت کے سودی تمسکات کی خرید و فروخت سے حاصل کرتا ہے۔ یہ تمسکات سرکاری خزانہ کی جانب سے تھوڑی مدت کے لیے قرض لینے کے لیے جاری کیے جاتے ہیں۔ غیر سودی معیشت میں ان سودی تمسکات کی کوئی گنجائش نہیں ہو گی۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ اس نظام میں یہی مقصد حکومت کے جاری کردہ تجارتی حصص کی خرید و فروخت سے حاصل کیا جائے۔ ان حصص کی نوعیت اگلے باب میں واضح کی جائے گی۔ یہاں ہم صرف یہ واضح کریں گے کہ حکومت کے جاری کردہ حصص کی خرید و فروخت کو مرکزی بنک اپنا آلۂ کار کس طرح بنا سکتا ہے۔

حکومت قومی دائرہ کے کاروباری اداروں کے لیے سرمایہ فراہم کرنے کے لیے شرکت کے اصول پر مبنی جو تجارتی حصص جاری کرے گی ان کی بھاری مقداریں عام بنکوں، دوسرے مالی اداروں، اور عام افراد کی ملکیت میں ہوں گی۔ اگر مرکزی بنک ان حصص کو خریدنے کا فیصلہ کرے تو وہ بازار کے نرخ پر، یا اس سے کچھ زیادہ دام پیش کر کے ان حصص کے مالکوں کو ان کی فروخت پر آمادہ کر سکے گا۔ حصص فروخت کرنے والوں کو مرکزی بنک سے ان حصص کی قیمت نقد کی صورت میں ملے گی۔ عوام کی اس عادت کی بنا پر کہ وہ اپنے سرمایے زیادہ تر بنکوں میں جمع رکھتے ہیں۔ یہ نقد بالآخر بنکوں کے پاس پہنچ جائے گا۔ بنکوں کی تحویل میں فاضل نقد ظاہر ہونے اور اس نقد کا کاروباری استعمال عمل میں آنے پر زر

کی رسد میں توسیع کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا اگر کاروباری طبقہ میں سرمایہ کی طلب موجود ہے تو پوری معیشت میں زر کی رسد اس سرمایہ سے کئی گنا بڑھ سکتی ہے جو مرکزی بنک نے حصص کی قیمت کے طور پر حصص فروخت کرنے والوں کو دیا تھا۔ حصص کی خریداری زر کی رسد میں توسیع عمل میں لانے والا آلہ ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں بنکوں کو نیا نقد ملتا ہے۔

اگر مرکزی بنک نے کچھ حصص براہ راست حکومت سے خریدے ہوں تو بھی بالآخر یہی نتیجہ ظاہر ہوگا کیونکہ حکومت اس سرمایہ کو قومی دائرہ کے کاروباری اداروں میں سرمایہ کاری کے لیے استعمال کرے گی جس سے اجرتوں، تنخواہوں اور کرایوں کی صورت میں آمدنیوں میں اضافہ ہوگا، جو بنکوں میں جمع کی جائیں گی۔

مرکزی بنک ہر وقت ان حصص کی ایک معتد بہ مقدار اپنے پاس رکھے گا تاکہ جب وہ زر کی رسد میں تخفیف کرنا چاہے تو ان حصص کی فروخت کو بنکوں سے نقد واپس لینے کا ذریعہ بنا سکے۔ مرکزی بنک بازار کے نرخ پر یا اس سے کچھ کم دام پر حصص فروخت کرنے میں ہمیشہ کامیاب ہو سکتا ہے کیونکہ بنک دوسرے مالی ادارے اور عام اصحاب سرمایہ ان حصص کے ذریعہ نفع حاصل کرنے کے لیے انھیں مناسب داموں پر خریدنے پر آمادہ ہوں گے۔ جو بنک یا اصحاب سرمایہ حصص خریدیں گے انھیں مرکزی بنک کو نقد دام ادا کرنا ہوگا۔ جس سے بنکوں کی نقد تحویل میں کمی ہوگی۔ اگر خریدار بنک ہے تو اس کمی کی وجہ ظاہر ہے۔ اور اگر خریدار کوئی ادارہ یا فرد ہے تو وہ دام ادا کرنے کے لیے بنک کے کھاتہ میں جمع سرمایہ نکالے گا، یا اسے چک کے ذریعہ مرکزی بنک کی طرف منتقل کرے گا بنکوں کی نقد تحویل میں کمی سے زر کی رسد میں تخفیف کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اگر اس عمل کے آغاز میں بنکوں کے پاس فاضل نقد نہیں تھا تو پوری معیشت میں زر کی رسد میں اس سرمایہ کی کئی گنا کمی واقع ہو جائے گی جو حصص کی قیمت کے طور پر مرکزی بنک کو ادا کیا گیا ہے۔ مرکزی بنک کی جانب سے حصص کی فروخت زر کی رسد میں تخفیف کا آلہ ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں بنکوں کی نقد تحویل میں کمی واقع ہوتی ہے۔

جیسا کہ آئندہ باب میں واضح کیا جائے گا حکومت کے جاری کردہ حصص کے بازار نرخ کا انحصار اس سے حاصل ہونے والی شرح نفع کے بارے میں توقعات یا اندیشوں پر ہوگا۔ اگرچہ ان اندازوں کی تبدیلی کے ساتھ نرخ کا کم وبیش ہوتے رہنا کسی حد تک ناگزیر ہے لیکن اجتماعی مفاد کا تقاضا

یہ ہے کہ بے بنیاد اندیشوں یا بے بنیاد توقعات کی بنا پر اور سٹہ بازی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے غیر معمولی اتار چڑھاؤ سے ان نرخوں کو محفوظ رکھا جائے۔ مرکزی بنک یہ مقصد بھی ان حصص کی خریداری یا فروخت کا بروقت اقدام کر کے حاصل کر سکتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اپنے زیر نگرانی چلائے جانے والے کاروباری اداروں کی کارکردگی اور ان کے نفع نقصان کے ایسے اندازوں سے جو حتی الامکان واقعی حسابات پر مبنی ہوں مرکزی بنک کو برابر آگاہ کرتی رہے مرکزی بنک ان حسابات کی روشنی میں حکومتی حصص کے بازار نرخ پر نگاہ رکھے گا جب اسے ان حصص کے دام اس حد سے زیادہ نیچے گرتے نظر آئیں گے جس حد تک ان کو صحیح اندازے کے مطابق گرنا چاہیے تو وہ ان حصص کی بازار نرخ پر خریداری کا اقدام کرے گا۔ حصص کی طلب میں اضافہ ان کے نرخ کو گرنے سے بچالے گا۔ اسی طرح جب مرکزی بنک کو حصص کے دام حدّ اعتدال سے زیادہ بڑھتے نظر آئیں تو وہ بازار نرخ پر حصص فروخت کر کے حصص کے طلب گاروں کی طلب پوری کر دے گا۔ رسد میں اس اضافہ سے دام بڑھنے کا رجحان ختم ہو جائے گا۔ حصص کی خریداری اور فروخت کے ذریعے مرکزی بنک ان کے نرخوں کو غیر معمولی اتار چڑھاؤ سے محفوظ رکھے گا تا کہ اصحاب سرمایہ اور بنک حصص میں سرمایہ لگانے کو سرمایہ کے نفع آور استعمال کا نسبتہً محفوظ طریقہ سمجھ سکیں اور حکومت کے لیے نفع میں شرکت کے اصول پر عوام سے سرمایہ حاصل کرنا آسان ہو جائے۔

معاشی ترقی اور کاروبار کی توسیع کے ساتھ ملک میں زر کی رسد میں مسلسل اضافہ ہوتے رہنا ناگزیر ہے۔ زر کی رسد میں مسلسل اضافہ کے لیے ضروری ہے کہ عام بنکوں کو مناسب رفتار سے نیا نقد فراہم کیا جاتا رہے۔ ہمارے مجوزہ نظام میں عام بنکوں کو نیا نقد ملنے کا ذریعہ مرکزی بنک کی جانب سے حکومتی حصص کی خریداری ہے۔ روزمرہ خرید و فروخت سے قطع نظر، عرصۂ طویل میں حصص کی خریداری کی رفتار کو حصص کی فروخت کی رفتار سے زیادہ رکھ کر مرکزی بنک عام بنکوں کی نقد تحویل میں اضافہ کرتے رہنے کا مقصد حاصل کر سکتا ہے۔ چونکہ قومی دائرہ کا کاروبار وسعت پذیر ہوگا اور حکومت کی جانب سے نئے حصص جاری کیے جاتے رہیں گے۔ لہٰذا عرصۂ طویل میں ان حصص کی رسد میں بھی مسلسل اضافہ متوقع ہے۔

اوپر کی بحث سے حصص کی خرید و فروخت کے تین مقاصد سامنے آئے ہیں۔ عرصۂ طویل میں زر کی رسد میں مسلسل اضافہ کے لیے بنکوں کو نیا نقد فراہم کرتے رہنا، حکومتی حصص کے نرخوں کو غیر معمولی اتار چڑھاؤ سے بچا کر ان میں یک گونہ استقرار پیدا کرنا، زر کی رسد میں حسب مرضی توسیع یا تخفیف عمل

میں لانے کے لیے بنکوں کو نیا نقد دینا یا ان سے نقد واپس لینا۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں مقاصد کا ہر حالت میں ایک دوسرے سے ہم آہنگ رہنا ضروری نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ایک مقصد کے لیے حصص کی خریداری مناسب ہو مگر دوسرے مقصد کا تقاضا یہ ہو کہ حصص فروخت کیے جائیں۔ ایسی صورت میں تضاد کا حل یہ ہوگا کہ مرکزی بنک حصص کی خریداری یا فروخت کے ساتھ نسبت نقد محفوظ کی تبدیلی کا اقدام یا نسبت استقراض میں تبدیلی کا اقدام بھی اس طرح کرے کہ دونوں یا تینوں مقاصد بیک وقت حاصل کیے جاسکیں۔ اگر ضرورت ہو تو وہ اس تضاد کو دور کرنے کے لیے کوئی دوسرا راست اقدام بھی کرسکتا ہے۔ ذیل میں اس بات کو ایک مثال کے ذریعے واضح کیا جائے گا۔

فرض کیجیے کہ بازار کے بعض بے بنیاد اندیشوں کے سبب حصص کے نرخ گر رہے ہیں اور مرکزی بنک اس صورت حال کے علاج کے لیے حصص خریدنے کا اقدام کرتا ہے۔ لیکن وہ زر کی رسد میں کوئی اضافہ نہیں چاہتا۔ ایسی صورت میں اسے حصص کی خریداری کے ساتھ نسبت نقد محفوظ میں اتنا اضافہ کردینا چاہیے کہ بنکوں کو جو نیا نقد ملے وہ زر کی رسد میں توسیع کا ذریعہ نہ بن سکے۔ فرض کیجیے کہ ایسی صورت حال میں مرکزی بنک زر کی رسد میں تخفیف چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں نسبت نقد محفوظ میں نسبتہً زیادہ اضافہ کرنا ہوگا تاکہ نیا نقد حاصل ہونے کے باوجود بنکوں کو کاروباری طبقہ سے سرمایہ واپس لینے پر مجبور کیا جاسکے۔

حصص کے نرخ میں استقرار پیدا کرنے اور زر کی رسد میں کمی بیشی چاہنے کے مقاصد کو ایک ساتھ حاصل کرنے کی دوسری مثالوں کو اسی مثال پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک بنکوں کو نقد کی رسد میں مسلسل اضافہ کا تعلق ہے وہ عرصۂ طویل سے تعلق رکھنے والا مقصد ہے جسے عرصۂ مختصر کے مصالح کا تحفظ عمل میں لاتے ہوئے حاصل کرنا چنداں دشوار نہ ہوگا۔ یہاں اس امر کی طرف اشارہ بھی مناسب ہوگا کہ معیشت میں نقد کی مقدار میں اضافہ مرکزی بنک کے علاوہ خود حکومت بھی اپنے بعض اقدامات کے ذریعہ کرسکتی ہے۔ مرکزی بنک کی جانب سے حصص کی خریداری اس مقصد کے حاصل کرنے کا واحد ذریعہ نہیں ہے[1]

---

[1] حکومت مرکزی بنک سے قرض حاصل کرکے اپنے اخراجات پورے کرے تو معیشت میں نقد کی مقدار میں اضافہ ہوگا۔ اس نکتہ پر اگلے باب میں مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس تضاد سے بچنے کے لیے ہم یہ بھی تجویز کریں گے کہ زر کی رسد میں کمی بیشی کے لیے زیادہ تر انحصار نسبت ریز رو کی تبدیلی پر کیا جائے نہ کہ حصص کی خرید وفروخت پر۔ زر کی رسد میں اضافہ یا کمی کے لیے حصص کی خرید وفروخت کا اقدام ان غیر معمولی حالات میں کیا جائے جب نسبت نقد محفوظ کی تبدیلی اس مقصد کے لیے کافی نہ نظر آئے، یا جب مطلوبہ مقصد کو کم سے کم عرصے میں حاصل کر لینا ضروری ہو۔ مثلاً افراط زر کی جانب شدید رجحان کی فوری روک تھام کے لیے آج بھی دنیا کے بہت سے ممالک میں زر کی رسد کو قابو میں رکھنے کے لیے زیادہ تر انحصار نسبت ریز رو میں تبدیلی پر کیا جاتا ہے کہ تمسکات کی خرید و فروخت پر۔ ان ممالک میں آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ جیسے ترقی یافتہ ممالک بھی شامل ہیں۔[1]

مناسب ہوگا کہ آخر میں مختصراً وہ وجوہ بھی بیان کر دیے جائیں جن کی بنا پر ہم مرکزی بنک کے لیے صرف حکومت کے جاری کردہ حصص کی خرید وفروخت تجویز کر رہے ہیں۔ اگرچہ بازار میں نجی دائرہ سے متعلق تجارتی حصص کی بھی بھاری مقدار موجود ہوگی۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مرکزی بنک کے پیش نظر مقاصد کے لیے وہ حصص زیادہ موزوں ہوں گے جن کی قیمت کم تغیر پذیر ہوں۔ ہمارا خیال ہے کہ حکومتی حصص کے بازار نرخ میں عام حصص کے نرخ کے مقابلہ میں زیادہ استقرار پایا جائے گا۔ اس کی وجہ حکومت کی اونچی ساکھ اور قومی دائرہ کے کاروباری اداروں کی نفع آوری کے سلسلے میں اس کی وہ پالیسی ہے جس پر آئندہ بحث کی جائے گی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مرکزی بنک کے پاس کوئی معیار نہ ہوگا جس کو بعض کاروباری اداروں کے جاری کردہ حصص کے انتخاب اور بعض کے ترک کی بنیاد بنایا جا سکے جب کہ مرکزی بنک کے بھاری تعداد میں حصص خریدنے سے متعلقہ کاروباری اداروں کو غیر معمولی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس کے لیے نئے حصص جاری کرنا اور مزید سرمایہ فراہم کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس طرح بعض صنعتوں اور کاروباری اداروں کے ساتھ ترجیحی سلوک لازم آئے گا جس کے لیے کوئی معقول معاشی بنیاد ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر کسی وقت مرکزی بنک کسی کاروباری ادارہ کے حصص کی بھاری مقدار

---

[1] Commission on Money and Credit Monetary Management P.95,104,115 & 118
R.S. Sayers: Central Banking P.112 &130 Peter c. Fousek: Foreign Central Banking P.53

فرانس، اٹلی اور ناروے میں بھی مرکزی بنک بڑے پیمانہ پر سرکاری تمسکات کی خریداری کا طریقہ نہیں اختیار کرتے۔

Economic Policy of our Time, Vol I, P. 70 Amsterdam. 1964

فروخت کرتا ہے تو ان حصص کے دام گر جانے اور اس ادارہ کے لیے مزید سرمایہ کی فراہمی دشوار ہو جانے کا امکان ہے۔ اس امتیازی سلوک کی کوئی معاشی بنیاد نہ ہوگی۔

یہ بات کہ مرکزی بنک عرصۂ طویل میں اس سے زیادہ حصص خریدے گا جتنے کہ وہ فروخت کرے گا یہ معنی رکھتی ہے کہ وہ حکومت کو براہ راست یا بالواسطہ طور پر سرمایہ کاری کے لیے مزید سرمایہ فراہم کرتا رہے گا۔ اس سرمایہ کے ذریعہ قومی دائرہ کے کاروباری اداروں کو اپنے پیداآور کاروبار میں توسیع عمل میں لانے کا موقع ملے گا۔ قومی دائرہ کے مفاد سے بالآخر پورے معاشرے کا مفاد وابستہ ہے اور اس کے ساتھ ترجیحی سلوک کسی شہری کے لیے وجہ شکایت نہیں بن سکتا۔ قومی دائرہ کی صنعتوں کے ساتھ ترجیحی سلوک کے لیے ایک فلاحی ریاست میں معقول معاشی بنیادیں موجود ہیں۔

(۵) نسبتِ قرض میں تبدیلی

مجوزہ نظام بنک کاری میں کاروباری افراد اور اداروں کو طویل المیعاد سرمایہ کاری کے لیے بنکوں سے مضاربت اور شرکت کے اصول پر سرمایہ حاصل ہو سکے گا۔ لیکن جیسا کہ پہلے واضح کیا جا چکا ہے[1] کاروبار کو سہولت کے ساتھ چلانے کے لیے چھوٹی مدتوں کے لیے عارضی طور پر کچھ سرمایہ درکار ہوتا ہے۔ جس کے لیے مضاربت اور شرکت کے اصول، اس صنعتی دور میں، قابل عمل بنیاد نہیں فراہم کرتے۔ یہ ضرورت بنکوں سے چھوٹی مدتوں کے لیے قرض حاصل کر کے پوری کی جا سکے گی۔ حقیقت پسندانہ مفروضہ یہ ہے کہ اس سرمایہ کی طلب طویل المیعاد سرمایہ کاری کی مقدار پر منحصر ہے۔ اگرچہ کاروبار کے مختلف دائروں میں طویل المیعاد سرمایہ کاری اور قرض سرمایہ کی ضرورت کے درمیان نسبتیں مختلف ہوں گی۔ لیکن اوسطاً پوری معیشت کے لیے دونوں سرمایوں کے مابین نسبت دریافت کرنا ممکن ہوگا۔ چونکہ اس نسبت کا انحصار پیداوار کے طریقوں، مال کے ذخیرہ کرنے اور فروخت کرنے کے بارے میں عادات اور تیار شدہ مال کی فروخت کی رفتار وغیرہ پائدار اسباب وعوامل پر ہے لہٰذا اس کے جلد جلد تبدیل ہونے کا امکان کم ہوگا۔ مرکزی بنک کا ایک کام یہ ہوگا کہ ماضی کے تجربے اور حال کے تجزیے کی مدد سے اس نسبت کو دریافت کرے اور ایسی نسبت قرض متعین کرے جو کاروباری طبقہ کے لیے موزوں

---

[1] چوتھا باب ''بنک کے قرضے۔''

مقداروں میں قرض سرمایہ کی رسد کا اہتمام کرے۔ جب مرکزی بنک یہ محسوس کرے کہ طویل المیعاد سرمایہ کاری اور قصیر المیعاد قرضوں کے درمیان توازن نہیں قائم رہا جس کے سبب کاروبار تنگی میں مبتلا ہے تو اسے نسبت قرض میں مناسب تبدیلی کے ذریعے اس صورت حال کا علاج کرنا چاہیے۔

اگر معیشت میں قرض کی رسد طویل المیعاد سرمایہ کاری کی نسبت سے کم ہو اور کاروباری طبقہ کی ضروریات قرض نہ پوری ہو رہی ہوں تو کاروباری عمل سست پڑ جائے گا۔ اپنی ناگزیر ضروریات کے پیش نظر کاروباری طبقہ مجبور ہوگا کہ طویل المیعاد سرمایہ کاری میں کمی کرے تاکہ سرمایہ کی ایک مقدار کو اس سے فارغ کرکے عارضی ضروریات کی تکمیل میں لگایا جاسکے۔ اجتماعی نقطۂ نظر سے یہ سرمایہ کے بہتر سے بہتر استعمال کے مطابق نہ ہوگا کہ جو ضرورت چند ہفتوں کے لیے سرمایہ حاصل کرکے پوری کی جاسکتی ہو اسے پورا کرنے کے لیے تین مہینے کی مدت کے لیے سرمایہ حاصل کیا جائے۔ ایسی صورت میں اگر مرکزی بنک نسبت قرض میں اضافہ کردے تو قرض سرمایہ کی رسد بڑھ جائے گی اگرچہ مضاربت سرمایہ کی رسد میں اسی قدر کمی بھی واقع ہو جائے گی۔ چونکہ قرض کی مدت مضاربت پر دیئے جانے والے سرمایہ کی مدت سے کم ہوگی لہٰذا اس سرمایہ کے الٹ پھیر (Turn over) کے ذریعہ زیادہ کام لیا جاسکے گا۔

قرض کی رسد کے اس کی طلب سے نمایاں طور پر کم ہونے کی علامت یہ ہوگی کہ بنکوں کے لیے قرض کے طلب گاروں کی ایسی ضروریات پوری کرنا بھی ممکن نہ ہو جن کو وہ اہم اور حقیقی ضروریات قرار دیتے ہوں اور قرض کی بہت سی درخواست کو رد کرنا ناگزیر ہو جاتا ہو۔ اس کے برعکس جب درخواستیں کم ہوں اور قرض دینے کے لیے رقم فراواں ہو یا اس مد میں گنجائش کے پیش نظر بنک ایسے قرضے دینے پر مجبور ہو رہے ہوں جن کو وہ ناگزیر نہیں سمجھتے تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ نسبت قرض ضرورت سے زیادہ ہے، اس میں کمی کی جانی چاہیے۔ نسبت قرض میں کمی مضاربت سرمایہ کی رسد میں اضافہ کا سبب بنے گی جس سے معیشت میں مستقل اور طویل المیعاد سرمایہ کاری میں اضافہ ہوگا۔ قرض کی رسد کم ہوگی جس سے کاروباری طبقہ مجبور ہوگا کہ قرض سرمایہ کا کفایت شعارانہ استعمال عمل میں لائے۔

جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں یہ ضابطہ کہ بنکوں کے لیے اپنے قرض کھاتہ کا ایک متعین فی صد حصہ قرض کے طور پر دینے کے لیے آمادہ رہنا ضروری ہے۔ اس لیے تجویز کیا گیا ہے کہ سود کی حرمت کے باوجود کاروباری افراد اور اداروں کو چھوٹی مدتوں کے لیے قرض حاصل ہو سکے۔ جیسا کہ ہم آئندہ

صفحات میں واضح کریں گے، اسی ضابطہ کے تحت حکومت اور صارفین (Consumers) کو قرض کی فراہمی بھی ممکن ہوگی۔ ایک غیر سودی نظام میں ان مفید اور ضروری وظائف کی انجام دہی یعنی کاروباری طبقہ، حکومت اور صارفین کو قرض کی فراہمی، اس ضابطہ کے بغیر دشوار ہوگی۔ نسبت قرض کی تعیین کا رہنما اصول یہ ہوگا کہ ان ضروریات کی مناسب حد تک تکمیل کے بعد قرض کھاتہ کی زیادہ سے زیادہ رقم بنکوں کے لیے نفع آور استعمال کے قابل رہے۔ مرکزی بنک نسبت قرض میں تبدیلیوں کے ذریعے قرض کی طلب، یعنی صارفین، حکومت اور کاروباری طبقہ کی ضروریات قرض کو مناسب حد تک پورا کرتے رہنے کا اہتمام کرے گا۔

نسبت قرض میں تبدیلی زر کی مجموعی رسد اور بنکوں کے کھاتوں کی مجموعی میزان پر کوئی اثر نہیں ڈالتی۔ اگر صارفین اور حکومت کو نظر انداز کر دیا جائے جیسا کہ ہم نے اب تک کیا ہے تو اس تبدیلی کا کاروباری طبقہ کو فراہم کیے جانے والے سرمایہ کی مجموعی مقدار پر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا اس کا اثر صرف مضاربت کے اصول پر فراہم کیے جانے والے سرمایہ اور قرض سرمایہ کی باہمی نسبت پر پڑتا ہے جیسا کہ ذیل کے نقشہ سے واضح ہے۔

اس نقشے کی پہلی سطر یہ بتاتی ہے کہ جب نسبت قرض پچاس فی صد تھی تو بنکوں کے حسابات کا مجموعی نقشہ کیا تھا۔ دوسری سطر نسبت قرض میں ڈھائی فی صد اضافہ اور تیسری سطر نسبت قرض میں ڈھائی فی صد کمی کے اثرات ظاہر کرتی ہے۔

	ذمہ داریاں		اثاثے		
نسبت قرض	قرض کھاتہ	مضاربت کھاتہ	نقد محفوظ	قرض	مضاربت
۵۰ فی صد	۶۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۳۰۰۰۰	۶۰۰۰۰
۵ء۵۲ فی صد	۶۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۳۱۵۰۰	۵۸۵۰۰
۵ء۴۷ فی صد	۶۰۰۰۰	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰	۲۸۵۰۰	۶۱۵۰۰

قرض کھاتہ مضاربت کھاتہ اور نقد محفوظ کی مقداروں پر نسبت قرض میں تبدیلی کا کوئی اثر نہیں پڑا ہے۔ سارا اثر دیئے جانے والے قرض اور مضاربت سرمایہ کی مقداروں پر پڑا ہے۔ پہلی اور دوسری سطر کا تقابلی مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ نسبت قرض میں ڈھائی فی صد کا اضافہ قرض کی رسد میں پندرہ سو کے

اضافہ اور مضاربت سرمایہ کی رسد میں پندرہ سو کی کمی کا سبب بنتا ہے۔ پہلی اور تیسری سطر کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ نسبت قرض میں ڈھائی فی صد کمی کے نتیجہ میں قرض کی رسد میں پندرہ سو کی کمی ہوئی ہے مگر مضاربت سرمایہ کی رسد میں پندرہ سو کا اضافہ ہوا ہے۔

استقراض سے متعلق ضابطہ کے تحت ہم نے یہ تجویز کیا ہے کہ کسی بنک کو مرکزی بنک سے ملنے والے قرض کی مقدار کا انحصار اس قرض کی مقدار پر ہوگا جو اس بنک نے دیا ہو۔ اس سے لازم آتا ہے کہ نسبت قرض میں تبدیلی بنکوں کو مرکزی بنک سے ملنے والے قرض کی مقدار پر بھی اثر انداز ہوگی۔ اگر مرکزی بنک اس قرض کی مقدار میں کوئی تبدیلی نہ کرنا چاہتا ہو تو اسے نسبت قرض میں تبدیلی کے ساتھ نسبت استقراض میں بھی مناسب تبدیلی عمل میں لانی چاہیے۔ البتہ اگر نسبت قرض میں کی جانے والی تبدیلی تھوڑی ہو اور عملی حالات نسبت استقراض میں کسی تبدیلی کے متقاضی نہ ہوں تو اس اقدام کو موخر بھی کیا جاسکتا ہے۔

متعدد آلات کا استعمال

اوپر مرکزی بنک کی زرکی بابت پالیسی کے مقاصد اور ان کے حصول کے لیے آلات کا جو جائزہ لیا گیا ہے اس کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے اس امر کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ اکثر اوقات مرکزی بنک کو کسی مقصد کے حصول کے لیے ایک ساتھ کئی آلات کا استعمال کرنا ہوگا۔ مثلاً شدید افراط زر کے رجحان کا مقابلہ کرنے کے لیے زر کی رسد میں تخفیف عمل میں لانا ہو تو نسبت نقد محفوظ میں اضافہ، جن صنعتوں میں اعتدال سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ سرمایہ کاری ہورہی ہو ان کے متعلق قرضوں کے بالمقابل نسبت استقراض میں کمی اور حصص کی فروخت کے اقدامات ایک ساتھ کیے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح تفریط زر کی صورت میں اگر ضرورت داعی ہو تو نسبت نقد محفوظ میں کمی، بعض صنعتوں کو دیئے جانے والے قرضوں کے بالمقابل نسبت استقراض میں اضافہ اور حصص کی خریداری کا اقدام کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح مختلف حالات میں، جن کا تعلق زر کی رسد، حکومتی حصص کے نرخ، اور قرض اور مضاربت سرمایہ کے درمیان توازن سے ہوسکتا ہے، مختلف آلات کا ایک ساتھ استعمال زیادہ مؤثر ثابت ہوسکتا ہے جس کی متعدد مثالیں بآسانی وضع کی جاسکتی ہیں۔

اس باب میں ایک غیر سودی معیشت میں مرکزی بنک کے اعمال و وظائف اور اس کے

آلات کار کا جو جائزہ لیا گیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سود کی حرمت کے باوجود مرکزی بنک اپنے معروف وظائف ادا کرسکتا ہے۔ غیر سودی معیشت میں بھی زر کی بابت پالیسی (Monetary Policy) نہ صرف ایک بامعنی تصور ہے بلکہ اس میں اتنی لچک موجود ہے کہ اسے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق تبدیل کر کے فلاحی ریاست کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کا خادم بنائے رکھنا ممکن ہوگا۔

مرکزی بنک ریاستی سرمایہ سے قائم کیا جائے گا۔ اس کے انتظامی اخراجات پورے کرنے کے لیے کسی حد تک اس نفع کو کام میں لایا جاسکتا ہے جو حکومتی حصص شرکت اور حکومتی حصص مضاربت کی فروخت سے حاصل ہو۔ مگر یہ آمدنی نہ تو یقینی ہے نہ اس سے جملہ اخراجات کا پورا ہو جانا ضروری ہے۔ لہٰذا مرکزی بنک کے اخراجات پورے کرنے کے لیے دو طریقوں میں سے ایک طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ اسے ایک ضروری سماجی خدمت سمجھتے ہوئے جملہ اخراجات ریاست کے عام خزانے سے پورے کیے جائیں اور دوسری سماجی خدمات کی طرح اس کے لیے بھی محاصل کے ذریعہ وسائل فراہم کیے جائیں، یا ان اخراجات کا بار عام تجارتی بنکوں پر ڈالا جائے۔ اس غرض کے لیے بنکوں کے کاروباری سرمایوں کی نسبت سے ان سے ایک مقررہ سالانہ فیس وصول کی جاسکتی ہے یا ان کے سالانہ منافع میں سے ایک حصہ وصول کیا جاسکتا ہے۔ ہم پہلے طریقہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ مرکزی بنک کے اخراجات ریاست کو پورے کرنے چاہئیں، البتہ وہ محاصل عائد کرتے وقت کاروبار بنک کاری پر خصوصی محاصل عائد کرسکتی ہے۔

ساتواں باب

نظام بنک کاری اور مالیات عامہ

غیر سودی نظام بنک کاری کا جو نقشہ گزشتہ ابواب میں پیش کیا گیا ہے اس میں ان امور سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے جن کا تعلق مالیات عامہ، (Public Finance) سے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک ایک اسلامی ریاست میں حکومت کی آمدنی کے ذرائع اور خرچ کی مدات کا تفصیلی جائزہ نہ لیا جائے اور معیشت کے باب میں اس ریاست کے مقاصد اور اہداف پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے حصول کے لیے استعمال کیے جانے والے اور اقدامات پر گفتگو نہ کی جائے۔ مالیات عامہ سے متعلق بحث مکمل نہیں ہوسکتی۔ یہ کام علاحدہ سے کیا جانا چاہیے۔ غیر سودی نظام بنک کاری پر گفتگو کے ضمن میں اس بحث کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن مالیات عامہ سے متعلق دو امور ایسے ہیں جن کا زر اور بنک کاری کے نظام سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ ان سے تعرض ضروری ہے یعنی حکومت کی جانب سے شرکت اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرنا اور حکومت کی جانب سے قرض لینا۔

کسی ملک میں زر اور بنک کاری سے متعلق مرکزی بنک کی پالیسیاں ریاست کے اہم مقاصد کے تابع ہوتی ہیں اور ان کو سامنے رکھتے ہوئے وضع کی جاتی ہیں۔ گزشتہ ابواب میں مرکزی بنک کے اعمال و وظائف کا جو ابتدائی نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں مزید وسعت اور پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے جب ہم ریاست کے معاشی مقاصد و اہداف کی نسبت سے مختلف حالات میں اختیار کی جانے والی مختلف پالیسیوں پر غور کرتے ہیں۔ اس باب میں مالیات عامہ سے متعلق مذکورہ بالا دو امور کا جائزہ لینے کے بعد ہمارے لیے یہ ممکن ہو جائے گا کہ مرکزی بنک کے بعض نئے اعمال و وظائف کا ذکر کر سکیں۔

اسلامی ریاست ایک بامقصد ادارہ ہے، اس کے اخراجات کی تعیین بڑی حد تک اس کے

مقاصد کے تقاضے کے پیش نظر کریں گے۔ ریاست کو اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے وسیع مالی وسائل کی ضرورت پڑے گی۔ ہم بغیر کسی تفصیلی بحث کے یہ فرض کر کے گفتگو کریں گے کہ دور جدید کی دوسری ریاستوں کی طرح اسلامی ریاست کو بھی مالی وسائل فراہم کرنے کے لیے متعدد طریقے اختیار کرنے پڑیں گے۔ جن میں محاصل، نفع آور کاروبار، شرکت اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرنا ، اور قرض لینا شامل ہیں۔ مالی ضروریات کی وسعت اور وسائل کی فراہمی کے لیے مذکورہ بالا طریقے اختیار کرنے کی ضرورت کے حق میں یہاں صرف اجمالی اشارے کیے جاسکتے ہیں۔ اس باب میں ایک فیصلہ کن چیز اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں ہیں جن پر ہم علاحدہ سے گفتگو کر چکے ہیں[1] اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست اپنے حدود میں بسنے والے تمام انسانوں کی بنیادی ضروریات کی مناسب معیار کے مطابق تکمیل کی ضمانت دے گی۔ یعنی ایسے اقدامات کرے گی جن کے نتیجے میں ہر فرد کو خوراک، لباس، مکان، علاج اور تعلیم فراہم ہو اور اس کی جان و مال اور عزت و آبرو بے جا دست درازی سے محفوظ رہے۔ اسلامی ریاست ملک کی معاشی تعمیر و ترقی کا اہتمام کرے گی کیونکہ اس کے بغیر نہ مذکورہ بالا ذمہ داری ادا کی جاسکتی ہے، نہ دوسری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوا جاسکتا ہے۔ تیسری اہم معاشی ذمہ داری معاشرے میں دولت اور آمدنی کی تقسیم کے اندر پائے جانے والے تفاوت کو کم کرنا ہے۔ مزید برآں اسلامی ریاست عوام کا نمائندہ ادارہ ہونے کی حیثیت میں ان اجتماعی ضروریات (Collective needs) کی تکمیل کا بھی اہتمام کرے گی جن کا دائرہ جدید تمدن میں وسعت پذیر ہے۔

دورِ جدید کی فلاحی ریاستوں کے سامنے معیشت کے سلسلے میں عام طور پر جو مقاصد ہوتے ہیں وہ اسلامی ریاست کے سامنے بھی ہوں گے کیونکہ ان کا تعلق عوام کی فلاح و بہبود، ان کی ضروریات کی تکمیل، معاشرہ کے استحکام اور اس کی قوت سے ہوتا ہے، اور یہ سب اسلامی ریاست کے معروف مقاصد میں داخل ہیں۔ ان کے پہلو بہ پہلو وہ عوام کی روحانی اور اخلاقی تربیت، بھلائی کو فروغ دینے اور برائی کو مٹانے، انفرادی آزادی، انسانی ضمیر کو ہر دباؤ سے آزاد رکھنے اور ایک پاکیزہ اور صاف ستھرا معاشرہ قائم رکھنے کا بھی اہتمام کرے گی۔ ان وسیع مقاصد کے حصول کے لیے وہ دوسرے آلات اور اقدامات کے پہلو بہ پہلو مالیات عامہ اور زر و بنک کاری سے متعلق آلات اور اقدامات کو بھی استعمال کرے گی۔

---

[1] ''اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریاں' اسلام کا نظریۂ ملکیت باب ۱۱۔ مرکزی مکتبہ اسلامی۔ دہلی ۱۹۷۸ء

حکومت کے ذرائع آمدنی شریعت نے محدود نہیں رکھے ہیں بلکہ حالات وظروف کے لحاظ سے ان میں خاصی وسعت کا امکان ہے۔[1] یہاں اسلامی ریاست کے معروف ذرائع آمدنی کا ذکر کرنے کی بجائے ہم صرف اس بات پر روشنی ڈالیں گے کہ اسلامی حکومت کو شرکت اور مضاربت کے اصول پر عوام سے سرمایہ حاصل کرنے اور عوام سے قرض لینے کی ضرورت بھی پڑے گی۔ ہم اجمالاً ان مخصوص ضروریات کا ذکر کریں گے جن کی تکمیل کے لیے یہ طریقے استعمال کیے جائیں گے۔ اور یہ بتائیں گے کہ یہ طریقے کس طرح استعمال کیے جائیں گے۔

حکومت کے مصارف اور ذرائع آمدنی

جہاں تک عام اخراجات حکمرانی کا تعلق ہے ان کو محاصل کے ذریعہ پورا کیا جانا چاہیے۔ ملک کے نظم ونسق کو چلانے اور انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ کے جملہ اخراجات، نیز ملک میں امن وامان قائم رکھنے اور عام حالات میں ملک کے دفاع کے اہتمام پر آنے والے مصارف عام اخراجات حکمرانی میں داخل ہیں۔ بعض بنیادی فلاحی خدمات مثلاً تعلیم اور حفظان صحت سے متعلق اخراجات کو بھی محاصل کے ذریعے پورا کرنا چاہیے۔ البتہ معاشی تعمیر وترقی کی اسکیموں اور ان فلاحی خدمات سے متعلق اخراجات عام اخراجات حکمرانی میں نہیں داخل ہیں جن کو معاشرہ نے ریاست کے سپرد کیا ہو۔

باشندگان ملک کی بنیادی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے عشر وزکوٰۃ کی آمدنی اور ان کے علاوہ دوسرے محاصل کی آمدنی سے کام لینا چاہیے۔ دعوت اسلامی، معروف کے قیام اور منکر کو مٹانے اور اس سلسلے میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم وغیرہ کو ذریعہ بنانے سے متعلق اخراجات کو بھی شرعی محاصل اور مزید محاصل سے پورا کرنا چاہیے۔

ملک کی معاشی تعمیر وترقی کے لیے مختلف اسکیموں کو روبہ کار لانے کے لیے جن وسیع مالی وسائل کی ضرورت ہے ان کی فراہمی صرف محصول عائد کر کے نہیں کی جاسکتی۔ اگرچہ محاصل ان وسائل کی فراہمی کا ایک اہم ذریعہ ہوں گے۔ دوسرا ذریعہ قومی املاک کی پیداوار اور ریاست کے زیر اہتمام چلائے جانے والے کاروباری اداروں کے منافع ہیں۔ مگر دور جدید کی ریاستوں بالخصوص کم ترقی یافتہ ملکوں کے

---

[1] اس موضوع پر بحث کے لیے ملاحظہ ہو۔ ''اسلام کا نظریۂ ملکیت ابواب ۷، ۸، ۱۱، اور ۱۲ مرکزی مکتبہ اسلامی۔ دہلی

تجربے شاہد ہیں کہ یہ ذرائع کافی نہیں ہوسکتے۔ضرورت ہے کہ ترقیاتی اسکیموں کے لیے عوام سے ان کا پس انداز کیا ہوا سرمایہ شرکت اور مضاربت کے اصول پر حاصل کیا جائے اور عوام سے ان کی بچتوں کا ایک حصہ قرض کے طور پر بھی حاصل کیا جائے۔

اس مرحلہ پر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ ریاست کے زیر اہتمام ترقیاتی منصوبوں پر عمل کے لیے اصل اہمیت اس بات کو حاصل ہے کہ عوام پیداوار مثلاً زمین، محنت، مشینوں وغیرہ کی ایک بھاری مقدار کو اشیاء صرف کی پیداوار سے فارغ کر کے سامان سرمایہ (Capital Goods) پیدا کرنے میں اور ایسی صنعتوں میں لگایا جائے جو آئندہ مزید سامان پیدا کرنے کے لیے نئے آلات اور اوزار وغیرہ پیدا کرسکیں۔عوام سے محصول کے طور پر یا قرض یا شرکت و مضاربت کے اصول پر ان کی آمدنی کا ایک حصہ حاصل کرنے کی اصل اہمیت یہی ہے کہ اس طرح عوام کی قوت خرید میں جو کمی ہوتی ہے اسی نسبت میں اشیاء صرف کی طلب گھٹتی ہے اور عوامل پیداوار کی ایک مقدار فارغ ہوجاتی ہے جسے حاصل شدہ مالی وسائل کے ذریعہ ریاست ترقیاتی کاموں میں استعمال کے لیے خرید سکتی ہے۔اگر ایسا نہ کیا جائے تو اندیشہ ہے کہ زیادہ وسائل حال کی ضروریات صرف کی تکمیل میں مشغول رہیں گے اور طویل المیعاد سرمایہ کاری کے ذریعہ معاشی تعمیر و ترقی کا اہتمام ممکن نہ ہوگا۔چونکہ ملک کی معاشی تعمیر و ترقی کا اہتمام اسلامی ریاست کی ایک اہم ذمہ داری ہے لہٰذا اسے وہ تمام جائز طریقے اختیار کرنے ہوں گے جن کو اختیار کرنا اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہو۔جب اسلامی ریاست کو جنگ کے سبب دفاع پر غیر معمولی اخراجات کی ضرورت پیش آجائے تو اس کا عام خزانہ ضرورت کی تکمیل کے لیے ناکافی ثابت ہوسکتا ہے اور عوام سے مزید مالی تعاون حاصل کرنے کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔اس ضرورت کو صرف محاصل میں اضافہ کر کے نہیں پورا کیا جاسکتا۔کیونکہ ایک خاص حد سے زیادہ محاصل عائد کرنے سے طرح طرح کے سیاسی، سماجی، معاشی اور انتظامی مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ایسی صورت میں عوام سے رضا کارانہ اعانتیں حاصل کرنے کی پوری کوشش کے ساتھ ساتھ ان سے سرمایہ قرض حاصل کرنا چاہیے۔

اسلامی حکومت کو بعض عارضی مشکلات پر قابو پانے کے لیے بھی قرض کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔حکومت کی آمدنی بالعموم سال کے چند متعین ہفتوں میں زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت عام اوقات کے۔

یہ متعین ہفتے وہ ہیں جن میں عشر و زکوٰۃ، دوسرے سالانہ محاصل، یا محاصل کی سہ ماہی قسطیں وصول کی جائیں گی لیکن حکومت کے بیشتر اخراجات پورے سال پر کم وبیش یکساں طور پر پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ مثلاً ملازمین کی تنخواہیں اور اجرتیں، اشیاء ضرورت کی خریداری وغیرہ، آمدنی اور خرچ کی کیفیت کے درمیان اس فرق کی وجہ سے کسی خاص دن، ہفتہ یا مہینہ میں آمدنی کے اخراجات سے کم ہونے اور عام خزانے میں بقدر ضرورت سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے سرکاری خزانہ کو عارضی طور پر قرض کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ یہ ضرورت دور جدید کی ہر ریاست کو پیش آتی ہے اور اسے موجودہ حکومتیں قصیر المیعاد تمسکات جاری کر کے سودی قرض لے کر پورا کرتی ہیں۔

مذکورہ بالا ضرورت کے علاوہ عوام سے قرض لینے کا طریقہ مالیات عامہ سے متعلق پالیسی کا ایک اہم آلہ بھی ہے جسے بعض اوقات صرف اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ عوام کے ہاتھوں سے ان کی آمدنی کا ایک حصہ واپس لے لیا جائے تاکہ پوری معیشت میں طلب موثر (Effective Demand) کم ہوسکے۔ یہ اقدام بالعموم افراطِ زر کے سدباب کے لیے محاصل میں اضافے کے پہلو بہ پہلو کیا جاتا ہے یا جب محاصل میں مزید اضافہ مناسب نہ نظر آئے تو تنہا اسی اقدام پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ بدلے ہوئے حالات میں جب حکومت طلب موثر میں اضافہ مناسب خیال کرے تو وہ قرضوں کی واپسی عمل میں لاکر عوام کے ہاتھوں میں مزید رقمیں پہنچاسکتی ہیں، تاکہ ان کے خرچ میں اضافہ ہو۔ کوئی وجہ نہیں کہ اسلامی حکومت مالیاتی پالیسی کے اس اہم آلہ کو نہ استعمال کرے یہ بھی حکومت کی جانب سے قرض لینے کی ایک بنیاد ہوگی۔

مالی وسائل کی فراہمی کے لیے قرض لینے یا شرکت ومضاربت کے اصولوں کو بنیاد بنانے کے سلسلے میں ہم ان اجمالی اشارات پر اکتفا کریں گے کیونکہ ہمارا مقصد صرف یہ ہیکہ بعض ایسی صورتیں سامنے لائیں جن میں اسلامی حکومت کے لیے قرض لینا یا شرکت اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرنا مناسب ہوگا۔ معاشیات اور مالیات عامہ کے طالب علموں کے لیے مذکورہ بالا اسباب و احوال معلوم ومعروف ہیں۔ شرعی طور پر اسلامی حکومت کے لیے قرض لینے یا شرکت اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرنے میں کوئی مانع نہیں۔ قرآن وسنت میں کوئی ایسا حکم نہیں دیا گیا ہے جو اسے ان کاموں سے روکتا ہو نہ اجتہاد واستنباط کسی ایسے حکم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اس کے برخلاف

اسلامی ریاست کی جانب سے قرض لینے کی عملی نظیریں موجود ہیں اور فقہاء نے صراحت کر دی ہے کہ ایسے حالات پیش آسکتے ہیں جن میں بیت المال کی جانب سے قرض لینا چاہیے۔ اسلامی ریاست کی جانب سے مزارعت کے اصول پر سرکاری زمینیں دینے اور مضاربت کے اصول پر بیت المال کا سرمایہ دینے کی نظیریں بھی موجود ہیں۔[۱]

حکومت کی مالی ضروریات کی تکمیل کا ایک طریقہ نئے زر کی تخلیق یا خسارہ کی مالیات (Deficit Financing) بھی ہے۔ اس صورت میں خرچ محاصل کی آمدنی اور عوام سے قرض یا شرکت و مضاربت کے اصول پر حاصل کیے ہوئے سرمایہ سے زیادہ ہوتا ہے اور اس کمی کو نئے زر کی تخلیق کے ذریعہ پورا کیا جاتا ہے۔ اس طرح خرچ پورا کرنے کے نتیجے میں معیشت میں زر کی رسد میں جو اضافہ ہوتا ہے اس کے سبب کم از کم عارضی طور پر اشیاء کے نرخ گراں ہو جاتے ہیں، یعنی زر کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے۔ ہر صاحب زر اب پہلے سے کم اشیاء اور خدمات خرید سکتا ہے، اور حکومت نئے زر کے ذریعے اشیاء و خدمات کی ایک ایسی مقدار پر قابو پا لیتی ہے جس پر یہ طریقہ اختیار نہ کرنے کی صورت میں اسے قابو نہیں حاصل ہو سکتا تھا۔ خسارہ کی مالیات کا اثر عوام پر ایک عام محصول کا ہوتا ہے جس کا بار امیر و غریب سب پر یکساں پڑتا ہے۔ اگر نئے زر کا استعمال حکومت نے کسی ایسے کام کے لیے کیا ہو جس کے نتیجے میں تھوڑے ہی عرصے میں اشیاء اور خدمات کی پیداوار اور رسد میں متناسب مقدار میں اضافہ ہو جائے تو نرخ پھر اپنی سابق سطح پر واپس آسکتے ہیں اور زر کی سابق قوتِ خرید بحال ہو سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں جب پیداواری صلاحیت (Productive Capacity) موجود ہونے کے باوجود صرف طلب میں کمی کے باعث کساد بازاری کا اندیشہ ہوتا ہے تو یہ طریقہ استعمال کیا جاتا ہے اور بالعموم مفید نتائج سامنے لاتا ہے۔ کم ترقی یافتہ ممالک میں بھی تعمیر و ترقی کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے بسا اوقات اس طریقے کا استعمال مناسب خیال کیا جاتا ہے لیکن عملی تجربات بتاتے ہیں کہ وہاں نتائج اتنے اچھے نہیں نکلتے اور اشیاء کے نرخ دوبارہ اپنی پرانی سطح پر نہیں واپس آتے۔ اس طریقے کے ناپسندیدہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب اشیاء کی قیمتیں بڑھ رہی ہوں تو سماج کے بعض طبقے جن کی آمدنیاں اشیاء کے نرخ کے ساتھ بڑھتی رہتی ہیں غیر معمولی فائدے حاصل کر لیتے ہیں۔ جب کہ

۱۔ اسلام کا نظریۂ ملکیت۔ باب ۹

دوسرے طبقے غیر معمولی مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں۔ یہ طریقہ سماجی عدل کے معیار پر پورا نہیں اترتا اس لیے اسے مجبوری کی صورت میں ہی اختیار کیا جاسکتا ہے۔ جنگ یا کسی آفت سماوی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے استثنائی حالات کے علاوہ ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کے لیے اس طریقے کو صرف اسی وقت اور اسی حد تک استعمال کرنا چاہیے جب دوسرے طریقوں سے وسائل فراہم کرنے کے باوجود اسے بھی اختیار کرنا ناگزیر ہو جائے۔

شرکت اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ کی فراہمی

معیشت کے قومی دائرہ (Public Sector) اور ترقیاتی منصوبوں پر تفصیلی گفتگو یہاں بے محل ہوگی۔ یہاں ہم صرف یہ واضح کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس دائرے کے بعض گوشے ایسے ہیں جن میں شرکت اور مضاربت کے اصول پر فراہم کیا ہوا سرمایہ لگانا ممکن ہے اور بعض گوشوں میں ایسا کرنا ممکن نہیں۔ عوام سے شرکت اور مضاربت کے اصول پر فراہم کیا ہوا سرمایہ لگانے کی گنجائش صرف ان کاروباری اداروں میں ہے جن کی مصنوعات کھلے بازار میں فروخت کے قابل ہوں اور ان پر نفع نقصان کا حساب لگانا ممکن ہو، یا جن کی پیداوار قومی دائرے کے کسی دوسرے کارخانے کے لیے خام مال کی نوعیت رکھتی ہو اور اس کارخانے کی مصنوعات کھلے بازار میں فروخت کے قابل ہوں۔ قومی دائرہ کی وہ تمام صنعتیں جو اس معیار پر پوری نہ اترتی ہوں، اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ تقاضا کرتی ہیں کہ ان میں صرف قومی سرمایہ یعنی حکومت کا سرمایہ لگایا جائے۔ ایٹمی توانائی، اسلحہ اور سامان جنگ بنانے والے کارخانے، آبپاشی کے بڑے بڑے بند اور ان سے متعلق پانی سے بجلی پیدا کرنے والے کارخانے، نیز نقل وحمل اور رسل ورسائل سے متعلق بیشتر اسکیمیں نفع میں شرکت کے اصول پر جمع کیے ہوئے سرمایہ سے نہیں چلائی جاسکتیں کیونکہ ان کی پیداوار یا تو فروخت نہیں کی جاتی یا ایک ضروری سماجی خدمت کے طور پر ایسے معاوضوں کے بدلے فراہم کی جاتی ہے جن کی تعیین میں نفع یا نقصان کے بجائے دوسرے مصالح کا زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے۔ ان کے برعکس مشینوں کے پرزے، بجلی کے سامان، گھڑیاں، ریڈیو سیٹ، ٹیلی ویژن سٹ، موٹر کار اور زرعی مشینیں اور آلات وغیرہ تیار کرنے والے کارخانے مذکورہ بالا معیار پر پورے اترتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک طویل فہرست ان صنعتوں کی ہے جو اگرچہ اپنی طویل

مدت پیداوار کی وجہ سے نفع کی تقسیم میں بعض مخصوص مشکلات پیدا کرسکتی ہیں لیکن مذکورہ بالا معیار پر پوری اترتی ہیں۔ فولاد، تانبہ، المونیم اور دوسری دھاتوں اور معدنی اشیاء سے متعلق صنعتیں پٹرول، کیمیاوی مرکبات، کیمیاوی کھاد، سیمنٹ اور بھاری مشینوں سے متعلق صنعتیں اسی فہرست میں شامل ہیں۔

قومی دائرے میں سرمایہ کاری کے لیے شرکت اور مضاربت کے اصول پر عوام سے کثیر مقدار میں سرمایہ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انھیں اس بات پر پورا اعتماد ہو کہ ان کے لگائے ہوئے سرمائے مقررہ مدت کے بعد واپس مل سکیں گے۔ ان پر ایک معقول شرح کے مطابق نفع حاصل ہونے کی قوی امید ہو، اور ان پر نقصان اٹھانے کا اندیشہ اس سے زیادہ نہ ہو جتنا اندیشہ نجی دائرہ (Private sector) میں شرکت اور مضاربت کے اصول پر سرمایہ لگانے میں ہو۔ اگر ایک اسلامی حکومت شرکت اور مضاربت کے اصول پر فراہمی سرمایہ کا ایک ایسا نظام وضع کرنے میں کامیاب ہو جائے جو ان خصوصیات کا حامل ہو تو امید ہے کہ اسے عوام، کاروباری اور مالی اداروں اور بینکوں سے کثیر مقدار میں سرمایہ مل سکے گا۔ ہمارے نزدیک ایسا نظام قائم کرنا ممکن ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ حکومت ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو۔

اس سے پہلے ہم تفصیل کے ساتھ یہ واضح کر چکے ہیں کہ شرکت اور مضاربت کے درمیان کیا فرق ہے۔ اس فرق کو سامنے رکھتے ہوئے ہم حکومت کی جانب سے عوام سے سرمایہ حاصل کرنے کی دو الگ الگ شکلیں تجویز کریں گے۔ پہلی شکل مضاربت پر مبنی ہے اور دوسری شرکت پر۔ جیسا کہ آئندہ واضح کیا جائے گا۔ سرمایہ لگانے کی شکلوں میں تنوع بچت کاروں اور اصحاب سرمایہ کے لیے سہولت کا باعث ہوگا۔

حکومتی حصصِ مضاربت

اسلامی حکومت کو مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ وہ کسی مخصوص کارخانہ، یا صنعت یا بالعموم قومی دائرے کی بعض صنعتوں میں سرمایہ کاری کے لیے متعین رقموں کے حصص متعین مدتوں کے لیے جاری کرے۔ مثال کے طور پر ایک ہزار، دس ہزار، ایک لاکھ وغیرہ رقموں کے حصے جاری کیے جاسکتے ہیں۔ ہر حصے پر وہ تاریخ درج ہوگی جب اس سرمایہ کو نفع نقصان کے ساتھ واپس کر دیا جائے گا۔ یہ تاریخیں چھ مہینے، ایک سال، دو سال، پانچ سال وغیرہ مختلف

مدتوں کے بعد کی ہوسکتی ہیں۔ ہر حصے پر یہ درج ہوگا کہ اس حصے کے سرمایہ کے حساب میں جو نفع آئے گا اس میں حکومت ایک متعین نسبت، مثلاً چوتھائی، تہائی یا نصف کی حق دار ہوگی اور باقی نفع حصہ دار کو ملے گا۔ اگر متعلقہ صنعت یا صنعتوں میں خسارہ ہوا تو اس خسارہ کا جو جزء حصہ کے سرمایہ کے حساب میں آئے گا اس کے بقدر وہ سرمایہ کم کر کے واپس دیا جاسکے گا۔ کیونکہ مضاربت پر دیا ہوا سرمایہ اپنے اوپر آنے والے پورے نقصان کے بقدر کم ہوجاتا ہے۔ اس طرح کے کسی حصہ کا خریدار ریاست کے ساتھ مضاربت کا معاہدہ کرنے والا قرار پائے گا۔ اس معاہدہ سے متعلق تفصیلی احکام ہم ''شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول'' بیان کرتے وقت واضح کرچکے ہیں[1] یہ بات کہ ریاست ان حصص کی فروخت کے ذریعے جمع کیے ہوئے سرمایہ کو جن صنعتوں میں لگائے گی ان کے نفع نقصان کا حساب کس طرح لگایا جائے گا، گزشتہ ابواب میں واضح کی جاچکی ہے۔ حکومت اپنے کاروباری اداروں میں شش ماہی یا سالانہ حسابات مرتب کرنے کا اہتمام کرے گی اور حصہ داروں کے نفع نقصان کا حساب انہی حسابات کی روشنی میں لگایا جائے گا۔ ان کاروباری اداروں میں حکومت اپنا سرمایہ اور قرض لیا ہوا سرمایہ بھی لگا سکے گی۔ ایسی صورت میں نفع نقصان کی تعیین وتقسیم کے اصول بھی واضح کیے جاچکے ہیں۔

مناسب ہوگا کہ ہر چھ مہینے یا ایک سال پر حصہ داروں کے درمیان نفع کی تقسیم کا طریقہ اختیار کیا جائے، خواہ خود ان حصص کی مدت زیادہ طویل ہو۔ فرض کیجیے کہ حصص ایک سال سے لے کر دس سال کی مدت کے ہیں اور جس صنعت میں ان حصص کا سرمایہ لگایا گیا ہے اس میں سالانہ حساب کا طریقہ رائج ہے۔ ہر سال حساب کرکے، ہر حصہ کے حق میں آنے والا نفع حصہ داروں کے درمیان تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ جس سال خسارہ ہو اس سال نفع تقسیم کرنے کی بجائے حصہ داروں کو اطلاع دی جائے گی کہ اب ان کا لگایا ہوا سرمایہ گھٹ کر فلاں مقدار میں باقی رہا ہے۔ اس سے اس خسارہ کی تلافی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ کسی حصہ کی مدت پوری ہونے پر اس کا سرمایہ اس سال کے حساب کی روشنی میں کمی یا اضافہ کے ساتھ واپس کردیا جائے گا۔ اگر کسی کارخانہ میں ایک ہی مدت کے حصص سے جمع کیا ہوا سرمایہ لگایا گیا ہو تو حساب کرنا زیادہ آسان ہوگا۔ لیکن ایک کارخانے میں مختلف مدتوں کے حصص کا سرمایہ لگانے سے بھی کوئی غیر معمولی پیچیدگی نہیں پیدا ہوگی۔

---

[1] شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول۔ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۱۹۶۹ء

ہر سال حکومت نئے حصص ِمضاربت جاری کرے گی جن کی فروخت سے نیا سرمایہ حاصل کیا جاسکے گا، ساتھ ہی ہر سال حکومت کو ان حصص کا سرمایہ واپس کرنا ہوگا جن کی میعاد پوری ہوچکی ہو۔ کوشش کی جائے گی کہ نئے حصص کی فروخت سے حاصل ہونے والا سرمایہ اس سرمایہ سے زیادہ ہو جو حکومت کو واپس کرنا ہے تاکہ قومی دائرہ کی صنعتوں کا کاروبار جاری رہے اور سرمایہ کی کمی نہ محسوس ہو۔ ایک ترقی پذیر معیشت میں اس کوشش کی کامیابی یقینی ہے۔ خاص طور پر اس صورت میں جب حکومت نے قومی دائرہ کی صنعتوں کو کامیابی کے ساتھ چلا کر عوام کا اعتماد حاصل کرلیا ہو۔ اس غرض کے لیے حکومت کو اس بات کی طرف خاص توجہ دینی ہوگی کہ بیوروکریسی کے اخراجات حد اعتدال کے اندر رہیں۔

اگر کسی سال حکومتی حصص مضاربت کی طلب کمزور ہو اور مطلوبہ مقداروں میں نیا سرمایہ نہ فراہم ہورہا ہو تو حکومت اس صورت حال کی اصلاح کے لیے متعدد تدابیر اختیار کرسکتی ہے۔ وہ شرح مضاربت میں ایسی ترمیم کرسکتی ہے کہ نئے حصص کے خریداروں کو پہلے کی بہ نسبت نفع کا زیادہ حصہ ملے۔ مثلاً حصہ داروں کو اگر پہلے ایک تہائی، حصہ نفع دیا جاتا تھا تو اب نصف نفع دینے کا اعلان کردیا جائے۔ دوسری تدبیر حکومتی حصص مضاربت سے حاصل ہونے والے نفع کی آمدنی کو جزئی طور پر یا کلی طور پر محصول آمدنی (Income Tax) سے مستثنیٰ کرنا ہے۔ چونکہ نجی دائرہ میں سرمایہ لگانے کی صورت میں یہ رعایت نہیں حاصل ہوگی، اس لیے توقع کی جاسکتی ہے کہ اس رعایت کی وجہ سے سرمایہ لگانے والے حکومتی حصص مضاربت کو سرمایہ لگانے کی دوسری شکلوں پر ترجیح دیں گے۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ نقصان کا اندیشہ بذات خود حکومتی حصص مضاربت کی طلب میں مانع نہیں ہوسکتا کیونکہ سود کے قانوناً ممنوع ہونے کے سبب اسلامی معیشت میں نفع کمانے کے لیے سرمایہ لگانے کی کوئی ایسی شکل ممکن نہ ہوگی جس میں نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ جو چیز قومی دائرہ کی صنعتوں کے لیے مضاربت اور شرکت کے اصول پر سرمایہ کی فراہمی میں رکاوٹ بن سکتی ہے وہ نقصان کا اندیشہ نہیں بلکہ یہ بات ہوگی کہ اس دائرہ میں سرمایہ لگانے میں نقصان کا اندیشہ اس سے زیادہ ہو جتنا بنکوں کے مضاربت کھاتہ میں جمع کرنے یا نجی کاروبار کرنے والوں کے حصص خریدنے وغیرہ متبادل صورتوں میں ہو۔ اگر حکومتی حصص مضاربت خریدنے والوں کو یہ اطمینان ہو کہ سرمایہ لگانے کی یہ صورت اختیار کرکے وہ اس سے زیادہ خطرانگیزی نہیں کررہے ہیں جتنی متبادل صورتوں میں لازم آتی ہے تو وہ

بعض دوسرے اسباب کی بنا پر اس شکل کو دوسری شکلوں پر ترجیح دیں گے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ قومی دائرہ کی صنعتوں کو اس طور پر چلایا جا سکتا ہے کہ ان میں سرمایہ لگانے والوں کو نہ صرف یہ کہ مذکورہ بالا اطمینان حاصل ہو جائے بلکہ ان کے لیے نقصان کا اندیشہ محض ایک نظری بات بن کر رہ جائے۔ عملاً انھیں کبھی بھی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ اگر حکومت قومی دائرہ کی صنعتوں کو اس طرح چلانے میں کامیاب ہو جائے کہ عملاً کسی حصہ دار کو کبھی خسارہ نہ برداشت کرنا پڑے تو حصہ داروں کی توجہ صرف متوقع شرح نفع پر ہوگی اور اسی شرح کی کمی بیشی حکومتی حصص کی طلب میں اضافہ یا کمی کا سبب بن سکے گی۔ سرمایہ لگانے والوں کو اب بھی عدم تیقن (Uncertainty) کا سامنا کرنا ہوگا مگر یہ عدم تیقن صرف شرح نفع سے وابستہ ہوگا۔ سرمایہ کے ڈوب جانے یا خسارہ کے سبب گھٹ جانے کا اندیشہ ختم ہو جائے گا۔ اگر چند برس مسلسل حکومت حسن انتظام، بدعنوانیوں کی روک تھام اور بیوروکریسی کے مصارف کو حد اعتدال میں رکھ کر اپنے حصص پر نفع تقسیم کرنے اور میعاد پوری ہونے پر حصص کے سرمایہ کو کسی کمی کے بجائے نفع کے اضافہ کے ساتھ واپس کرنے کا ریکارڈ قائم کر دے تو وہ ابتدائی شبہات اور خطرات ذہنوں سے نکل جائیں گے جو غیر سودی نظام کا تجربہ شروع کرتے وقت فطری طور پر موجود رہے ہوں گے اور قومی دائرہ کی صنعتوں کے لیے فراہمی سرمایہ کا نظام پائدار اور مستحکم روایات پر قائم نظر آنے لگے گا۔

ہماری یہ رائے کہ حکومت کے جاری کردہ حصص مضاربت پر نقصان کا اندیشہ ختم کیا جا سکتا ہے اس حقیقت پر مبنی ہے کہ جن صنعتوں میں حکومت ترقی کے لیے مزید سرمایہ کاری کرتی ہے ان کی مصنوعات کے لیے ایک ترقی پذیر معیشت میں مستقل اور روز افزوں طلب پائی جاتی ہے۔ فولاد، سمنٹ، مشینیں اور ان کے پرزے، زرعی آلات، بجلی کے سامان وغیرہ اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ منصوبہ بندی ناقص ہو تو اور بات ہے ورنہ اس بات کا امکان بہت کم ہے کہ رسد کے طلب سے زیادہ ہونے کے سبب ان چیزوں کی قیمتیں گرنے لگیں اور مسلسل خسارہ کا سامنا کرنا پڑے۔ اس رائے کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ اگر چہ ان اشیاء کو کھلے بازار میں فروخت کیا جا سکے گا لیکن حکومت ان کی واحد یا کم از کم سب سے بڑی پیدا کنندہ ہونے کے سبب ان کی رسد اور بڑی حد تک ان کی قیمتیں خود مقرر کر سکے گی۔ قیمتوں کی تعیین میں وہ اس بات کا اہتمام کرے گی۔ ان پر جو لاگت آئی ہے اس پر ایک معقول شرح کے مطابق نفع بھی حاصل ہو۔ قومی دائرہ کی مصنوعات کی قیمتوں کی تعیین کے سلسلے میں حقیقت پسندانہ پالیسی اس بات کی

ضامن ہوگی کہ اس دائرہ میں سرمایہ لگانے والے حصہ داروں کو اسی شرح سے یا اس سے کچھ زیادہ نفع تقسیم کیا جا سکے جتنا اس وقت نجی دائرہ میں مضاربت کے اصول پر سرمایہ لگا کر حاصل کیا جا سکتا ہو۔

دور جدید میں متعدد ممالک کا تجربہ یہ بتاتا ہے کہ حکومتیں قومی دائرہ میں سرمایہ کاری کے لیے ایک متعین شرح سود پر قرض سرمایہ حاصل کرتی ہیں۔ لاگت میں سود کے اس اضافہ کے باوجود قومی دائرہ کے کاروباری اداروں کو نفع آور بنیادوں پر چلایا جاتا ہے تاکہ ان منافع سے قومی دائرہ میں مزید سرمایہ کاری کی جا سکے۔ انہی حالات میں اگر کوئی حکومت مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرے اور اپنی مصنوعات کی قیمتوں کی تعیین میں اس بات کا لحاظ رکھے کہ اسے مضاربت پر سرمایہ لگانے والوں کو ایسی شرح کے مطابق نفع دینا ہے جو عوام کے لیے حکومت کے جاری کردہ حصص خریدنے کا قوی محرک بن سکے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے ایسا کرنے میں کامیابی نہ ہو[1] حکومتی حصص مضاربت کے خریداروں اور سودی قرض دینے والوں کے مفاد میں عملاً صرف یہ فرق ہوگا کہ حصہ داروں کی شرح نفع متعین نہ ہوگی، نہ ایک سطح پر قائم رہے گی، بلکہ سال بہ سال گھٹتی بڑھتی رہے گی، جب کہ سودی قرض دینے والوں کی شرح آمدنی متعین اور مقررہ میعاد کے اندر ایک سطح پر قائم رہتی ہے حصص کے خریداروں کو کسی متعین شرح نفع کی پیشگی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔ البتہ نقصان کا اندیشہ عملاً ختم کیا جا سکتا ہے اور اس کا بھی اہتمام کیا جا سکتا ہے کہ شرح نفع میں کمی بیشی ایک خاص حد کے اندر رہے اس شرح میں بہت زیادہ اتار چڑھاؤ نہ ہو۔

حصص مضاربت کے خریداروں کو ان کاروباری اداروں کی پالیسی میں یا ان کے روزمرہ کاروباری فیصلوں میں کوئی دخل نہ حاصل ہوگا جن میں ان سے حاصل شدہ سرمایہ لگایا گیا ہو۔ البتہ جو حصص کسی خاص صنعت یا کاروباری ادارہ کے نام پر جاری کیے گئے ہوں ان کے ذریعے حاصل ہونے والا سرمایہ اس صنعت یا کاروباری ادارہ میں لگانا ضروری ہوگا حکومت اس صنعت یا کاروباری ادارہ کی نوعیت اور اس سے متعلق بنیادی پالیسی میں کوئی ایسی ترمیم نہ کر سکے گی جو حصہ داروں کے مفاد کے خلاف

---

[1] اس بات کا امکان فرض کرتے ہوئے کہ کسی برس قومی دائرہ کی صنعتوں کا خسارہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے کہ ان کے منافع کا کچھ حصہ روک کر ایک ریزرو فنڈ قائم کیا جائے جس سے نقصان کی تلافی ممکن ہو، اور خسارہ کی صورت میں حصہ داروں کو نقصان نہ اٹھانا پڑے، خواہ وہ نفع سے محروم رکھے جائیں۔ اس ضمن میں چند قابل لحاظ باتوں کی طرف تیسرے باب میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔

اسنادِ قرض

حکومت کے لیے قرضوں کی فراہمی کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنا مناسب ہوگا کہ حکومت قرض کی ایسی سندیں تیار کرے جن پر قرض دینے والے کے نام، قرض کی مقدار اور قرض کی مدت درج ہو۔ قرض دینے والے کو قرض دینے کے ثبوت اور حکومت کی جانب سے رسید کے طور پر یہ دستاویز دی جائے جس پر اس کا نام درج کر دیا جائے۔ اس دستاویز کی نقل سرکاری رجسٹر میں محفوظ کر لی جائے۔ ہر سند پر واضح طور قرض کی واپسی کی تاریخ درج کرنے کے ساتھ یہ بھی درج کر دیا جائے کہ یہ واپسی فلاں اداروں کے ذریعے عمل میں آسکے گی۔ ان سندوں کو جاری کرنے اور واپس لینے کے لیے حکومت ڈاک خانوں، ریاستی بنک اور منتخب عام بنکوں، سرکاری خزانہ کی مقامی شاخوں وغیرہ اداروں کو استعمال کر سکتی ہے، تاکہ عوام کو قرض دینے اور رقم واپس وصول کرنے میں سہولت ہو۔ قرض سرمایہ جمع کرنے، ان کے عوض اسناد قرض دینے اور وقت مقررہ پر قرض واپس کرنے کا نظام اس طرح چلایا جائے کہ قرض دینے والوں کو کوئی لاگت نہ برداشت کرنی پڑے اور ہر طرح کی سہولت حاصل ہو۔

قرض کی مقدار اور مدت کے اعتبار سے مختلف قسم کی سندیں جاری کرنی چاہئیں۔ مقداریں، مثال کے طور پر، سو روپے سے لے کر دس لاکھ روپے کی رکھی جائیں اور مدت دو ہفتے، ایک ماہ، تین ماہ اور پھر ایک سال سے تیس سال رکھی جائے۔ ہر مقدار کی ہر مدت کی سندیں موجود ہوں۔ اگر مناسب سمجھا جائے تو سو روپے سے کم کی سندیں بھی جاری کی جاسکتی ہیں۔ اصولاً اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ بعض قرضے عند الطلب واپسی کے وعدے پر حاصل کیے جائیں اور ان کے لیے ایسی سندیں جاری کی جائیں جن پر عند الطلب واپسی کا وعدہ درج ہو۔ لیکن اگر حکومت ایسی سندیں جاری کرے گی تو اس کا اثر عام بنکوں کے قرض کھاتوں میں جمع کیے جانے والے سرمایہ پر پڑے گا۔ چونکہ ان کھاتوں سے بہت سے اجتماعی مصالح وابستہ ہیں۔ لہٰذا ہماری رائے یہ ہے کہ حکومت کو عوام سے براہ راست عند الطلب قابل ادائیگی قرضے نہیں لینے چاہئیں۔ بہت کم مدت، مثلاً تین ماہ سے کم کی سندیں بھی اسی وقت اور اسی مقدار میں جاری کرنی چاہئیں جس حد تک حکومت کی واقعی ضروریات قرض کی تکمیل کے لیے ضروری ہوں۔

سود ایک متعین فی صد رقم ہے جو سال بہ سال قرض دینے والے کو ادا کی جاتی ہے۔ محصول میں تخفیف یا اس سے استثناء میں قرض دینے والے کو کوئی ادائیگی نہیں کی جاتی۔ مزید برآں محصول میں جو کمی کی جاتی ہے اس کا اثر صرف اس سال پر پڑے گا جس سال قرض دیا جائے۔ قرض سرمایہ کے حکومت کے پاس رہنے کے دوران ہر سال نئی رعایت نہیں تجویز کی گئی ہے۔

محصول آمدنی کی تعیین میں آمدنی کی مقدار کو یا محصول دولت کی تعیین میں دولت کی مقدار کو محصول دینے والے کی صلاحیت ادائیگی (Ability to pay) کا پیمانہ قرار دے کر محصول کی مقدار متعین کرنے کی بنیاد بنایا جاتا ہے۔ مجوزہ رعایت کے معنی صرف یہ ہیں کہ حکومت کو غیر سودی قرض دینے کی وجہ سے محصول دینے والے کی صلاحیت ادائیگی میں کمی آجاتی ہے جس کے پیش نظر محصول میں کمی ضروری ہے۔

اس نکتہ کی روشنی میں غور کیجیے تو یہ نظر آئے گا کہ محصول میں تخفیف کی نوعیت ایک معقول عذر کی بنیاد پر مطالبہ میں کمی کی ہے۔ اس کمی کو 'سود' دینے کے مشابہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یہ کوئی مثبت مالی منفعت نہیں جو قرض دینے کے عوض حاصل ہو رہی ہے۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ محصول آمدنی ایک خاص حد سے زیادہ آمدنی رکھنے والوں پر ہی عائد کیا جاتا ہے۔ قدرتی طور پر مجوزہ رعایت سے مستفید ایسے ہی قرض دینے والے ہوں گے جو زیادہ آمدنی کی وجہ سے محصول آمدنی کے قابل قرار پائیں۔ کم آمدنی والے افراد بھی حکومت کو قرض دیں گے مگر ان کو اس رعایت سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ بات بھی اس رعایت اور سود کے درمیان فرق کو نمایاں کرتی ہے کیونکہ سود ہر قرض دینے والے کو ملتا ہے، خواہ اس کی آمدنی کم ہو یا زیادہ۔ یہی حال دولت پر عائد کیے جانے والے محصول کا ہے کہ وہ ایک خاص مقدار سے زیادہ دولت رکھنے والوں پر عائد ہوتا ہے۔ اس محصول میں کی جانے والی رعایت سے وہی قرض دینے والے مستفید ہوں گے جو زیادہ دولت رکھتے ہوں، نہ کہ ہر قرض دینے والا۔

حکومت کو حاصل ہونے والے قرض سرمایہ سے پورے معاشرے کے اہم مفادات کی خدمت عمل میں آئے گی۔ محاصل بھی اسی مقصد کے لیے وصول کیے جاتے ہیں۔ قرض کی رسد میں اضافہ کے لیے محاصل میں تخفیف اصل مقصد کے اعتبار سے صرف طریقہ اور ذریعہ کی تبدیلی کا حکم رکھتی ہے۔

وصول کرتے وقت محصول سے معاف رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی فرد اپنی آمدنی کا جو حصہ پراویڈنٹ فنڈ کے لیے بچاتا ہے اسے بھی محصول آمدنی سے مستثنیٰ کر دیا جاتا ہے تاکہ لوگوں میں اپنے مستقبل کے لیے پس انداز کرنے کا رجحان بڑھے۔ حکومت کو دیئے ہوئے دفاعی قرضوں یا ترقیاتی اسکیموں سے متعلق قرضوں کے سود سے ہونے والی آمدنی کو بھی بسا اوقات محصول آمدنی سے مستثنیٰ کر دیا جاتا ہے تاکہ اصحاب سرمایہ اور بچت کاروں میں سرمایہ لگا کر سود کمانے کی ان مخصوص شکلوں کو دوسری شکلوں پر ترجیح دینے کا رجحان پیدا ہو۔

محاصل میں رعایت کی تجویز کی تفصیلات کافی غور و خوض کے بعد ہی مرتب کی جاسکتی ہیں جو اس مرحلہ پر ممکن نہیں۔ اسے علاحدہ موضوع گفتگو بنانا مناسب ہوگا۔ حکومت کو قرض دینے والا یا تو سال رواں کی آمدنی کا ایک حصہ بچا کر قرض دے گا یا اپنی سابق بچت کو جو پہلے بینک میں جمع تھی، حصص خریدنے میں صرف کی گئی تھی یا کسی اور نفع آور کاروبار میں لگائی گئی تھی، اب ان شکلوں سے نکال کر حکومت کو قرض دینے کے لیے استعمال کرے گا۔ پہلی صورت میں رعایت محصول آمدنی میں کی جائے گی اور دوسری صورت میں دولت پر محصول میں تخفیف کرنی ہوگی۔ اگر دولت میں کوئی محصول نہ عائد کیا گیا ہو، یا موجودہ محصول رعایت دینے کی موزوں شکل نہ فراہم کرتا ہو تو کوئی دوسری تدبیر کرنی ہوگی مثلاً یہ کہ قرض دیئے جانے والے سرمایہ کی نسبت سے اس فرد پر عائد ہونے والے محصول آمدنی میں کوئی تخفیف کر دی جائے۔ رعایت دینے کی جو صورت بھی اختیار کی جائے اس بات کا لحاظ رکھنا ہوگا کہ قرض دینے والوں کے مختلف گروہوں —— چھوٹے بچت کاروں، بڑے سرمایہ داروں، بڑی آمدنی رکھنے والوں وغیرہ —— کے درمیان عادلانہ سلوک ہو۔ اس امر کا بھی لحاظ رکھنا ہوگا کہ اس رعایت کی وجہ سے سرکاری خزانے کو محصول سے ہونے والی آمدنی میں جو کمی ہوگی وہ قرض کی رسد میں ہونے والے اس اضافے کی خاطر گوارا کرنے کے قابل ہو جو اس رعایت کے سبب متوقع ہے رعایت دینے کے ضوابط مرتب کرتے وقت اس امر کا اہتمام کرنا ہوگا کہ محصول میں تخفیف کا طریقہ سود کے ہر شائبے سے پاک ہو۔

حکومت کو قرض دینے والوں کے ساتھ محصول میں رعایت برتنے کی جو تجویز اوپر پیش کی گئی ہے اسے سود کے مشابہ قرار دینا درست نہ ہوگا۔ مجوزہ رعایت اور سود دینے کے درمیان ایسے بنیادی فرق موجود ہیں جو اس شبہہ کو دور کرنے کے لیے کافی ہیں۔

کر نفع کا خواہش مند نہیں ہے) بغیر کسی قربانی کے آخرت میں اجر حاصل کرنے اور قومی مفاد کی خدمت کرنے کی تشفی حاصل کر سکیں گے۔ حکومت مختلف مدتوں کے لیے مختلف مقداروں میں سرمایہ قرض حاصل کرنے کا اہتمام کر کے ایسے بچت کاروں سے ایک کثیر سرمایہ حاصل کر سکے گی۔ اس اہتمام کی شکلوں پر آئندہ روشنی ڈالی جائے گی۔

حکومت کو دیئے جانے والے قرض کی رسد میں مزید اضافہ کے لیے ضروری ہے کہ مذکورہ بالا محرکات کے پہلو بہ پہلو کوئی اور محرک بھی فراہم کیا جائے تا کہ بچت کار سرمایہ محفوظ رکھنے کی دوسری شکلوں پر اس شکل کو ترجیح دے اور اصحاب سرمایہ میں حکومت کو قرض دینے کا زیادہ قوی رجحان پیدا ہو سکے۔

ہماری تجویز یہ ہے کہ حکومت کو قرض دینے والوں کے ساتھ ان پر عائد ہونے والے محاصل کے باب میں کچھ رعایت برت کر یہ مقصد حاصل کیا جائے۔ اگر حکومت کو قرض دینے کی وجہ سے قرض دینے والے کو اس سے کم محصول ادا کرنا پڑے جتنا قرض نہ دینے کی صورت میں ادا کرنا ہوتا تو وہ بچت کار جو اپنا سرمایہ محفوظ رکھنے کے لیے اسے طویل مدتوں کے لیے بنکوں کے قرض کھاتوں میں جمع کرتے ہیں یا اسے بطور خود محفوظ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان شکلوں کے بجائے حکومت کو قرض دینے کا طریقہ اختیار کریں گے چونکہ معاشرہ کے بہت سے بچت کار اور اصحاب سرمایہ نقصان کا خطرہ مول لے کر سرمایہ کو نفع آور کاروبار میں لگانے کے بجائے اسے محفوظ رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں، لہٰذا اس تدبیر سے حکومت کو ایک کثیر سرمایہ بطور قرض حاصل ہو سکے گا۔ اس کے علاوہ محصول میں تخفیف ان اصحاب سرمایہ کے لیے بھی سہولت فراہم کرے گی جو حکومت کو قرض دینے کے لیے اپنے ذاتی مفاد کی قربانی پر آمادہ ہوں اور نفع آور کاروبار میں مشغول سرمایہ کا ایک حصہ اس کاروبار سے نکال کر قرض دینے کا ارادہ کر رہے ہوں۔ محصول میں تخفیف کے سبب ان کو نسبتاً کم قربانی دینی پڑے گی۔ اس لیے توقع ہے کہ اس رعایت کی وجہ سے اس قسم کے قرضوں کی رسد میں اضافہ ہوگا۔ یہی بات ان افراد کے سلسلے میں بھی کہی جا سکتی ہے جو حکومت کو قرض دینے کے لیے اپنے مصارف میں کمی عمل میں لا رہے ہوں۔

دور جدید کی ریاستیں بھی بعض امور کی ہمت افزائی کے لیے محصول سے استثنا یا محصول میں تخفیف کا طریقہ اختیار کرتی ہیں۔ کار خیر کے لیے دیئے جانے والے چندوں اور مذہبی اداروں نیز رفاہ عامّہ کے کاموں پر کیے جانے والے مصارف کو افراد اور اداروں سے محصول آمدنی (Income Tax)

ہوگا اور ان مقاصد کو پوری طرح حاصل کرنے کا جذبہ جتنا زیادہ بیدار ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ ان مقاصد کی خدمت کرنے اور ان کی خاطر اپنے مفادات کی قربانی دینے پر آمادہ ہوں گے۔ اسلامی حکومت افراد معاشرہ میں یہ شعور واضح کرنے اور اس جذبے کو ابھارنے کا اہتمام کرے گی۔

وہ افرادِ معاشرہ سے اپیل کرے گی کہ اپنی ضرورت سے فاضل سرمایہ کا ایک حصہ مزید نفع کمانے کے لیے استعمال کرنے کے بجائے فی سبیل اللہ استعمال کے لیے حکومت کو قرض دیں۔ امید ہے کہ حکومت کو کامیابی ہوگی۔ خاص طور پر جنگ کی حالت میں حکومت کے لیے اپنے شہریوں سے کثیر مقدار میں غیر سودی قرضے حاصل کرنا ممکن ہوگا۔ اگر اسلامی ریاست اپنے نظام تعلیم و تربیت کے ذریعہ اپنے عوام میں بنیادی اسلامی جذبہ کسی درجے میں بھی بیدار کرسکی ہے تو توقع کی جاتی ہے کہ غیر معمولی خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے وہ اپنی فاضل دولت کا نفع قربان کرنے پر ضرور آمادہ ہو جائیں گے۔ اربابِ حکومت دیانت داری اور راہ خدا میں قربانی کا جتنا اونچا نمونہ پیش کریں گے عوام سے اسی قدر زیادہ تعاون حاصل کرسکیں گے۔

مذکورہ بالا محرک کے علاوہ حکومت کو قرض دینے کے خالص معاشی محرکات بھی ممکن ہیں۔ گزشتہ مباحث میں ہم یہ بات واضح کرچکے ہیں کہ جو لوگ اپنی بچتوں کو نقصان کا خطرہ مول لے کر نفع آور کاموں میں لگانا نہیں پسند کریں گے وہ انھیں بنکوں کے قرض کھاتہ میں جمع کریں گے۔ ان میں ایک معتدبہ تعداد ان بچت کاروں کی ہوگی جو اپنی بچتوں کو ایک طویل مدت تک استعمال کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے ہوں گے بلکہ انھیں محفوظ رکھنے کے ارادہ سے قرض کھاتے میں جمع کریں گے۔ ان لوگوں کا مقصد ایک مدت کے بعد اپنے اصل سرمایہ کو بغیر کسی کمی کے واپس حاصل کرلینا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ سرمایہ پر نفع کا اضافہ نقصان کا خطرہ مول لیے بغیر ممکن نہیں، اور وہ یہ خطرہ نہیں مول لینا چاہتے۔ ہماری رائے میں ایسے لوگوں کے لیے حکومت کو قرض دینا بنکوں کے قرض کھاتہ میں سرمایہ جمع کرنے کے مقابلے میں قابل ترجیح ہوگا۔ اس ترجیح کا پہلا سبب یہ ہے کہ حکومت کی ساکھ بنکوں کی ساکھ سے اونچی ہوگی اور اس کا وعدہ زیادہ قابل اعتماد ہوگا۔ حکومت کو قرض دینے والے کو اس امر کی ضمانت حاصل ہوگی کہ مقررہ مدت کے بعد اسے قرض دیا ہوا سرمایہ ضرور واپس مل جائے گا۔ اس ترجیح کا دوسرا سبب یہ ہے کہ حکومت کو قرض دے کر مذکورہ بالا بچت کار (جو اپنا سرمایا محفوظ رکھنا چاہتا ہے، نقصان کا خطرہ مول لے

ممکن ہو عوام سے رضا کارانہ مالی تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی اور حسب گنجائش مزید محاصل بھی عائد کیے جائیں گے لیکن حقیقت پسندانہ مفروضہ یہی ہے کہ ان ذرائع سے ضرورت کا پورا ہو جانا یقینی نہیں۔ ایسی صورتوں میں بھی حکومت کو قرض حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جنھیں آئندہ محاصل اور دوسرے ذرائع آمدنی سے کام لے کر واپس کیا جا سکے گا۔ اس طرح جنگ کے مصارف کا بار تھوڑی مدت میں اس وقت کے اصحاب استطاعت پر ڈالنے کے بجائے طویل مدت پر پھیلانے اور آئندہ آنے والے اصحابِ استطاعت کو بھی اس میں شریک کرنے کا موقع ملے گا جو عدل و انصاف سے زیادہ قریب ہے۔

جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے بعض ضرورتوں کے پیش نظر حکومت کو تھوڑی مدت کے لیے قرضوں کی ضرورت بھی پڑے گی۔ جس طرح نجی کاروبار کرنے والوں کو عارضی طور پر قصیر المیعاد قرضوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح حکومت کے زیر اہتمام چلائے جانے والے کاروباری اداروں کو بھی قصیر المیعاد قرضوں کی ضرورت پڑے گی۔ مزید برآں حکومت کو اپنے عام خزانہ کی جانب سے بھی تھوڑی مدت کے لیے قرض لینے کی ضرورت پڑ سکتی ہے کیونکہ اس کی آمدنی سال کے بعض ہفتوں میں زیادہ ہوگی جب کہ اخراجات پورے سال پھیلے ہوئے ہوں گے۔

جہاں تک قصیر المیعاد قرضوں کا سوال ہے کسی حد تک ان کی فراہمی کا بار نظام بنک کاری پر ڈالا جا سکتا ہے جس کے پاس عوام کے قرض کھاتوں میں کثیر رقمیں جمع ہوں گی۔ اس طرح یہ ضرورت کسی حد تک مرکزی بنک سے عارضی طور پر قرض لے کر بھی پوری کی جا سکتی ہے۔ ایسا کرنے کی عملی صورت پر آئندہ روشنی ڈالی جائے گی۔

حکومت قرض دینے والوں کو ایک متعین مدت کے بعد ان کا دیا ہوا سرمایہ واپس کرنے کی ذمہ داری لے گی، لیکن قرض دیئے ہوئے سرمایہ پر سود یا کوئی نفع یا معاوضہ نہیں دیا جائے گا۔ قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں عوام کے لیے قرض دینے کا محرک کیا ہوگا۔ ضمناً ہم اس سوال پر بھی غور کریں گے کہ اگر کسی وقت قرض کی رسد ضرورت کی تکمیل کے لیے ناکافی ہو تو اس میں اضافہ کے لیے حکومت کیا تدبیر اختیار کر سکتی ہے۔

ملک کا دفاع، فوجی طاقت کا استحکام اور معاشی تعمیر و ترقی اہم اسلامی اور سماجی مقاصد ہیں۔ اسلامی معاشرے کے افراد میں ان مقاصد کی دینی نوعیت اور ان کی غیر معمولی اہمیت کا شعور جتنا واضح

مقصد کے لیے اس سرمایہ کو استعمال کیا جائے گا جو عام بنکوں کے نقد محفوظ کے طور پر مرکزی بنک میں جمع ہے اس حد تک اسے خسارہ کی مالیات نہیں قرار دیا جاسکے گا۔ کیونکہ بنکوں کا نقد محفوظ عوام کی بچت کا ایک حصہ ہے جو مختلف راہوں سے مرکزی بنک تک پہنچا ہے۔ اس کا استعمال طلب موثر میں نئے اضافہ کے ہم معنی نہ ہوگا۔

حصص کی خریداری کے لیے مرکزی بنک کی جانب سے زر کی رسد میں اضافہ اس صورت میں بالکل مناسب ہوگا جب معیشت کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر اسے نیا نقد فراہم کرنا مطلوب ہو۔ مزید برآں چونکہ قومی دائرہ میں سرمایہ کاری کے نتیجہ میں پیداوار میں اضافہ ہوگا، لہٰذا اس طریقے کو اختیار کرنے سے ان مفاسد کے پیدا ہونے کا امکان کم ہے جن کے پیش نظر خسارہ کی مالیات کے بارے میں احتیاط ضروری قرار دی گئی ہے۔ حصص کی قیمت کے طور پر حکومت کو جو سرمایہ مرکزی بنک سے حاصل ہوگا اس کے استعمال سے کارخانے، مشینیں، خام مال اور مصنوعات وغیرہ اثاثے وجود میں آئیں گے۔ زر کی رسد میں اضافہ کی وجہ سے افراطِ زر کی صورت حال نہ پیدا ہو سکے گی۔

حکومتی قرضے

اوپر ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ قومی دائرہ کی بعض صنعتیں ایسی ہیں جن کی نوعیت کے پیش نظر ان میں شرکت اور مضاربت کے اصول پر حاصل کیا ہوا سرمایہ لگانا ممکن نہیں۔ انھیں خالص قومی سرمایہ سے چلانا ہوگا۔ یہ صنعتیں ملک کی معاشی ترقی کے لیے کلیدی اہمیت کی حامل ہیں۔ اور تیز رفتار ترقی بڑی حد تک ان صنعتوں کے استحکام پر منحصر ہے۔ ایٹمی توانائی، آب پاشی کی اسکیمیں، نقل و حمل اور رسل و رسائل سے متعلق اسکیمیں، اور بعض دوسری صنعتیں یہی نوعیت رکھتی ہیں۔ ان کے علاوہ وہ تمام صنعتیں جن کا براہ راست تعلق فوجی قوت اور دفاع سے ہے قومی سرمایہ سے ہی چلائی جاسکتی ہیں۔ ان صنعتوں کی مالی ضروریات بہت وسیع ہیں اور اکثر اوقات ان ضروریات کو صرف محاصل کی آمدنی سے پورا کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ دورِ جدید کی تمام ریاستیں اس مقصد کے لیے عوام سے قرض سرمایہ حاصل کرنے کا طریقہ اختیار کرتی ہیں۔ اسلامی حکومت کو بھی ترقیاتی کاموں کے لیے طویل المیعاد قرضوں کی ضرورت پڑے گی۔

جب ملک جنگ یا کسی آفت سماوی کے سبب غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہو تو جہاں تک

مذکورہ بالا تشریحات کے مطابق حصص مضاربت اور حصص شرکت کے درمیان تین بنیادی فرق ہوں گے۔ حصص شرکت کے خریداروں کو متعلقہ صنعت کے چلانے میں اپنے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے لینے کا موقع ملے گا۔ جبکہ حصص مضاربت کے خریدار اس موقع سے محروم ہوں گے۔ حصص شرکت کے خریدار جب چاہیں ان حصص کو فروحت کرسکیں گے جب کہ حصص مضاربت کے خریداروں کو اپنا سرمایہ واپس حاصل کرنے کے لیے حصہ کی میعاد پوری ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ حصص شرکت کے خریداروں کو نفع کی صورت میں اپنے سرمایہ پر فی صد نفع اس سے زیادہ ملے گا جتنا حصص مضاربت کے خریداروں کو ملے گا۔ ان تین باتوں کے علاوہ یہ فرق بھی اہمیت کا حامل ہے کہ حصص مضاربت چھوٹی رقموں اور کم مدتوں کے لیے بھی جاری کیے جائیں گے۔ جب کہ ہماری تجویز کے مطابق حصص شرکت بڑی رقموں اور نسبتاً طویل مدتوں کے لیے جاری کیے جائیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تجربے کی روشنی میں اس تفریق کو مناسب نہ خیال کیا جائے اور چھوٹی رقموں اور کم مدتوں کے لیے بھی حصص شرکت جاری کیے جائیں۔

گزشتہ باب میں مرکزی بنک کی جانب سے جن حکومتی حصص کی خرید وفروخت کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہی حکومتی حصص شرکت ہیں جن کی نوعیت اوپر واضح کی گئی ہے۔ مرکزی بنک حکومتی حصص مضاربت بھی خرید سکتا ہے لیکن وہ انھیں دوبارہ عوام کے ہاتھوں نہیں فروخت کرسکے گا۔ بلکہ مدت پوری ہونے پر حکومت سے ان کا سرمایہ واپس لے سکے گا۔ چونکہ زر کی رسد میں اضافہ کے لیے معیشت کو نیا نقد دینے کے لیے مرکزی بنک کی تحویل میں رہنے والے حصص کی مقدار بڑھتی رہے گی لہٰذا وہ حصص مضاربت کی ایک مقدار خرید سکتا ہے اور میعاد پوری ہونے پر ان کے سرمایہ سے مزید حصص خرید کر مستقل طور پر اپنی تحویل میں حصص مضاربت کی ایک بھاری مقدار رکھنے کا اہتمام کرسکتا ہے حصص کی جس مقدار کو وہ وقت پڑنے پر فروخت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ لازماً حصص شرکت ہونے چاہئیں۔

مرکزی بنک کی جانب سے حکومتی حصص شرکت اور حکومتی حصص مضاربت میں ایک بھاری سرمایہ لگائے رکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ قومی دائرہ میں سرمایہ کاری کے لیے بڑی مقدار میں سرمایہ فراہم کرے گا۔ اگر یہ پورا سرمایہ نئے زر کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے یعنی مرکزی بنک نے حصص خریدنے کے لیے نئے نوٹ چھاپے ہیں تو بظاہر اس کی نوعیت خسارہ کی مالیات کی ہوگی۔ البتہ جس حد تک اس

نفع کمانا ہو۔ جیسا کہ ہم گزشتہ باب میں اشارہ کر چکے ہیں۔ مرکزی بینک بھی اس بات کا اہتمام کرے گا کہ ان حصص کے داموں میں ٹھہراؤ، پایا جائے اور انھیں معمولی اتار چڑھاؤ سے محفوظ رکھا جائے۔

حکومت کی اونچی ساکھ، حکومتی حصص شرکت کی نفع آوری اور ان حصص کے ہر وقت قابل فروخت ہونے کے سبب یہ حصص بینکوں اور عام افراد اور اداروں کے لیے نفع کمانے کی غرض سے سرمایہ لگانے کا ایک اہم طریقہ ثابت ہوں گے جو بچت کار یا بینک اپنا سرمایہ تھوڑے عرصہ کے لیے لگانا چاہیں وہ بھی اس طریقہ کو اختیار کرسکیں گے کیونکہ اگر ہماری یہ رائے درست ہے کہ یہ حصص بالعموم نفع آور ثابت ہوں گے تو ان کو خرید کر دوبارہ فروخت کر دینے میں کسی نقصان کی بجائے کچھ نفع کی امید کی جائے گی۔ اگر کسی وقت کسی حصہ دار کو اس وقت کے نرخ بازار پر حصص کی فروخت نہ منظور ہو تو اس کے لیے یہ راہ کھلی ہوگی کہ وہ حصہ کی مدت پوری ہونے کا انتظار کرے اور وقت آنے پر اپنا سرمایہ مع نفع یا نقصان کے واپس حاصل کرے۔ ہمارے نزدیک یہ بات پوری طرح ممکن ہے کہ عملاً ان حصہ داروں کو کبھی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ اگر عملی طور پر اس بات کا مظاہرہ کیا جاسکا تو ان حصص کی مقبولیت بہت بڑھ جائے گی۔ یہ مقصد آج بہت سی اونچی ساکھ رکھنے والے کاروباری اداروں نے اپنے حصص کے سلسلے میں عملاً حاصل کرلیا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اسلامی حکومت اسے حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

ہم یہ بھی تجویز کریں گے کہ حکومتی حصص شرکت کی مقدار سرمایہ اور میعاد، بالعموم، حکومتی حصہ مضاربت کے مقابلے میں زیادہ رکھی جائے۔ حکومتی حصص مضاربت کو چھوٹے بچت کاروں کے لیے سہل الوصول بنایا جائے اور حکومتی حصص شرکت کو نسبتاً طویل مدتوں کے لیے بڑے سرمائے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جائے۔ نفع کی تقسیم کا اصول ایسا رکھا جائے کہ نفع ہونے کی صورت میں حصص شرکت کے خریداروں کو اس سے زیادہ نفع ملے جتنا حصص مضاربت کے خریداروں کو ملتا۔ مثال کے طور پر حصص مضاربت پر نصف نفع دیا جارہا ہو تو حصص شرکت پر نفع کا تین چوتھائی دیا جائے۔ مگر شرکت کا سرمایہ ایسی صنعتوں اور کاروباری اداروں میں لگایا جائے جن میں نسبتاً زیادہ عدم تیقّن اور خطرے (Risk) کا سامنا ہو۔ جب کہ مضاربت کے اصول پر حاصل کیا ہوا سرمایہ نسبتاً زیادہ محفوظ راہوں میں لگایا جائے۔ ان امور کے اہتمام سے یہ فائدہ ہوگا کہ بازار میں مختلف قسم کے حصص موجود ہوں گے اور چھوٹے بچت کاروں، بینکوں اور عوامی اداروں اور بڑے بڑے اصحابِ سرمایہ کو اپنے مزاج اور مفاد کے مطابق موزوں حصص کے انتخاب کا موقع ملے گا۔

کی ملکیت ایک فرد سے دوسرے فرد کی طرف منتقل ہوگی، حکومت یا اس کے مقرر کردہ افسران کو اس امر کی اطلاع دی جائے گی تاکہ سرکاری رجسٹر میں اس کے مطابق اندراج کیا جاسکے۔

حکومتی حصص شرکت کی خرید وفروخت میں افراد اور ادارے اس قیمت کے پابند نہ ہوں گے جو حصہ کی سند پر درج ہو۔ ایک لاکھ کا حصہ بازار میں اس سے زیادہ یا اس سے کم دام پر بھی خرید اور فروخت کیا جاسکے گا۔ جس طرح ہر مالک کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اپنے مملوکہ کارخانہ کو جس دام پر چاہے فروخت کرے اسی طرح مشترکہ کارخانوں کے اجزاء کے مالکوں یعنی حکومتی حصص شرکت کے مالکوں کو بھی یہ اختیار ہوگا کہ وہ اپنی ملکیت کو جس دام پر چاہیں فروخت کریں۔

بازار میں حکومتی حصص شرکت کی قیمت متعین کرنے میں اصل اہمیت اس نفع کو حاصل ہوگی جو ان کی ملکیت سے متوقع ہو۔ جب متوقع نفع زیادہ ہو تو اس حصص کے دام بڑھ جائیں گے اور متوقع نفع کم ہوگا تو دام گر جائیں گے۔ خود اس توقع کی بنیاد متعلقہ کارخانہ کی کارکردگی اور بازار میں اس کی مصنوعات کے نرخ کا اتار چڑھاؤ ہے۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ متعلقہ صنعت میں خسارہ کا اندیشہ ہو اور اس کے حصص کے دام ان پر درج رقم سے نیچے گر جائیں کتنے نیچے گریں گے۔ اس کا انحصار خسارہ کی مقدار کے بارے میں اندازوں پر ہوگا۔ یہ امر بھی قدرتی ہے کہ سالانہ تقسیم نفع کا موقع قریب آنے پر ان حصوں کے دام زیادہ تغیر پذیر ہوں اور سال کے باقی اوقات میں ان کے نرخ میں زیادہ ٹھہراؤ پایا جائے۔ ان حصص کے بازار کی کیفیت دور جدید میں تجارتی کمپنیوں کے عام حصص کے بازار کی سی ہوگی۔ البتہ حکومت کی اونچی ساکھ اور قومی دائرہ کی صنعتوں کو نفع آور بنا کر چلانے کے بارے میں اس کی پالیسی جس پر ہم حکومتی حصص مضاربت کے ضمن میں روشنی ڈال چکے ہیں اس بات کی ضامن ہوگی کہ ان حصص کے بازار میں نسبتاً زیادہ ٹھہراؤ پایا جائے گا۔

بجا طور پر یہ خیال ظاہر کیا جاسکتا ہے کہ ان حصص کے بازار میں سٹہ بازی کا رجحان پیدا ہوسکتا ہے کیونکہ ان کے بازار بھاؤ کا انحصار بڑی حد تک اندازوں اور توقعات پر ہوگا۔ اس اہم مسئلہ پر اس کتاب میں تفصیلی بحث ممکن نہیں ہے۔ اجمالاً یہ رائے ظاہر کی جاسکتی ہے کہ دوسری املاک واجناس کی طرح نفع کی توقع یا نقصان کے اندیشہ کو خرید وفروخت کی بنیاد بنانے کی پوری آزادی ہونی چاہیے لیکن ایسے اقدامات کا سد باب کرنا چاہیے جن کا مقصد ان حصص کی قیمتوں میں مصنوعی اتار چڑھاؤ پیدا کر کے

دینا طے کیا جاسکتا ہے۔ یعنی کسی سال کارخانہ کو ایک لاکھ کا نفع ہو تو ہر عام حصہ دار کو، جس کے فراہم کردہ ایک لاکھ کے سرمایہ پر ایک ہزار کا نفع آیا ہے۔ صرف ساڑھے سات سو دیئے جائیں، باقی نفع حکومت کا، اس کے فراہم کردہ سرمایہ پر ہوگا۔ حکومت کو ایک لاکھ کے ہر حصے پر ایک ہزار ایک سو چھیاسٹھ روپے ملیں گے۔ مشترکہ کاروبار میں شرکاء کے لیے نفع میں شرکت کی مختلف نسبتیں طے کرنا شرعی طور پر بالکل درست ہے۔ جیسا کہ ہم متعلقہ مباحث میں واضح کر چکے ہیں[1] اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بعض شرکاء زیادہ کاروباری صلاحیت کے مالک ہوتے ہیں یا کاروبار کے لیے جدوجہد کرتے ہیں جس کا لحاظ ان کے حصہ کی تعیین میں رکھا جاتا ہے۔ مذکروہ بالا مثال میں چونکہ کارخانے کو عملاً چلانے اور اس سے متعلق جملہ امور کے انتظام وانصرام کی اصل ذمہ داری حکومت کی ہوتی ہے۔ لہٰذا بالکل مناسب ہوگا کہ نفع میں اس کا حصہ عام افراد سے زیادہ رکھا جائے۔ جہاں تک نقصان کا تعلق ہے اس کی ذمہ داری ہمیشہ سرمایہ فراہم کرنے والوں پر ان کے سرمایہ کی نسبت سے ہوگی۔

مذکورہ بالا تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حکومتی حصص شرکت پر سرمایہ کی مقدار اور مدت کی تعیین کے ساتھ اس امر کی بھی صراحت ہوگی کہ اس سرمایہ کے حساب میں آنے والے نفع کی فلاں نسبت کے مطابق حصہ سرمایہ فراہم کرنے والے کو ملے گا اور خسارہ کی صورت میں سرمایہ اپنے حساب میں آنے والے نقصان کے بقدر کم ہو جائے گا۔ حصہ پر یہ بھی درج ہوگا کہ حصہ دار کی مالی ذمہ داری محدود ہے یا غیر محدود۔ اگر حصہ کسی مخصوص صنعت کے لیے جاری کیا گیا ہو تو اس کی بھی صراحت ہوگی۔ حکومتی حصص مضاربت کی طرح حکومتی حصص شرکت کے منافع بھی سال بہ سال تقسیم کیے جاتے رہیں گے اور میعاد پوری ہونے پر حصہ کا سرمایہ اس سال کے حساب کی روشنی میں اضافہ یا کمی کے ساتھ واپس کر دیا جائے۔

چونکہ ہر حصہ کی سند دراصل ایک مشترکہ کاروبار میں ایک جزء کی ملکیت کی دستاویز ہوگی۔ لہٰذا یہ سندیں کھلے بازار میں خریدی اور فروخت کی جاسکیں گی۔ ان سندوں کی فروخت مشترکہ ملکیت کے ایک جزء کی فروخت کے ہم معنیٰ سمجھی جائے گی۔ ہر حصہ دار کو اس بات کی پوری آزادی ہوگی کہ وہ جب چاہے اپنا حصہ کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے۔ نفع کی تقسیم یا مجلس انتظامیہ کے انتخاب میں حصہ لینے کے حق دار وہ لوگ ہوں گے جو تقسیم نفع یا انتخاب کے وقت ان حصوں کے مالک ہوں۔ جب بھی کسی حصہ

---

[1] شرکت اور مضاربت کے شرعی اصول، صفحات ۳۶، ۳۸

شرکت کے سرمایہ سے چلائے جانے والی قومی صنعتوں میں حکومت کا حصہ زیادہ ہواور دوسرے افراد اور اداروں کا حصہ کم ہو۔

اس بات کی تعیین بھی اصولی طور پر آغاز کار ہی میں صراحت کے ساتھ کرلی جائے گی کہ مجلس انتظامیہ کے فیصلے کا طریقہ کیا ہوگا۔ یعنی کن امور پر دوتہائی یا تین چوتھائی اکثریت فیصلہ کے لیے ضروری ہوگی اور کن امور میں مجرد کثرت رائے فیصلہ کے لیے کافی ہوگی۔ اس سلسلے میں مناسب ضابطے بنا کر اس بات کا اہتمام کیا جاسکتا ہے کہ ایک طرف تو عام حصہ داروں کو بھی اپنے مفاد کے پیش نظر ان صنعتوں کو چلانے میں دخل دینے کا پورا موقع ملے اور دوسری طرف کوئی ایسا فیصلہ بھی نہ کیا جاسکے جو قومی مفاد کے خلاف ہو۔

مناسب ہوگا کہ کارخانہ کے مالیات کو اس طرح منظم کیا جائے کہ حصہ داروں کی مالی ذمہ داری ان کے فراہم کردہ سرمایہ سے متجاوز نہ ہو۔ یعنی ان کارخانوں میں طویل المیعاد قرض سرمایہ نہ لگایا جائے اور قصیر المیعاد قرضے نیز ادھار لین دین مجموعی سرمایہ کے حدود کے اندر ہوں۔ لیکن اگر کسی صنعت میں شرکت کے سرمایہ کے ساتھ بھاری مقدار میں قرض لیا ہوا سرمایہ لگانا ضروری ہو تو ایسا کیا جاسکتا ہے۔ اصول کا تقاضا ہے کہ ایسی صورت میں شرکاء کی مالی ذمہ داری غیر محدود ہو تاکہ قرض خواہوں کے مفادات محفوظ رہیں۔ مگر عملاً یہ مقصد کارخانہ کو ایسے ضوابط کا پابند بنا کر حاصل کیا جاسکتا ہے کہ وہ کسی بنک کی ضمانت حاصل کیے بغیر ایسی ذمہ داریاں نہ اٹھائیں۔

حصص شرکت کو بھی مدت کی تعیین کے ساتھ جاری کرنا مناسب ہوگا۔ موزوں مقداروں کے حصص مختلف میعاد کے ساتھ جاری کیے جاسکتے ہیں تاکہ تھوڑے عرصہ کے لیے سرمایہ لگانے والوں اور طویل مدت کے لیے سرمایہ لگانے والوں دونوں قسم کے افراد سے سرمایہ حاصل کیا جاسکے۔

حکومت اور اس کے شرکاء کے درمیان یہ بات صاف طور پر طے ہوگی کہ ان حصص کے سرمایہ پر آنے والے منافع میں سے حصہ داروں کو کتنا حصہ ملے گا۔ نفع کی تقسیم سرمایوں کی مقدار کی نسبت سے بھی ہوسکتی ہے لیکن ایسا کرنا ضروری نہیں۔ ہمارے نزدیک حکومت کے زیر اہتمام چلنے والے کاروباری اداروں کے لیے جب شرکت کے اصول پر سرمایہ فراہم کیا جائے تو عام حصہ داروں کے لیے نفع کی نسبت اس سے کم مقرر کی جانی چاہیے جتنی حکومت کے لیے مقرر کی جائے۔

مذکورہ بالا مثال میں چالیس عام حصہ داروں کو ان کے سرمایہ پر آنے والے نفع کا تین چوتھائی

جائے اسے کاروبار میں دخیل بنانا لازمی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اپنے اس حق کو عملاً نہ استعمال کرے یہ مضاربت اور شرکت کے درمیان ایک بنیادی فرق ہے جس کے نتیجے میں حکومتی حصص شرکت کی نوعیت حکومتی حصص مضاربت سے مختلف ہو جاتی ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ شرکت کے سرمایہ سے چلایا جانے والا کاروبار شرکاء کی مشترکہ ملکیت ہوتا ہے۔ اس بنا پر حکومتی حصص شرکت، ملکیت کی سندیں ہوں گے۔ فرض کیجیے کہ حکومت ایک کروڑ کے سرمایہ سے ایک کارخانہ قائم کرتی ہے اور یہ سرمایہ ایک لاکھ کے سو حصص شرکت فروخت کر کے حاصل کرتی ہے۔ ان میں سے ہر حصہ کا مالک اس کارخانہ کے سویں حصہ ۱۰۰/۱ کا مالک سمجھا جائے گا۔ یہ حصص شرکت اور حصص مضاربت کے درمیان دوسرا فرق ہے۔ ذیل میں حکومتی حصص شرکت کی نوعیت اور متعلقہ تفصیلات کے بارے میں جو باتیں درج کی جارہی ہیں ان کا مطالعہ کرتے وقت ان دونوں باتوں کو سامنے رکھنا چاہیے۔ ہم نے تجویز کیا ہے کہ حکومت شرکت کے اصول پر حاصل کردہ سرمایہ کے استعمال کا ایسا طریقہ اختیار کرے جن میں ان دونوں باتوں کا پورا لحاظ رکھا گیا ہو۔ سہولت کی خاطر یہ تجویز ایک مثال کے پیرایے میں بیان کی گئی ہے۔

فرض کیجیے کہ حکومت ایک کروڑ کے سرمایہ سے ایک کارخانہ قائم کرنا چاہتی ہے جس کے لیے وہ ایک لاکھ قیمت کے سو حصے جاری کرتی ہے اور ان میں سے ساٹھ حصے خود خرید لیتی ہے۔ باقی چالیس حصے بینک، اصحاب سرمایہ وغیرہ خریدتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کارخانے میں ساٹھ لاکھ کا سرمایہ حکومت نے لگایا ہے اور چالیس لاکھ عام افراد اور اداروں نے کارخانہ سے متعلق اہم امور طے کرنے اور اس کی بنیادی پالیسی وضع کرنے نیز اسے کامیابی کے ساتھ چلانے کا کام دس آدمیوں کی ایک انتظامیہ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ ان افراد کا انتخاب حصہ داروں کی رائے سے کیا جائے گا جس کے نتیجے میں چھ افراد حکومت کے نامزد کردہ اور چار افراد دوسرے حصہ داروں کے نامزد کردہ ہوں گے۔ اس نتیجہ کو حاصل کرنے کے متعدد موزوں طریقے ممکن ہیں جس کی تفصیل میں جانا اس مرحلہ پر ضروری نہیں۔ کارخانہ اگرچہ مشترکہ ملکیت ہوگا مگر اس کے انتظامیہ میں حکومت کے نمائندوں کی اکثریت ہوگی۔ ہمارے نزدیک اس بات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ قومی دائرہ کی صنعتوں کو فی الجملہ قومی مفاد کا خادم بنائے رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ نجی سرمایہ کی شرکت کے باوجود ان صنعتوں کے چلانے میں مقامی مفاد کی نمائندگی کرنے والوں کی رائے کو فیصلہ کن اہمیت حاصل ہو۔ یہ مقصد اسی وقت حاصل کیا جاسکتا ہے جب

ہو۔ اگر کسی مرحلہ پر وہ اس طرح کا کوئی فیصلہ قومی مفاد کے لیے ضروری سمجھے تو اس کا اعلان کر کے حصہ داروں کو اس بات کا موقع فراہم کرنا ہوگا کہ جو لوگ اس تبدیلی کے بعد اس صنعت یا کاروباری ادارہ میں سرمایہ لگانا مناسب نہیں خیال کرتے وہ اپنا سرمایہ واپس لے سکیں۔

قومی دائرہ کے جن کاروباری اداروں میں حکومتی حصص مضاربت کی فروخت کے ذریعے جمع کیا ہوا سرمایہ لگایا جائے گا وہ قومی ملکیت سمجھے جائیں گے۔ حصہ داروں کی ملکیت نہیں قرار پائیں گے۔ حصہ داروں کی حیثیت ایک جاری کاروباری ادارہ میں سرمایہ لگانے والوں کی ہوگی۔ ان کی اس حیثیت کا ثبوت وہ سند یا دستاویز ہوگی جو انھیں حصہ خریدتے وقت سرمایہ کے عوض ملے گی۔ اس سند پر رقم، مدت، نفع میں حصہ کی نسبت، نفع کی تقسیم کی مدت وغیرہ درج ہوگی۔ حکومت کے پاس ایک رجسٹر میں حصہ خریدنے والوں کے نام تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ درج ہوں گے۔ یہ سندیں جنھیں ہم حکومتی حصص مضاربت کا نام دے رہے ہیں۔ عام افراد، بینک، کاروباری اور مالی ادارے وغیرہ خریدیں گے۔ کسی حصہ کی میعاد پوری ہونے پر اس کے سرمایہ کی واپسی اس کے خریدار یا اس کی وفات کی صورت میں اس کے ورثاء یا اولیاء کو کی جائے گی۔ یہی طریقہ سالانہ نفع کی تقسیم کے سلسلے میں بھی اختیار کیا جائے گا۔

حکومتی حصص مضاربت بازار میں فروخت نہیں کیے جاسکیں گے، ان کی فروخت کنندہ صرف حکومت ہوگی جو مناسب اداروں مثلاً ریاستی بینک، ڈاکخانہ، سرکاری خزانہ یا مخصوص عمالِ حکومت وغیرہ کی وساطت سے ان کو فروخت کے لیے پیش کرے گی۔ جو لوگ حکومت سے یہ حصص خریدیں گے وہ آپس میں ان کی خرید وفروخت نہ عمل میں لاسکیں گے۔ ہماری اس رائے کی بنیاد معاہدۂ مضاربت کی نوعیت ہے۔ ہمارے نزدیک حصص مضاربت کے مالک اس کاروباری ادارہ کے کسی جزء کے مالک نہیں قرار پائیں گے جس میں ان کا سرمایہ لگایا گیا ہو۔ حصص مضاربت ملکیت کی سندیں نہ ہوں گے بلکہ فراہمی سرمایہ کی سندیں ہوں گے۔ ان حصص کی یہ نوعیت ان کو حکومتی حصص شرکت، سے ممتاز کرتی ہے جن کی نوعیت ہم ذیل میں واضح کریں گے۔

حکومتی حصصِ شرکت

جیسا کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں۔ جس فریق سے شرکت کے اصول پر سرمایہ حاصل کیا

حکومتی اسناد قرض صرف حکومت فروخت کر سکے گی[1]۔ عام افراد یا ادارے ان سندوں کی نقد کے عوض باہم خرید و فروخت نہیں کر سکیں گے چونکہ سود حرام ہے لہٰذا اس امر کی کوئی گنجائش نہ ہوگی کہ مدت پوری ہونے سے پہلے سند کے عوض اس پر درج رقم سے کم رقم کے عوض سودا ادا کیا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ بغیر کسی کمی یا اضافہ کے سند کو اس پر درج رقم کے عوض خریدنے یا فروخت کرنے کا کوئی معاشی محرک نہ موجود ہوگا۔ ہماری یہ تجویز کہ افراد نقد کے عوض اسناد قرض کا لین دین نہ کریں سد باب کے ذریعہ کے طور پر ہے تا کہ کسی صورت میں سودی لین دین کا دروازہ نہ کھلے۔

ہمارے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ حکومتی اسناد قرض کو بینک سے قرض حاصل کرنے کے لیے یا کسی دوسرے فرد سے قرض حاصل کرنے کے لیے ضمانت کے طور پر پیش کیا جائے۔ چونکہ بنک سے کاروباری قرضوں یا صرف کے لیے لیے جانے والے قرضوں میں اکثر ضمانت کی ضرورت پڑے گی۔ اس لیے ان اسناد کے بطور ضمانت استعمال سے معاشرہ کو بڑی سہولت ہو جائے گی۔ بنکوں کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ کسی قرض کی ضمانت میں جو سندیں پیش کی جائیں ان کی تاریخ ادائیگی بنک کے قرض کی تاریخ واپسی سے پہلے یا اس کے قریب ہوں۔ انھیں قرض لینے والے سے یہ تحریر حاصل کر لینی چاہیے کہ اگر وہ وقت مقررہ پر بنک کا قرضہ واپس کرنے سے قاصر رہے تو بنک کو اختیار ہوگا کہ وہ اس کی جمع کی ہوئی سند کو پیش کر کے حکومت سے اس پر درج سرمایہ واپس حاصل کر لے اور اپنا دیا ہوا قرض اس سرمایہ میں سے واپس حاصل کر لے۔ چونکہ ہم نے بہت چھوٹی مدت کی اسناد قرض جاری کرنے کی تجویز بھی پیش کی ہے لہٰذا عام افراد اور کاروباری اداروں کے لیے ایسی سندوں کا بطور ضمانت استعمال کرنا ہمیشہ ممکن رہے گا جن کی میعاد اسی مدت کے قریب پوری ہو رہی ہو جس کے لیے انھیں بنکوں سے غیر سودی قرض مل سکتے ہیں۔

ایک ترقی پذیر معیشت میں حکومتی قرضوں کی ضرورت ایک مسلسل ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرتے رہنے کا عملی طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ حکومت ہر ہفتہ اور ہر سال نئی اسناد قرض جاری

---

[1] خرید و فروخت کے الفاظ یہاں مجازاً استعمال کیے جا رہے ہیں۔ قرض دینے والے کا سند قرض خریدنا قرض دینے کے ہم معنیٰ ہے نہ کہ اس کاغذ کے خریدنے کا جس پر سند درج ہو۔ اگر کسی قرض دینے والے سے یہ سند گم ہو جائے تو بھی وہ سرکاری رجسٹر کے اندراج کے حوالے سے اپنی شناخت میں ثبوت فراہم کرنے کے بعد اپنا دیا ہوا سرمایہ واپس حاصل کر سکے گا۔

کرتی رہے اور اس بات کا اہتمام کرے کہ ان اسناد کی ایسی مقداریں فروخت ہوتی رہیں جن سے اس کی ضرورت قرض پوری ہوتی رہے۔ اگر کسی وقت قرضوں کی رسد معیار مطلوب سے کم نظر آئے تو اس میں اضافہ کے لیے جو تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں ان کی طرف اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے، یعنی اخلاقی اپیل اور محاصل میں مزید رعایت۔

گزشتہ باب میں ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ مرکزی بنک عام بنکوں کو ان کے دیئے ہوئے قرضوں کے بالمقابل قرض دے گا۔ ان دونوں کے مابین نسبت کو ہم نے نسبت استقراض کا نام دیا ہے۔ اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر عام بنکوں نے کچھ اسناد قرض خریدی ہوں گی، یعنی حکومت کو قرض دیا ہوگا، تو وہ ان اسناد کو پیش کر کے مرکزی بنک سے مقررہ نسبت استقراض کے مطابق قرض حاصل کر سکیں گے۔ اگر مرکزی بنک یہ چاہتا ہو کہ عام بنکوں میں حکومت کو قرض دینے کا رجحان بڑھے تو وہ حکومتی قرضوں کے لیے نسبت استقراض کو دوسری قسم کے قرضوں کے لیے مقرر کردہ نسبت استقراض سے اونچا رکھ کر یہ مقصد حاصل کر سکتا ہے۔ مذکورہ بالا صورت حال میں جب حکومتی قرضوں کی رسد معیار مطلوب سے کم ہو، مرکزی بنک ان قرضوں سے متعلق نسبت استقراض میں اضافہ کر کے بنکوں کی جانب سے ان کی رسد میں اضافہ کا اہتمام کر سکتا ہے۔

یہ شبہہ بے جا ہوگا کہ عام ہنڈیوں اور قرضوں سے متعلق نسبت استقراض اگر حکومتی قرضوں سے متعلق نسبت استقراض سے کم ہوگی تو کاروباری طبقہ کے قرضوں کی رسد بہت کم ہو جائے گی۔ کاروباری طبقہ کو قرض کی رسد جاری رہنے کی ایک وجہ بنکوں کی یہ کوشش ہوگی کہ وہ اپنے گاہکوں کی ضروریات قرض پوری کرتے رہیں، کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں، بنکوں کا نفع کاروباری طبقہ کے نفع پر منحصر ہے۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہوگی کہ حکومت بینکوں کے ہاتھ سندات قرض فروخت کرنے میں اور مرکزی بنک نسبت استقراض میں اضافہ کر کے ان کو مزید سندیں خریدنے پر آمادہ کرنے میں کاروباری طبقہ کی ضروریات قرض کا پورا لحاظ رکھے گا۔ حکومت بنکوں سے قرض حاصل کرنے میں کاروباری طبقہ کے ساتھ مسابقت کی بجائے اس امر کا اہتمام کرے گی کہ کاروباری طبقہ کی ضرورت قرض پوری کرنے کے بعد بنکوں میں قرض دینے کی جو فاضل صلاحیت پائی جائے اسے خود جذب کر لے۔

اس مطالعہ میں ہمیں اس موضوع پر تفصیلی گفتگو نہیں کرنی ہے کہ حکومت قرض لی ہوئی رقموں

کی واپسی کا اہتمام کس طرح کرے گی۔ اجمالاً وہ اپنی ترقیاتی اسکیموں کے ثمرات، قرض سرمایہ سے چلنے والے کاروباری اداروں کے منافع، عام حالات میں عائد کیے جانے والے محاصل، اور حسب ضرورت نئے قرضوں کو واجب الادا قرضوں کی ادائیگی کا ذریعہ بنائے گی۔ عرصۂ مختصر میں جب قومی صنعتوں سے پوری پیداوار حاصل نہ ہو رہی ہو اور بعض ترقیاتی اسکیمیں ابھی ابتدائی مراحل میں ہوں، واجب الادا قرضوں کی ادائیگی کا بڑا ذریعہ مزید محاصل کے علاوہ نئے قرضوں کو بنانا ہوگا۔ حکومت کو اس بات کا اہتمام کرنا ہوگا کہ کسی ہفتہ یا سال میں اسے جتنے قرضے واپس کرنے ہیں اس سے زیادہ سرمایہ قرض کے طور پر حاصل ہو جائے۔ حالات کے معمول میں آنے اور ترقی کے سبب حکومت کی آمدنی میں اضافہ ہو جانے پر اس کے برعکس طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے، اور نئے قرضوں کی مقدار واپس کیے جانے والے قرضوں سے کم رکھ کر قومی قرض کا مجموعی بار ہلکا کیا جا سکتا ہے۔

اگر کسی وقت حکومت کی ضرورت قرض عوام کے دیئے ہوئے قرضوں سے نہ پوری ہو رہی ہو، یا اس کی کوشش کے باوجود واجب الادا قرضوں کی مقدار نئے حکومتی قرضوں کے ذریعے حاصل ہونے والے سرمایہ سے زیادہ ہو تو وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے خسارہ کی مالیات کا سہارا لے گی۔ اس کا عملی طریقہ یہ ہوگا کہ حکومت مرکزی بنک کے ہاتھوں اسناد قرض فروخت کرے۔ مرکزی بنک کو ان اسناد قرض کے عوض نقد سرمایہ فراہم کرنے کے لیے نیا زر بنانا ہوگا۔ یہ نیا زر نئے کرنسی نوٹ یا مرکزی بنک میں حکومت کے کھاتہ میں نئے اندراج کی صورت میں پیدا کیا جائے گا۔

سرکاری خزانہ کی آمدنی اور خرچ کی رفتار میں فرق کی وجہ سے حکومت کو چند ہفتوں کے لیے عارضی قرضوں کی جو ضرورت پیش آتی ہے اس کی تکمیل کے لیے بھی مرکزی بنک کو ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ حکومت چند ہفتوں یا تین مہینے کی مدت کی اسناد قرض مرکزی بنک کے ہاتھوں فروخت کرنے کا اہتمام کرے گا۔ لیکن اگر کچھ سندیں نہ فروخت ہو سکیں تو اس کمی کو نیا زر پیدا کر کے پوری کرے گا۔

جب حکومت خسارہ کی مالیات کی جگہ آمدنی سے کم خرچ کرنے یا فاضل مالیات (Surplus Budget) کا طریقہ اختیار کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ وہ مرکزی بنک سے اسناد قرض واپس لے کر اسے نقد ادا کرے گا۔ یہ واپسی حکومت کے کھاتے میں ایک اندراج کی، یا حکومت سے مرکزی بنک کو کرنسی نوٹ منتقل ہونے کی صورت میں ہوگی۔ مرکزی بنک ان کرنسی نوٹوں کو فی الوقت استعمال نہیں کرے گا دونوں صورتوں میں معیشت میں زر کی مجموعی رسد میں کمی واقع ہوگی۔

ان تدابیر کے باوجود اگر حکومت کی ضروریات قرض نہ پوری ہو رہی ہوں تو وہ عوام کی چھوٹی بچتوں اور بہت تھوڑی مدت کے لیے حاصل ہو سکنے والی رقموں کو جمع کرنے کے لیے ڈاکخانہ میں 'بچت کے بنک' (Savings Bank) قائم کرنے کا طریقہ اختیار کر سکتی ہے۔ یہ طریقہ اختیار کرنا اس لیے بھی مفید ہوگا کہ اس طرح عوام کے لیے بچت کرنا اور اسے محفوظ رکھنا آسان ہو جائے گا۔ بچت کے بنکوں کے ضوابط معروف و معلوم ہیں۔ اس لیے یہاں ان کی تفصیلات بیان کرنا ضروری نہیں۔ اگرچہ حکومت ان بچتوں پر سود نہیں دے گی لیکن وہ بچت کاروں کو بعض ایسی سہولتیں فراہم کر سکتی ہے جو ان کھاتوں میں بچت کی رسد میں اضافہ کریں گی۔ عندالطلب واپسی اور تحفظ کی سہولت کے علاوہ حکومت بعض معاصر ملکوں کی طرح بچت کے ذریعہ کھاتہ دار کی ہدایت پر، رقمیں ادا کرنے اور ایک کھاتہ دار سے دوسرے کھاتہ دار کو منتقل کرنے کی خدمت بھی انجام دے سکتی ہے۔ یہ طریقہ جدید اصطلاح میں (Girosystem) کہلاتا ہے[1]۔ اس کے علاوہ حکومت خود ایک عام تجارتی بنک قائم کر کے جس کی شاخیں پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہوں، قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ میں عوام کی بچتوں کو براہ راست حاصل کرنے کا بھی اہتمام کر سکتی ہے۔

اس بحث میں ہم نے بیرون ملک سے حاصل کیے جانے والے قرضوں پر کوئی گفتگو نہیں کی ہے کیونکہ جیسا کہ ابتداء ہی میں واضح کیا جا چکا ہے۔ ہم ایک خود کفیل معیشت فرض کر کے گفتگو کر رہے ہیں جو بیرونی ممالک سے کوئی لین دین نہیں کرتی۔ یہ مفروضہ حقیقت واقعہ کے خلاف ہے لیکن مطالعہ میں سہولت کے لیے ابتداءً اس کے بغیر چارہ نہیں۔ بیرونی ممالک سے تجارت اور لین دین کے مطالعہ میں زر و بنک کاری سے متعلق بہت سے نئے سوالات پیدا ہوتے ہیں جن پر علاحدہ بحث مفید ہوگی۔

حکومتی حصص شرکت، حکومتی حصص مضاربت اور حکومتی اسناد قرض کی نوعیت واضح کرتے وقت ہم نے ضمناً نظام بنک کاری سے ان کے تعلق پر بھی کچھ روشنی ڈالی ہے، لیکن ابھی مسئلہ کے اس پہلو

---

[1] یہ طریقہ جرمنی اور سویڈن میں رائج ہے۔ سوئزرلینڈ میں بھی اسی طرح کا ایک طریقہ رائج ہے۔ ڈاکخانہ کا کوئی کھاتہ دار اگر کسی دوسرے کھاتہ دار کو کوئی رقم منتقل کرنا چاہتا ہے تو ڈاکخانہ کو اس امر کی ہدایت کر دیتا ہے جس کی تعمیل کی جاتی ہے۔ اگر وہ کسی ایسے فرد کو انتقال زر کرنا چاہے جس کا حساب کسی دوسرے بنک میں ہے تو ایسا بھی کر سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

R.S. Rayers (Editor) Banking in Western Europe صفحات ۶۲ اور ۲۶۲۔

پر مزید غور و بحث ضروری ہے۔ ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ یہ واضح کریں گے کہ غیر سودی نظام بنک کاری میں ان حصص اور سندوں کا عمل کیا ہوگا۔

حکومتی اسناد قرض اور نظام بنک کاری

چونکہ حکومت کو دیئے جانے والے قرض کے بالمقابل مرکزی بنک سے مل سکنے والے قرض کی نسبت دوسری قسم کے قرضوں کے بالمقابل مل سکنے والے قرض سے زیادہ ہوگی لہٰذا عام بنک اپنی نقدیت کے استحکام کے لیے حکومتی اسناد قرض کی ایک مقدار اپنی تحویل میں رکھیں گے۔ وہ مختلف مدتوں کی اسناد قرض رکھ کر اس بات کا اہتمام کر سکتے ہیں کہ ضرورت پڑنے پر ان سندوں کو نقد حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں۔ یہ سندیں زیادہ تر چھوٹی مدت کے قرضوں کی ہوں گی۔ مثلاً دو ہفتے، ایک مہینہ، تین مہینے وغیرہ مدتوں کی سندیں، عام بنکوں سے زیادہ طویل مدت کی سندیں خریدنے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ جس ہفتے بنکوں کو نئے نقد کی ضرورت ہوگی۔ اس ہفتے ان کی جانب سے خریدی جانے والی سندوں کی مجموعی قیمت ان سندوں کی مجموعی قیمت سے کم ہوگی جن کی میعاد اس ہفتے پوری ہونے کے سبب ان کو نقد واپس کیا جائے گا۔ جس ہفتہ صورت حال اس کے برعکس ہوگی اس ہفتہ بنک میعاد پوری ہونے والی سندوں کے عوض نقد واپس لے کر اسی مقدار میں یا اس سے زائد مقدار میں نئی سندیں خرید لیں گے۔ عام حالات میں اس بات کا انحصار کہ ایک بنک اپنے دیئے ہوئے قرضوں کی میزان کا کتنا حصہ حکومتی اسناد قرض خریدنے کے لیے مخصوص کرتا ہے اس بات پر ہوگا کہ وہ اپنے مفادات کے تحت کاروباری طبقے کو قرض دینے یا تجارتی ہنڈیاں بھنانے کے مقابلے میں نقدیت کے استحکام کو کتنی اہمیت دیتا ہے۔ ایک ہی عرصہ میں مختلف بنک اس بارے میں مختلف پالیسیاں اختیار کریں گے۔ مجموعی نتیجہ کا انحصار زیادہ تر اس امر پر ہوگا کہ کاروباری طبقہ کی طرف سے قرضوں کے مطالبہ میں کتنی وسعت اور شدت ہے اور بنکوں کا مستقبل قریب میں اپنی ضروریات نقد کے بارے میں کیا اندازہ ہے۔

اس سوال کا جواب تجربہ کی روشنی میں ہی مل سکے گا کہ حکومتی اسناد قرض کے لیے نسبت استقراض عام نسبت استقراض سے کتنی زیادہ رکھی جائے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے اس بارے میں کوئی فیصلہ کرتے وقت مرکزی بنک کی نگاہ صرف اسی مقصد پر نہ ہوگی کہ بنکوں کی جانب سے حکومتی

قرضوں کی رسد میں اضافہ ہو بلکہ اسے بنکوں کے کاروباری مفادات، کاروباری طبقہ کی ضروریات قرض، صارفین کی ضروریات قرض وغیرہ امور کی بھی پوری رعایت ملحوظ رکھنی ہوگی۔

حکومتی اسناد قرض کا بینکوں سے قرض لیتے وقت ضمانت کے طور پر استعمال بنکوں کے کاروبار میں سہولت پیدا کرنے کا سبب بنے گا۔ عام حالات میں حکومتی اسناد قرض اعلیٰ ترین درجہ کی ضمانتوں میں شمار کی جائیں گی۔

حکومتی اسناد قرض حکومت کی مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy) کے ایک اہم آلہ (Instrument) کا کام بھی کریں گی۔ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا۔ ان سندوں کا وجود خسارہ کی مالیات اور فاضل بجٹ کا طریقہ اختیار کرنے کو آسان بنادے گا۔ ان سندوں کی فروخت میں اضافہ کر کے حکومت طلب موثر کو کم کرنے اور واپس ادا کیے جانے والے قرضوں کے مقابلہ میں کم مقدار فروخت کر کے طلب موثر میں اضافہ کے مقاصد بھی حاصل کرسکتی ہے۔

حکومتی حصص شرکت اور نظام بنک کاری

پانچویں باب میں ہم نے اشارہ کیا تھا کہ بنک اپنی نقدیت کے استحکام کے لیے نقد ریزرو کے علاوہ ثانوی ریزرو کے طور پر ایسے حصص خریدیں گے جن پر نقصان اٹھانے کا اندیشہ کم ہو اور جنھیں کسی وقت بھی فروخت کر کے نقد حاصل کیا جاسکتا ہو۔ ہمارے نزدیک حکومتی حصص شرکت بڑی حد تک اس معیار پر پورے اتر سکیں گے۔ اگر ہمارا یہ مفروضہ درست ہے کہ حکومتی حصص پر نقصان کا اندیشہ عملاً ختم ہو جائے گا اور سارا عدم تیقن صرف اس شرح نفع کے بارے میں ہوگا جو کسی سال کسی حصہ کی ملکیت کے سبب عملاً حاصل ہو تو یہ حصص بنکوں کے لیے نقدیت کے استحکام کے ساتھ کچھ نفع کمانے کا موزوں ترین ذریعہ ثابت ہوں گے۔ نقصان کا اندیشہ نہ ہونے کی صورت میں ان کے دام ان پر مندرج قیمت سے نیچے نہ گریں گے بلکہ اس سے اوپر ایک معتدل حد کے اندر تغیر پذیر ہوں گے۔ بنک اپنے کھاتوں کا ایک حصہ حکومتی حصص شرکت خریدنے پر صرف کریں گے۔ جب انھیں نقد کی ضرورت پڑے گی تو وہ ان حصص کو بازار میں فروخت کر کے نقد حاصل کرسکیں گے۔ ایسا کرنے میں اگرچہ نقصان اٹھانے کا اندیشہ باقی رہے گا لیکن نفع کی امید بھی ہوگی اور نقصان کی صورت میں اس کی مقدار زیادہ نہ ہوگی جن حصص کو ان کی

مدت پوری ہونے سے پہلے فروخت کرنے کی ضرورت نہ پڑے ان کی مدت پوری ہونے پر بنک حکومت سے ان پر آنے والا نفع وصول کر سکے گا اور ان کے دام سے حسب مرضی نئے حصص خریدنے یا اس نقد کو کسی اور کام کے لیے استعمال کرنے کا فیصلہ کر سکے گا۔ حصص شرکت کی بھاری مقداریں خرید کر بنک ان حصص کے سرمایہ سے چلائی جانے والی صنعتوں کے کاروبار میں دخیل بن سکے گا اور اس طرح اپنے مفادات کا تحفظ عمل میں لا سکے گا۔ امید کی جاتی ہے کہ مختلف بنک قومی دائرہ کے مختلف کارخانوں میں حصص کی ایک قابل لحاظ تعداد خرید کر موثر دخل حاصل کر سکیں گے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب رہے تو حصص شرکت کی فروخت کے ذریعہ حکومت کو بنکوں سے کثیر مقدار میں سرمایہ حاصل ہو سکے گا۔

اگر ضرورت سمجھی جائے تو نظام بنک کاری کی نقدیت بحال رکھنے اور کھاتہ داروں کے مفادات محفوظ رکھنے کے لیے مرکزی بنک عام بنکوں کو از روئے ضابطہ اس بات کا پابند بنا سکتا ہے کہ اپنے قرض اور مضاربت کھاتہ کی کل میزان کا ایک متعین فی صد حصہ حکومتی حصص شرکت خریدنے میں صرف کریں۔ لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ غیر سودی نظام بنک کاری کا تجربہ شروع کرتے وقت ایسا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ بنکوں کو اس بارے میں آزاد چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر حکومت قومی دائرہ کی صنعتوں کی اونچی کارکردگی کی بنا پر حصص شرکت کو وہ مقام دلا سکی جو ہم نے اس بحث میں فرض کیا ہے۔ یعنی ان پر نقصان کے اندیشے کو عملاً ختم کر کے ان کے بازار بھاؤ میں یک گونہ استقرار حاصل کیا جا سکا تو قوی امید ہے کہ بنک خود بخود ان حصص کو ثانوی ریزرو کے طور پر استعمال کرنے لگیں گے۔ بہتر ہے کہ ثانوی ریزرو کے طریقے اور ان کا تناسب عملی تجربہ اور رواج کی روشنی میں بنکوں کے آزادانہ فیصلوں کے نتیجے میں طے پائیں۔

جیسا کہ گزشتہ باب میں واضح کیا جا چکا ہے، حکومتی حصص شرکت کی خرید و فروخت کو مرکزی بنک زر کی رسد میں اضافہ یا کمی کا ذریعہ بنائے گا۔ حصص کی خریداری کی رفتار حصص کی فروخت کی رفتار سے زیادہ رکھ کر مرکزی بنک معیشت میں نقد کی رسد میں مسلسل اضافہ کا مقصد بھی حاصل کر سکے گا۔

حکومتی حصص مضاربت اور نظامِ بنک کاری

یہ حصص چونکہ بازار میں خرید و فروخت کے قابل نہ ہوں گے لہٰذا نظام بنک کاری میں ان کا عمل بہت محدود ہوگا۔ مرکزی بنک جب کچھ حصص مستقلاً اپنی تحویل میں رکھنا چاہے تو اس مقصد کے لیے

حصص مضاربت خریدے گا عام بنکوں کے لیے حصص مضاربت میں زیادہ جاذبیت نہ ہوگی کیونکہ ان حصص کی خریداری اور کاروباری فریقوں کو مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرنے کے درمیان صرف اتنا فرق ہے کہ حصص میں سرمایہ لگانے میں نقصان کا اندیشہ بہت کم بلکہ عملاً بالکل نہیں ہوگا۔ نقدیت کے اعتبار سے حصص مضاربت کا رکھنا مفید نہیں، البتہ اگر عملی تجربے سے یہ معلوم ہو کہ حکومتی حصص مضاربت کے ذریعے ایک معقول شرح کے مطابق نفع حاصل ہوسکتا ہے تو بینک اپنے کاروباری سرمایہ کا ایک حصہ ان حصص میں لگانا پسند کریں گے۔ حصص مضاربت کو دوسرے اثاثوں کی طرح قرض لینے والے افراد اور ادارے بطور ضمانت بھی پیش کرسکیں گے۔ بشرطیکہ ان کی میعاد قرض کی واپسی کی موعودہ تاریخ کے قریب پوری ہو رہی ہو۔ حصص مضاربت زیادہ تر چھوٹے بچت کاروں کے لیے بنک کے مضاربت کھاتہ میں سرمایہ جمع کرنے کے لیے ایک موزوں بدل کا کام کریں گے۔

مذکورہ بالا حصص اور اسناد کی بھاری مقدار کا وجود ملک کے مالی نظام میں سہولت اور باقاعدگی پیدا کرنے کا باعث بنے گا۔ ان کی بدولت بچت کے نفع آور استعمال، قرض لین دین اور قرض کی ضمانت پیش کرنے میں سہولت ہوگی۔ بنکوں کو ثانوی ریزرو رکھنے، سرمایہ کو محفوظ طریقے پر نفع کمانے کے لیے استعمال کرنے اور مرکزی بنک سے قرض لینے میں ان حصص سے مدد ملے گی۔ مرکزی بنک ان حصص اور اسناد کو عام بنکوں پر اپنے فیصلوں کے نفاذ میں آلہ کے طور پر استعمال کرے گا۔ ان سے حکومت اپنی مالیاتی پالیسی کے نفاذ میں بھی یہی کام لے گی۔

آٹھواں باب

صارفین کے لیے قرضے

غیر سودی معیشت میں بنک کاری کا جو خاکہ گزشتہ ابواب میں پیش کیا گیا ہے اس میں اس امر پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی ہے کہ صارفین (Consumers) کو غیر سودی قرض کس طرح مل سکیں گے۔ اس کا سبب صَرف کے لیے دیئے جانے والے قرضوں کی مخصوص نوعیت ہے۔ جس طرح حکومت کو قرض کی فراہمی کے مسئلے پر غور کرنے کے لیے مالیات عامہ سے تعرّض ضروری ہوا اسی طرح جب تک ہم اسلامی سوسائٹی میں اہل حاجت کی حاجت روائی اور کفالت عامّہ کے پورے نظام پر نہ غور کریں۔ اس سوال کا جواب دینا ممکن نہیں کہ ضرورت مند لوگوں کو ضروریات کی تکمیل کے لیے غیر سودی قرض کس طرح مل سکیں گے۔ لیکن غیر سودی بنک کاری کی بحث کو غیر معمولی طوالت سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ کفالت عامّہ کی بحث کو اس سے علاحدہ رکھا جائے۔ ذیل میں ہم اس بات کی کوشش کریں گے کہ اس بحث سے حتی الامکان گریز کرتے ہوئے صرف کے لیے قرضوں کی فراہمی کے مسئلے پر کچھ روشنی ڈالیں۔

صارفین کی ضروریات

سماج کے جن افراد کو صرف (Consumption) کے لیے قرض کی ضرورت ہوتی ہے ان کی مختلف قسمیں ہیں۔

پہلی قسم ان حاجت مند افراد کی ہے جو نہ اثاثہ رکھتے ہیں نہ کوئی ایسا ذریعۂ آمدنی جس سے آئندہ قرض کی واپسی ممکن ہو۔ اس قسم کے افراد کو ضرورت قرض کی نہیں بلکہ امداد کی ہے۔ اسلامی

ریاست میں کفالت عامہ کے نظام کو ایسے افراد کو امداد بہم پہنچانے کا اہتمام کرنا ہوگا۔ بینکوں سے انہی صارفین کو قرض دیا جاسکتا ہے جن سے قرض کی واپسی یقینی ہو۔

دوسری قسم اثاثہ اور ذریعۂ آمدنی رکھنے والے ان افراد کی ہے جن کو اپنی موجودہ ضروریات کی تکمیل کے لیے عارضی طور پر قرض مل جائے تو وہ مستقبل میں ہونے والے آمدنی سے اسے واپس کرسکیں گے۔

ضروریات کا جائزہ لیا جائے تو بنیادی ضروریات اور دیگر ضروریات کے درمیان تفریق کی جاسکتی ہے۔ بنیادی ضروریات وہ ہیں جن کی تکمیل پر انسانی زندگی کے قیام و بقا کا انحصار ہے۔ خوراک ،لباس، علاج، مکان اور تعلیم وہ بنیادی ضروریات ہیں جن کے پورا نہ ہونے کی صورت میں ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ان ضروریات کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ ان کے بعد ان ضروریات کا درجہ ہے جن کی تکمیل ایک آسودہ اور مطمئن زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے تا کہ فرد کی صلاحیتوں کو نشو و نما کا پورا موقع ملے اور معاشرے کو اس کی کارکردگی سے پورا فائدہ ہو۔ یہ وہ ضروریات ہیں جن کا پورا ہونا سکونِ خاطر اور نشاطِ طبع کے لیے ضروری ہے۔ ان کی تکمیل سے فرد کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ سماجی زندگی میں ایک ذمہ دارانہ، فعال کردار ادا کرنے کے قابل رہتا ہے۔ ان کی عدم تکمیل پریشانی خاطر اور زحمت و تکلیف کا سبب بن کر کارکردگی کم کرتی اور انسانی قویٰ میں اضمحلال اور طبیعت میں منفی رجحانات پیدا کرتی ہے۔ انفرادی اور اجتماعی فلاح کا تقاضا ہے کہ ہر فرد کی مذکورہ بالا بنیادی ضرورتیں اچھے معیار پر اور بھرپور طریقے سے پوری ہوں۔ اس کے علاوہ زندگی کو سہل اور آرام دہ بنانے والے، وقت بچنے والے اور جسمانی مشقت کو کم کرنے والے ان سامانوں کا درجہ ہے جن کی انسان کو طلب رہتی ہے۔ مثلاً اچھا اور آرام دہ مکان، فرنیچر، بجلی کے استعمالی سامان (پنکھا، کپڑا دھونے کی مشین، ریفریجریٹر) سلائی کی مشین اور سواری کے لیے گاڑی وغیرہ اس ذیل میں بہت سی اور چیزوں کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے کی خواہش، شادی کے وقت لڑکی کو سامان زندگی دینے کی آرزو وغیرہ ــــ یہ تمام ضرورتیں زندگی کو سہل تر، حسین تر اور مفید تر بنانے کے لیے پیش آتی ہیں۔ جن اشیاء اور خدمات سے ان ضروریات کی تکمیل وابستہ ہے انھیں علماء معاشیات نے سامان آسائش (Comforts) کا نام دیا ہے۔ مشہور اسلامی مفکر شاطبی نے انھیں ’حاجیات‘ کی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے جن کا درجہ وہ بنیادی ضروریات کے بعد قرار

دیتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ ان ضروریات کی بقدر گنجائش و فائدہ تکمیل مقاصد شریعت میں داخل ہے[1]۔

قدرتی طور پر ہر فرد کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی جملہ ضروریات اپنی محنت اور آمدنی سے پوری کرے۔ جو افراد اپنی معذوری یا حالات کی ناسازگاری وغیرہ کے سبب اس کوشش میں اس حد تک ناکام رہیں کہ اپنی بنیادی ضروریات بھی نہ پوری کر سکیں ان کے بارے میں، جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ اسلامی سوسائٹی اور بالآخر اسلامی ریاست کو اس امر کا اہتمام کرنا ہوگا کہ ان کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے ان کی مالی امداد کی جائے۔

جو افراد اپنی ذاتی دولت یا آمدنی کے ذریعے اپنی اور اپنے خاندان کی بنیادی ضروریات خود پوری کر لیتے ہیں وہ دوسرے درجے کی ضروریات کی تکمیل کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ بہت سے افراد اس کوشش میں کامیاب رہتے ہیں اور بہت سے افراد نہیں کامیاب ہوتے۔ اسلامی مفکرین نے حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اسلامی ریاست پر ان ضروریات کی تکمیل کی کوئی واضح اور متعین ذمہ داری نہیں عائد کی ہے۔ لیکن شریعت کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے معاشی وسائل میں جس حد تک گنجائش ہو اس کا لحاظ رکھتے ہوئے معاشرہ اور ریاست کو ان ضروریات کی تکمیل کے سلسلے میں بھی ہر شہری کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ آسودہ حال اور فعال شہری جن کی کارکردگی ترقی پذیر ہو اور طبیعت میں نشاط پایا جائے۔ بالآخر پورے معاشرے کے لیے مفید ثابت ہوں گے اور اجتماعی مقاصد کے حصول میں مددگار بنیں گے۔

قرض کے ذرائع

ضروریات کے اس اصولی جائزے کی روشنی میں اب اصل مسئلہ پر غور کیجیے۔ یعنی اثاثہ اور ذریعۂ آمدنی رکھنے والے ان افراد کو قرض کی فراہمی جو اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے وقتی طور پر مزید مال کے ضرورت مند ہیں۔ ان میں سے جو افراد اپنی بنیادی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے مزید مال کے محتاج ہوں ان کے بارے میں بھی ہماری رائے یہ ہے کہ ان کو قرض دینے کی ذمہ داری اصلاً بیت المال یعنی کفالت عامّہ کے نظام کو اٹھانی چاہیے۔ جس حد تک ممکن ہو افراد معاشرہ کو باہمی تعاون کے

---

[1] ابو اسحٰق الشاطبی: الموافقات فی اصول الشریعۃ جلد ۴ صفحہ ۳۰ مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر۔ (سن اشاعت درج نہیں ہے)

ذریعے بھی ایسے قرضوں کی ضرورت پوری کرنی چاہیے۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے افرادِ معاشرہ تعاون باہمی پر مبنی آزاد ادارے قائم کر سکتے ہیں جن میں افراد ہر مہینے چھوٹی رقوم جمع کر کے اپنی بچتوں سے ایک ایک فنڈ مہیا کر سکتے ہیں جو ادارہ کے ارکان کو ضرورت پڑنے پر قرض فراہم کر سکے۔ بچت کے بنک یا تامین (Insurance) کے ادارے اور تعاون باہمی کے اصول پر مبنی دوسرے ادارے جن کا مقصد نفع کمانا نہ ہو اس اہم سماجی ضرورت کو، یعنی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے صاحب استطاعت افراد کو عارضی طور پر قرضوں کی فراہمی، پوری کر سکتے ہیں۔

جس حد تک یہ ضرورت انفرادی قرضوں اور تعاون باہمی پر مبنی اداروں کے ذریعے نہ پوری ہو سکے اس حد تک اسلامی ریاست کو اس کی تکمیل کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ریاست اس مقصد کے لیے ایک علاحدہ فنڈ قائم کر کے اصحاب خیر سے قرض حسن یا صدقات نافلہ کے لیے اپیل کر سکتی ہے۔ اس مقصد کے لیے زکوٰۃ و عشر کی آمدنی کا ایک حصہ بھی مخصوص کیا جا سکتا ہے۔ اس فنڈ سے قرض کے طلب گاروں کو ان کی ضروریات کا جائزہ لینے کے بعد موزوں ضمانت پر مناسب مدتوں کے لیے قرض دیا جانا چاہیے۔

بعض اصحاب فکر نے یہ رائے بھی ظاہر کی ہے کہ مل مالکوں اور دوسرے آقاؤں (Employers) پر یہ ذمہ داری عائد کی جائے کہ وہ اپنے ملازمین کو وقت ضرورت صرف کے لیے قرضے دیں جنھیں آئندہ ان کے مشاہروں یا اجرتوں سے قسط وار وضع کر کے وصول کرلیا جائے۔ ایک محدود پیمانہ پر یہ طریقہ معاصر معیشت میں بھی رائج ہے۔ ملازمین اپنے پراویڈنٹ فنڈ میں جمع سرمایہ میں سے قرض حاصل کر سکتے ہیں، اور بعض اداروں میں انھیں اس کے علاوہ قرضے حاصل کرنیکی سہولت بھی حاصل ہے۔ یہاں ایک مناسب تجویز ہے جسے مل مالکوں اور آقاؤں کے مفادات کی پوری رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے موزوں ضوابط کی شکل دی جا سکتی ہے۔ اس تجویز کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس طریقے سے دیے جانے والے قرضوں کو واپس وصول کرنا آسان ہے۔

کوئی وجہ نہیں کہ اس آخری طریقے کو صرف بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے درکار قرضوں تک محدود رکھا جائے۔ ہماری رائے میں ان قرضوں کے بارے میں کچھ وسعت پیدا کرنی چاہیے اور مقررہ ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے مذکورہ بالا دوسرے درجہ کی ضروریات کی تکمیل کے لیے بھی قرض دینا چاہیے۔

دوسرے درجہ کی ضروریات کے ذیل میں دو امور خاص طور پر غور کے مستحق ہیں۔

تعمیر مکان یا خریداری مکان سے متعلق قرضے اور پائدار سامان صرف مثلاً فرنیچر، بجلی کے استعمالی آلات اور موٹر کار وغیرہ خریدنے کے لیے قرضے۔

مکان کا تعلق ایک حد تک بنیادی ضرورت سے اور اس کے بعد دوسرے درجہ کی ضرورت سے ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے خاصا سرمایہ درکار ہوتا ہے جس کی فراہمی کا بار، اکثر اوقات، صرف ایک ادارہ پر ڈالنا دشوار ہوتا ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے قرض سرمایہ متعدد ذرائع سے حاصل ہو سکے گا۔ لیکن بنیادی طور پر کچھ ذمہ داری خود ریاست کو اٹھانی چاہیے۔ مناسب ہوگا کہ اسلامی ریاست مکان کی خریداری یا تعمیر کے سلسلے میں قرض کی فراہمی کے لیے ایک مخصوص ادارہ قائم کردے جسے کفالت عامہ کے نظام کے ایک شعبہ کے طور پر چلایا جائے۔ یہ ادارہ قرض کے طلب گاروں کی ضرورت اور صلاحیتِ ادائیگی وغیرہ امور کا جائزہ لے کر ان کو مناسب مقداروں میں قرضے دینے کا اہتمام کرے۔ ان قرضوں کی قسط وار ادائیگی کے لیے موزوں ضابطے بنائے جائیں، اور ادائے قرض کی ضمانت میں خود اس مکان کو نگاہ میں رکھا جائے جس کی تعمیر یا خریداری کے لیے قرض دیا گیا ہو۔ اس ادارہ کے علاوہ تعاون باہمی کے اداروں اور آقاؤں اور مل مالکوں سے ملنے والے قرضے، نیز بنکوں سے حاصل ہو سکنے والے قرضوں کو بھی صارفین اس ضرورت کی تکمیل کے لیے استعمال کر سکیں گے۔

پائدار سامان صرف کی خریداری کے لیے قرض کی فراہمی کے سلسلے میں بھی ریاست کو کچھ حصہ لینا چاہیے جس پر ہم عنقریب روشنی ڈالیں گے۔ اس سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صرف کے لیے قرض کی فراہمی کے سلسلے میں بینکوں کے حصہ پر غور کر لیا جائے۔

بینکوں سے صارفین کے لیے قرضے

بینک اصلاً کاروباری ادارے ہیں جن کا مقصد نفع کمانا ہے۔ ان پر غیر سودی قرضوں کی فراہمی کی ذمہ داری جس حد تک اور جس طرح ڈالی جا سکتی ہے اس پر ہم چوتھے باب میں تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں۔ بینک کے قرضوں کے اصل مستحق کاروباری ادارے ہیں۔ صارفین کو قرض دینے کی ذمہ داری بینکوں پر بہت محدود پیمانے پر عائد کی جا سکتی ہے۔ بینک سے صارفین کو قرض دینے کی دو صورتیں اختیار کرنا مناسب ہوگا۔

زائد از جمع رقم نکالنے کا اختیار

پہلی صورت یہ ہے کہ جس فرد کا جس بنک میں قرض کھاتہ کھلا ہوا ہے اسے بعض حالات میں اپنے کھاتہ سے زائد از جمع رقم نکالنے (Overdraft) کا حق دیا جائے۔ یہ زائد از جمع رقم متعین مدت کے لیے دی جائے اور اگر بینک ضرورت سمجھے تو کھاتہ دار سے مناسب ضمانت بھی طلب کر سکتا ہے۔ عام طور پر بینک اپنے جانے بوجھے کھاتہ داروں کو چھوٹی رقمیں بغیر کسی ضمانت کے قرض دینے میں کوئی حرج نہ محسوس کریں گے۔ کسی کھاتہ دار کو اس طرح دیے جاسکنے والے قرض کی زیادہ سے زیادہ مقدار کی ایک حد مقرر کر دینی چاہیے۔ اس حد کی تعیین ماضی قریب میں اس کے کھاتہ میں جمع سرمایہ کے ماہانہ یا ہفتہ وار اوسط کو سامنے رکھ کر کی جاسکتی ہے۔

وہ حالات یا ضروریات جن کے پیش نظر بنک قرض دینا منظور کرے گا اس طرح متعین کئے جانے چاہئیں کہ مذکورہ بالا دونوں قسم کی ضرورتوں پر حاوی ہوں، اگر چہ ان قرضوں کا اصل منشاء دوسرے درجہ کی ضروریات کی تکمیل ہونا چاہیے۔ اگر کوئی کھاتہ دار کوئی پائدار سامان صرف خریدنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کے لیے یہ ممکن ہونا چاہیے کہ اپنے دوسرے وسائل کو کام میں لانے کے ساتھ بنک سے زائد از جمع رقم نکالنے کا طریقہ بھی استعمال کر سکے۔ البتہ بنکوں کو بھی اس بارے میں یہ اختیار دینا ہوگا کہ وہ اپنے حالات و وسائل کے پیش نظر اس طرح کے قرضوں کے دینے میں کبھی تنگی اور کبھی فراخی برتنے میں آزاد ہوں گے۔ ایک ہی عرصے میں مختلف بنکوں کی پالیسی مختلف بھی ہو سکے گی۔ مثلاً ایک بنک موٹر کار خریدنے کے لیے زائد از جمع رقم نکالنے کی اجازت دیتا ہو اور دوسرا بنک اس مقصد کے لیے قرض دینے پر نہ آمادہ ہو۔ وغیرہ۔

اس ضابطہ کی موجودگی عام اصحاب سرمایہ و آمدنی کو بنکوں کا کھاتہ دار بننے پر آمادہ کرے گی تاکہ ضرورت پڑنے پر وہ فاضل از جمع رقم نکالنے کی سہولت سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس کے نتیجے میں بنکوں کے قرض کھاتوں میں اضافہ ہوگا جس سے ان کے کاروبار کو تقویت حاصل ہوگی اور وہ صارفین کو محدود پیمانے پر قرضے فراہم کرنے میں زیادہ زحمت نہ محسوس کریں گے۔

بنک اپنے صارفین کو مذکورہ بالا ضابطے کے تحت جو قرضے دیں گے وہ اسی حد کے اندر شامل

ہوں گے جو مقررہ نسبت قرض کے مطابق متعین ہوتی ہو۔ ان قرضوں کے بالمقابل بھی مرکزی بنک سے استقراض کے ضابطے کے مطابق قرض حاصل کر سکیں گے۔ مزید برآں بنکوں کو اس بات کی کامل ضمانت حاصل ہوگی کہ صارفین کو دیے ہوئے قرضے انھیں واپس کیے جائیں گے چونکہ یہ معاملہ بنک اور اس کے کھاتہ داروں کے درمیان ہوگا لہٰذا عام طور پر عدم واپسی کا اندیشہ کم ہوگا۔ لیکن کسی قرض دار کھاتہ دار کی معذوری، افلاس، بغیر ترکہ چھوڑے وفات وغیرہ غیر معمولی صورتوں میں اگر کسی قرض دی ہوئی رقم کی وصولیابی ناممکن ہو جائے تو اسلامی ریاست کو ان قرضوں کے واپس کرنے کا اہتمام کرنا ہوگا۔ بنک کو ایسے ناقابل وصول قرضے واپس ادا کرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لیا جائے گا کہ قرض دینے میں متعلقہ ضوابط کی پوری پابندی کی گئی تھی اور اس قرض کی عدم وصولیابی میں خود بنک کی کسی بے ضابطگی یا سہل انگاری کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ہماری اس تجویز کی بنیاد یہ بات ہے کہ بنکوں پر غیر سودی قرضے دینے کی ذمہ داری عائد کرنے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ان کو ان قرضوں کی وصولیابی کی یقینی ضمانت حاصل ہو۔ ایسی کامل ضمانت بالآخر ریاست ہی فراہم کر سکتی ہے۔ ایسی ضمانت کے بغیر غیر سودی نظام بنک کاری سے قرضے دینے کا کام نہیں لیا جا سکتا، جیسا کہ چوتھے باب میں واضح کیا جا چکا ہے۔

بنک کے ناقابل وصول قرضوں کی ادائیگی کی ذمہ داری آخری طور پر اسلامی ریاست پر ڈالنا نہ تو کوئی انوکھی بات ہے نہ یہ ایسے بار کو مستلزم ہے جسے زیادہ اہمیت دی جائے۔ زکوٰۃ وعشر کی مدات میں سے ایک مد ایسے قرض داروں کی امداد بھی ہے جو ادائے قرض سے قاصر ہوں۔ مزید برآں قرض دار متوفی کی جانب سے ادائے قرض کی ذمہ داری عہد نبوی ﷺ میں بھی بیت المال نے اٹھالی تھی، جیسا کہ ذیل کی صحیح حدیث سے واضح ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

انا اولیٰ بالمومنین من انفسھم فمن توفی من المومنین فترك دینا فعلی قضاء ہ ومن ترك مالا فلورثته۔[1]

---

[1] بخاری: کتاب النفقات۔ باب قول النبی ﷺ من ترك كلا او ضياعاً فَإِلَيّ۔ یہی حدیث بعض الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مسلم، ترمذی اور نسائی میں بھی آئی ہے۔ ابوعبید نے کتاب الاموال میں بھی اسے تقریباً انھی الفاظ میں روایت کیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: اسلام کا نظریہ ملکیت: باب ۱۱۔

(میں مسلمانوں سے ان کے اپنے افراد کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوں لہٰذا جو مسلمان قرض چھوڑ کر وفات پاجائے اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمے ہوگی اور جو مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کے لیے ہوگا۔)

ظاہر ہے کہ آپ کا یہ فرمانا اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت میں ہے نہ کہ ایک فرد کی حیثیت میں۔

مزید برآں ایک معروف شرعی ضابطہ کے مطابق بنکوں میں جمع وہ تمام رقوم جن کے مالک کوئی وارث یا حق دار چھوڑے بغیر وفات پاجائیں یا طویل مدت سے لاپتہ ہوں بالآخر بیت المال کو منتقل ہوجائیں گی۔ ایسی رقوم کو بھی مذکورہ بالا ذمہ داری کی تکمیل میں صرف کیا جاسکتا ہے۔

اسناد خریداری

بنکوں سے صارفین کو قرض دینے کا دوسرا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ صارفین جو پائدار سامان صرف مثلاً موٹر کار وغیرہ قیمت کو قسط وار ادائیگی کے وعدے پر ادھار خریدیں وہ فروخت کنندہ کو ادھار خریداری کی ایک سند لکھ کردیں اور بینک ان سندوں کی تجارتی ہنڈیوں کی طرح بھنانے کا طریقہ اختیار کریں۔ خریداری سامان کی سند پر سامان کی تفصیلی نوعیت، اس کی مجموعی قیمت، مدتِ ادائیگی، طریقہ ادائیگی اور فروخت کنندہ اور خریدار کے نام اور پتے وغیرہ درج ہوں گے۔ سند خریداری فروخت کنندہ کی تحویل میں ہوگی جسے وہ بینک سے بھنائے گا۔ یعنی اس سند کے عوض اس پر درج پوری رقم حاصل کرلے گا۔ اس رقم کی قسط وار واپسی کی ذمہ داری بھی فروخت کنندہ کی ہوگی۔ خریدار سے قسطیں وصول کرنا اور بالآخر اس سے حساب صاف کرنا بدستور فروخت کنندہ کے ذمے رہے گا۔ وہ سامان جو اس طریقے سے ادھار خریدا گیا ہو اس وقت تک بطور ضمانت نگاہ میں رکھا جائے گا جب تک خریدار اس کی پوری قیمت نہ ادا کردے۔ قسطوں کی مسلسل عدم ادائیگی کی صورت میں فروخت کنندہ کو حق ہوگا کہ وہ عدالتی چارہ جوئی کے ذریعے متعلقہ سامان پر قبضہ کرلے اور اسے فروخت کرکے اپنے باقی دام وصول کرلے۔

اس طریقہ اور مذکورہ بالا طریقے کے درمیان یہ فرق ہے کہ پہلے طریقے سے صرف ایسے

صارفین مستفید ہو سکیں گے جو کسی بنک کے کھاتہ دار ہوں جب کہ دوسرے طریقے سے اصولاً ہر صارف فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مزید برآں پہلا طریقہ اکثر حالات میں صرف چھوٹی رقمیں قرض لینے کے لیے کام آ سکے گا۔ جب کہ دوسرے طریقے میں زیادہ وسعت پائی جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ بنکوں پر یہ ذمہ داری نہیں عائد کی جا سکتی کہ جو سند خریداری بھی ان کے سامنے پیش کی جائے اسے وہ لازماً بھنا دیں۔ اسناد خریداری کا معاملہ بھی عام تجارتی ہنڈیوں کی طرح کا ہے ـــــ بینکوں کو اختیار دینا ہوگا کہ وہ بعض اسناد خریداری کے عوض نقد (قرض) دیں اور بعض کو بھنانے سے انکار کر دیں۔ اسناد خریداری کو بنک سے بھنانے کے لیے ان کے معیار پر بھی نظر ڈالی جائے گی یعنی خریدار اور فروخت کنندہ کی ساکھ، مدت، رقم، نوعیت سامان وغیرہ۔ ان تمام امور پر نگاہ رکھتے ہوئے بنک اپنا اختیار تمیزی استعمال کرنے میں آزاد ہوں گے۔ قدرتی طور پر ہر بنک ان اسناد خریداری کو دوسری اسناد خریداری پر ترجیح دے گا جس سے متعلق خریدار اور فروخت کنندہ یا دونوں میں سے کوئی ایک اس کا گاہک ہو یا کھاتہ دار ہو، اور اسے اس کی ساکھ اور قوت ادائیگی پر اعتماد ہو۔ رفتہ رفتہ باہمی سہولت ایسے طریقوں کو رواج دے گی جن میں تمام فریقوں کے لیے فائدہ ہوگا۔ مثلاً بنک کا ایک کھاتہ دار ایک ایسے کاروباری ادارہ سے ادھار سامان خریدے گا جو اسی بنک سے مضاربت یا شرکت پر سرمایہ لے کر کاروبار کر رہا ہو اور بنک کو ہدایت کر دے گا کہ سامان کے دام کی قسطیں اس کے کھاتہ میں سے فروخت کنندہ کو مقررہ تاریخوں پر براہ راست ادا کر دی جایا کریں۔ فروخت کنندہ اس خریدار کی دی ہوئی سند خریداری کو اسی بنک کے ذریعہ بھنا لے گا اور بنک کو ہدایت کر دے گا کہ وہ کھاتہ دار کی منتقل کردہ رقوم کو اس کی جانب سے قرض کی وصولیابی میں محسوب کر لے۔ اس فروخت کنندہ کو قرض دینے سے بنک کا اپنا مفاد وابستہ ہوگا اور بیشتر انتقالات زر صرف کھاتوں میں ردوبدل کی صورت میں مکمل ہو جایا کریں گے یہ صرف ایک مثال ہے ورنہ اس طریقے پر عمل میں اس سے زیادہ وسعت ہے جو اس مثال سے سامنے آتی ہے۔

کس وقت تمام بنک مل کر اسناد خریداری کے بھنانے میں کتنا سرمایہ لگا سکتے ہیں۔ اس کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ نافذ الوقت نسبت قرض کے تحت صارفین کو قرض دینے کی کتنی گنجائش ہے۔ کسی حد تک اس کا انحصار مرکزی بنک کی مقرر کردہ نسبت استقراض پر بھی ہوگا۔ فرض کیجیے کہ مرکزی بنک کسی خاص سامان مثلاً سلائی مشین یا موٹر کار کی ادھار خریداری کی ہمت افزائی کرنا چاہتا ہے۔ اس ہمت

افزائی کا محرک متعلقہ صنعتوں کو ترقی دینے کا فیصلہ، صارفین کا مفاد، مجموعی طور پر روزگار میں اضافہ، بنکوں کے اندر فاضل قوت قرض وغیرہ کی موجودگی وغیرہ ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ سلائی کی مشین یا موٹر کار کی ادھار خریداری سے متعلق اسناد کے لیے نسبت استقراض عام اسناد خریداری اور عام تجارتی ہنڈیوں دونوں سے زیادہ رکھ کر بنکوں کے لیے ان کے بھنانے کو زیادہ مفید بنا سکتا ہے۔ اس کے برعکس وہ اگر کسی وجہ سے کسی خاص سامان استعمال مثلاً ریفریجریٹر کی ادھار خریداری کی ہمت شکنی کرنا چاہتا ہے تو وہ اس سے متعلق اسناد خریداری کے لیے نسبت استقراض کم کر سکتا ہے۔

پائدار اشیاء صرف کی ادھار خریداری کے نظام کو سہولت اور کامیابی کے ساتھ چلانے اور اسے مناسب حدود کے اندر رکھنے کے لیے حکومت خریداروں، فروخت کنندگان، بینکوں اور قرض دینے والے دوسرے اداروں کو موزوں ضوابط کا پابند بنا سکتی ہے جنھیں حالات اور تجربات کی روشنی میں وضع کیا جا سکے گا۔

چونکہ کاروباری طبقہ، حکومت اور صارفین کو بنکوں سے ملنے والے قرضوں کا منبع بنکوں کے قرض کھاتہ میں جمع رقوم کا ایک متعین حصہ ہوگا لہٰذا اس بات کا انحصار کہ اس سرمایہ میں سے تینوں قسم کے قرضے موزوں نسبتوں میں دیے جاتے رہیں تین مختلف امور پر ہوگا۔

پہلی چیز مرکزی بنک کی مقرر کردہ استقراض کی وہ نسبتیں ہیں جو وہ مختلف قسم کے قرضوں کے لیے وضع کرے گا۔ ان نسبتوں میں وقتاً فوقتاً مناسب ترمیمات کے ذریعے مرکزی بنک تینوں قسم کے قرضوں کی رسد جاری رکھنے اور ان کے درمیان ایسا توازن برقرار رکھنے کا اہتمام کر سکے گا جو معیشت کے حالات اور سماج کے مختلف طبقوں کے مفادات کے پیش نظر مناسب معلوم ہو۔

دوسری چیز بنکوں کے کاروباری مصالح پر مبنی ان کا اختیار تمیزی ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں کہ بنک نفع کمانے والے ادارے ہیں لیکن ان کو اس امر کا بھی اہتمام کرنا ہوگا کہ ان کی نقدیت مستحکم طور پر قائم رہے۔ نفع کی طلب اگرچہ قرض دینے سے پوری نہیں ہوتی لیکن بنکوں میں اپنے گاہک کاروباری اداروں کو قرض دینے کا رجحان ضرور پیدا کرے گی۔ اگر صارفین کو دیے جانے والے قرضوں کے سلسلے میں نسبت استقراض کاروباری طبقہ کو دیے جانے واے قرضوں کے لیے مقرر کردہ نسبت استقراض سے زیادہ ہو تو نقدیت کی طلب بنکوں کو صارفین کو قرض دینے پر آمادہ کر سکے گی۔ ہر

بنک نفع طلبی اور استحکام نقدیت کے سلسلے میں توازن و اعتدال کی پالیسی اختیار کرنا چاہے گا لہٰذا اسے دونوں قسم کے قرضے دینے ہوں گے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر ضرورت محسوس کی جائے تو مخصوص قسم کے قرضوں کے لیے قرض دی جانے والی مجموعی رقم کا کوئی حصہ مقرر کیا جاسکتا ہے مثلاً یہ ضابطہ بنایا جاسکتا ہے کہ بنک جو قرضے دیں ان کا دس فی صد صارفین کے لیے مخصوص کر دیں۔ لیکن یہ طریقہ تجربہ کی روشنی میں بہت محدود پیمانہ پر، اور آخری چارۂ کار کے طور پر اختیار کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ اس سے نظام بنک کاری میں آزادیٔ عمل محدود ہو جائے گی اور بندھنوں کے اضافہ سے بنکوں کی کارکردگی مجروح ہوگی۔ مزید برآں کوئی ایسا ضابطہ نافذ نہیں کرنا چاہیے جس سے کاروباری طبقے کی ضروریاتِ قرض کی تکمیل دشوار ہو جائے۔

ادھار خریداری کا نظام اور ریاست

بعض ترقی یافتہ ممالک میں پائدار سامان صرف کی ادھار خرید وفروخت کے بازار میں غیر معمولی وسعت پیدا ہو چکی ہے۔ اس کے برعکس ہم نے جو طریقے تجویز کیے ہیں ان سے پورا فائدہ اٹھانے کے باوجود غیر سودی معیشت میں یہ بازار نسبتاً بہت محدود نظر آتا ہے لیکن مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ادھار خرید وفروخت کے بازار کی موجودہ غیر معمولی وسعت صارفین اور معاشرہ کے حقیقی مفادات کے خلاف ہے۔ نیز یہ بھی کہ غیر سودی معیشت میں اس بازار میں مزید وسعت پیدا کرنے میں ریاست ایک اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔ ان دونوں حقائق کے پیش نظر ایک ایسے نقطۂ اعتدال کی دریافت ممکن ہے جو افراط وتفریط سے پاک ہو۔

یہاں اس بات کا موقع نہیں کہ بہت ترقی یافتہ ممالک مثلاً امریکہ میں بالاقساط ادائیگی کے وعدہ پر خریداری کا جو طریقہ رائج ہے اس کے مفاسد کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس طریقہ نے سود کی لعنت کو معاشرہ کے ہر فرد پر مسلط کرنے اور کم آمدنی والے طبقے کی آمدنی کا معتد بہ حصہ سود کے ذریعے سرمایہ دار طبقہ کو منتقل کرنے کا کام جس پیمانہ پر انجام دیا ہے اس کی نظیر ماضی کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ ریاست کی نگرانی اور ضابطہ بندیوں کے باوجود ادھار خریدنے والوں کو بھاری شرح

سود ادا کرنی ہوتی ہے[1]۔ بسا اوقات حساب کتاب پر آنے والی لاگت اور اجرت خدمت (Service Charges) کے نام سے خاصی رقم علاحدہ سے دینی پڑتی ہے۔

اس طرح ایک عام صارف کی آمدنی کا، جو مکان، فرنیچر اور موٹر کار وغیرہ پائدار سامان صرف قسط وار ادائیگی کے وعدہ پر ایک ساتھ حاصل کرنا چاہتا ہے، ایک معتد بہ حصہ سود اور اجرت خدمت کی نذر ہو جاتا ہے۔ ان سامانوں کو جلد حاصل کرنے کی خاطر وہ پچھتر ڈالر کی قیمت کے سامان کے عوض سو ڈالر ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے۔

اس طریقے کی دوسری خرابی اسراف اور حیثیت سے زیادہ خرچ کرنے کا رجحان پیدا کرنا ہے۔ اس خرابی کو بڑھانے میں بڑا دخل امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک میں رائج ترغیبی اشتہارات کو بھی حاصل ہے جو ہر طرح کے نفسیاتی حربوں سے کام لے کر صارف کو بہت سے نمائشی اور غیر ضروری سامانوں کی طلب میں دیوانہ بنا دیتے ہیں۔ پھر آسان قسطوں میں ادائیگی کی غیر معمولی سہولتیں صارف

---

[1] صارفین کے قرضوں پر شرح سود بارہ فی صد تا چوبیس فی صد سالانہ رہی ہے۔ Paul M Horvitz: Monetary Policy and the Financial System. p.140 Prentice Hall Inc. New York. 1963

یہی مصنف صفحہ ۱۴۷ پر لکھتا ہے۔ ''اب ۲۴ فی صد تا ۳۶ فی صد سالانہ شرح سود بالکل عام ہے۔ یہ با قاعدہ کمپنیوں کی شرح ہے۔ بعض ادارے اب بھی بیس فی صد تا چالیس فی صد ماہانہ شرح سود وصول کرتے ہیں۔ یہ ادارے ایسی ریاستوں میں پائے جاتے ہیں جہاں با قاعدہ کمپنیاں نہیں موجود ہیں۔'' اس بات کا اندازہ لگانے کے لیے کہ اس طرح کے سود کے ذریعہ صارفین کی آمدنی سے منتقل ہونے والی رقم کی مقدار کتنی ہوگی، یہ حقیقت بھی سامنے رہے کہ اسی مصنف کی صراحت کے مطابق ۱۹۶۲ء میں امریکہ میں صارفین کے قرضوں کی مجموعی مقدار ۵۶۶۵ کروڑ ڈالر تھی۔

ایک اور مبصر نے لکھا ہے۔ ''جہاں تک شرح سود کا تعلق ہے صورت حال ناقابل یقین حد تک خراب ہو چکی ہے۔ گزشتہ چار پانچ برسوں میں دس پندرہ ریاستوں نے سود کی ان شرحوں کی اعلیٰ ترین حدیں مقرر کی ہیں جو بالاقساط ادائیگی اور مسلسل جاری (Revolving) کریڈٹ پر وصول کی جا سکتی ہیں بہت سے قوانین کے مطابق کم سے کم قابل قبول شرح بیس فی صد ہے۔ نیویارک میں بالاقساط ادائیگی کے وعدہ پر فروخت کے لیے یہی شرح مقرر ہوئی مسلسل جاری کریڈٹ کے لیے شرحیں ۱۸ فی صد تا پچاس فی صد مقرر ہوئی ہیں۔''

Arch W. troelstrup : The Influence of Moral and Social Responsibility in Selling Consumer Credit, American Economic Review May 1961. P.553

کو ایسے اخراجات کرنے پر آمادہ کر دیتی ہیں جو وہ اس حالت میں ہرگز نہ کرتا جب اس کی جیب میں نقد دام ادا کرنے کے لیے رقم موجود ہوتی۔

جو صارفین اپنی اکتسابی زندگی کے آغاز میں اس طرح کے اقدامات کر گزرتے ہیں۔ وہ آئندہ عرصۂ دراز تک واجب الادا قسطوں کے بار تلے دبے رہتے ہیں۔ آئندہ نئی ضروریات سامنے آتی ہیں۔ مگر ان کی آمدنی کا بیشتر حصہ پہلے ہی سے قسطوں کی ادائیگی کے لیے وقف ہو چکا ہوتا ہے۔ آمدنی بڑھانے یا نئی ضروریات کو نظر انداز کرنے اور مقرر تاریخوں پر واجب الادا قسطوں کو ادا کرنے سے متعلق افکار و ترددات اسے ہر آن گھیرے رہتے ہیں۔ قرض سے جکڑی ہوئی اس زندگی میں افراد کے اندر غیر صحت مندانہ رجحانات پیدا ہوتے ہیں اور ان کی کارکردگی پر بھی اس کا برا اثر پڑتا ہے۔

پورے معاشرہ کے نقطۂ نظر سے اس طریقے میں یہ خرابی ہے کہ معاشرہ کی قوتوں کا ایک قابل لحاظ حصہ اقساط کا حساب کتاب کرنے، قسطوں کی وصولیابی اور نادہند خریداروں سے عدالتی چارہ جوئی کے ذریعہ فروخت شدہ سامان حاصل کرنے کی نذر ہو جاتی ہے۔ نقد دام دے کر خریداری کا طریقہ اس خرابی سے بالکل پاک ہے۔ بلاشبہہ ادھار خریداری کی سہولت سے بھی اہم فوائد وابستہ ہیں۔ مگر اس طریقے نے امریکہ اور بعض دوسرے مغربی ممالک میں جو نتائج دکھلائے ہیں اور ان ممالک میں اس کی جو قیمت انسانی قوتوں کے ضیاع کی صورت میں ادا کی جا رہی ہے ان کا پلہ بھاری نظر آتا ہے۔

معیشت کے مجموعی نقشہ پر غور کیجیے تو ادھار خریداری سے طلب مؤثر میں اضافہ ہوتا ہے اور صنعتوں کو پھیلنے اور پیداوار بڑھانے کا محرک فراہم ہوتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس بات کا اندیشہ بھی بہت بڑھ جاتا ہے کہ ادھار خریداری کی رفتار اضافہ میں کمی ہو جانے کے سبب طلب مؤثر میں اضافہ رک جائے اور معیشت روزگار اور پیداوار میں کمی اور کساد بازاری کے آغاز (Recession) کا شکار ہو جائے۔

جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے ادھار خریداری کی سہولت صارفین کے لیے گونا گوں فوائد و برکات کی بھی حامل ہے۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر اکتسابی زندگی کے آغاز میں ہی پائدار سامان استعمال، مکان اور سواری کے لیے گاڑی وغیرہ حاصل ہو جائے تو فرد کی قوت کار میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس بڑھی ہوئی کارکردگی سے اس کی ذاتی آمدنی بھی بڑھ سکتی ہے اور پورے معاشرے کو بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ان میں سے بہت سے سامان ایسے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی فرد اپنی آمدنی سے پس انداز کر کے ان کی خریداری

کے لیے سرمایہ جمع کرنا چاہے تو ایک مدت درکار ہوگی۔ اس مدت تک اس کے قوائے عمل پر ان ضروریات کی عدم تکمیل کا اثر پڑے گا۔ اگر چہ اس مدت کے گزرنے کے بعد اسے یہ سامان حاصل ہو سکتے ہیں اور آئندہ زندگی میں وہ قرض کے بارسے بھی محفوظ رہ سکتا ہے لیکن بعض حالات میں یہی بہتر ہوگا کہ اسے یہ سامان پہلے مل جائیں اور آئندہ وہ ان کی قیمتوں کا بار برداشت کرتا رہے۔ اس ترجیح کی وجہ وہ بڑھی ہوئی کارکردگی اور وہ آسودہ حالی ہے جو بعض حالات میں ان سامانوں کے حصول کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔

اصل اہمیت ایک نقطۂ اعتدال کی تلاش کی ہے جو افراط وتفریط سے پاک ہو۔ یہ نقطۂ اعتدال عملی تجربہ کے بعد ہی دریافت کیا جا سکتا ہے۔ البتہ یہاں ہم یہ رائے ظاہر کریں گے کہ ادھار خریداری کے سلسلہ میں جو طریقے اوپر تجویز کیے جا چکے ہیں ان کا پیمانہ اتنا محدود نظر آتا ہے کہ انھی پر قناعت کر لینا معاشرہ کے لیے مضر ہوگا۔ ضرورت ہے کہ مزید طریقے بھی اختیار کیے جائیں۔

صارفین کی ضروریات کا جو اصولی جائزہ ہم نے اوپر لیا ہے اس کی روشنی میں ہماری رائے ہے کہ اسلامی ریاست کو پائدار اشیاء صرف کی خریداری کے سلسلے میں صارفین کی مدد کرنی چاہیے۔ یہ مدد متعین سامانوں مثلاً مکان، سواری کے لیے گاڑی وغیرہ کی نقد خریداری کے لیے دیئے جانے والے قرضوں کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ریاست خود ان سامانوں کی فروخت کا اہتمام کرے اور صارفین کو ان کی قیمت آسان قسطوں میں ادا کرنے کی سہولت دے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ دونوں ہی طریقے اختیار کیے جائیں۔ قرض یا سامان کی قیمت کی قسطوں کی وصولیابی کے لیے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو فریقین کے لیے آسانی کا باعث ہو۔ مثلاً اجرت اور تنخواہیں پانے والے صارفین سے یہ معاہدہ ہو کہ واجب الادا اقساط ان کی اجرت یا تنخواہ سے براہ راست وضع کر کے ریاست کے متعلقہ اداروں کو منتقل کر دی جایا کریں گی۔ جو خریدار دوسری شکلوں میں آمدنی حاصل کرتے ہوں ان کے سلسلہ میں دوسرے موزوں طریقے وضع کیے جا سکتے ہیں۔ قرض دینے کا ایک تیسرا طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض مخصوص اشیاء صرف سے متعلق اسناد خریداری کو بھنانے کی ذمہ داری خود ریاست لے لے۔ اور یہ کام ریاستی بنک یا کسی دوسرے موزوں ادارہ کے سپرد کر دے کہ وہ فروخت کنندگان سے اسناد خریداری قبول کر کے انھیں نقد ادا کر دیں۔ اور مقرر تاریخوں پر ان سے واجب الادا اقساط وصول کر لیا کریں۔ یہ طریقہ بھی اختیار کیا جانا چاہیے۔

پائدار اشیاء صرف کی ادھار فراہمی کے سلسلے میں اسلامی ریاست کے ایک فعال کردار ادا کرنے کے حق میں چند باتیں بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ نجی کاروباری اداروں کی بہ نسبت ریاست کو قسطوں کی وصولیابی میں زیادہ سہولت ہوگی۔ خریدار سے طریقۂ ادائیگی کے بارے میں جو معاہدہ ہوگا اس کی تعمیل کے سلسلے میں ریاست مل مالکوں اور آقاؤں کا تعاون نسبتاً زیادہ آسانی سے حاصل کرسکتی ہے۔ خریداروں کی ایک بھاری تعداد خود حکومت اور اس سے متعلق اداروں کے ملازمین کی ہوگی جن سے قسطوں کی وصولیابی بہت آسان ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ ادھار فراہمی سامان کے لیے جو سرمایہ درکار ہوگا اس کا ایک حصہ ریاست کفالت عامہ کے بجٹ اور عام بجٹ کے اندر سماجی خدمات کے لیے مخصوص کردہ رقم سے حاصل کرسکتی ہے۔ اس سرمایہ میں مزید اضافہ خود اس کاروبار کے منافع سے بھی ہوگا۔ ادھار سامان خریدنے والوں کی ایک معتد بہ تعداد ایسی ہوسکتی ہے جو صاحب نصاب نہ ہونے کے سبب زکوٰۃ کی مستحق ہو۔ ایسے لوگوں کو خریداری کے لیے قرض دینے یا ادھار سامان فراہم کرنے کے لیے زکوٰۃ وعشر کی رقم استعمال کی جاسکتی ہے۔ یہ وہ آسانیاں ہیں جو نجی کاروباری افراد کو نہیں میسر ہوں گی لہٰذا اس کام کو ریاست کو بھی انجام دینا چاہیے۔ ضرورت مند صارفین کو پائدار اشیاء صرف کی ادھار فراہمی ایک کاروباری عمل ہونے کے ساتھ ایک فلاحی عمل بھی ہے۔ اسی لیے اس باب میں ریاست کو بھی کچھ کرنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ افراد معاشرہ کو ایسے سامانوں کی فراہمی جن سے کارکردگی میں اضافہ ہو ایک اہم سماجی خدمت ہے جس کے نہ انجام پانے سے ایک اہم اجتماعی مصلحت فوت ہوجائے گی اور افراد کی ایک بڑی تعداد تنگی اور پریشانی کا شکار رہے گی۔ غیر سودی معیشت میں نجی کاروبار کرنے والے اس ضرورت کو نہیں پورا کرسکیں گے۔ بنکوں پر بھی اس سلسلے میں تھوڑا ہی بار ڈالا جاسکے گا۔ ایسی صورت میں مناسب ہوگا کہ تعاون باہمی کے اداروں اور بنکوں کے پہلو بہ پہلو اسلامی ریاست بھی اس سلسلے میں ایک فعال کردار ادا کرے۔

اسلامی ریاست کو اس باب میں ایک اور زاویہ سے بھی دلچسپی لینا ضروری ہے۔ اسے اسراف کا سد باب کرنے کے لیے ادھار خریداری کے نظام کو ایسے ضوابط کا پابند بنانا چاہیے کہ صارفین بالاقساط

ادائیگی کی سہولت سے فائدہ اٹھانے میں حد اعتدال پر قائم رہیں ۔ ایسی صورت میں جب کہ اکثر صارفین کو یہ سہولت حاصل کرنے کے لیے خود ریاست سے درخواست کرنی پڑے ان ضوابط کو بآسانی نافذ کیا جا سکتا ہے۔ سہولت فراہم کرنے سے پہلے درخواست دہندہ کے حالات، اس کی ضروریات، اس کی صلاحیت ادائیگی وغیرہ امور کا جائزہ لیا جانا چاہیے اور اسی جائزہ کی روشنی میں اس کو دی جانے والی سہولت کی حدیں متعین کی جانی چاہئیں۔ جہاں یہ سہولت نجی کاروباری اداروں یا بنکوں سے حاصل کی جارہی ہو وہاں بھی ضابطے نافذ کیے جا سکتے ہیں۔

نواں باب

چند وضاحتیں

گزشتہ ابواب میں شرکت اور مضاربت کے شرعی اصولوں کی بنیاد پر بینکنگ کا ایک نیا نظام تجویز کیا گیا ہے جو سود کے بغیر چلایا جا سکے گا اور وہ تمام وظائف ادا کر سکے گا جو موجودہ معیشت میں سود پر مبنی نظام بنک کاری ادا کرتا ہے۔ چونکہ غیر سودی بنک کاری کا کوئی عملی تجربہ نہیں کیا جا سکا ہے[1] اس لیے اس کے سلسلہ میں کچھ شبہات ظاہر کیے جا سکتے ہیں جن پر غور کرنا ضروری ہے۔ اس باب میں ہم اس قسم کے چند مسائل پر غور کریں گے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ بچت کی رسد۔

۲۔ کاروباری طبقہ کو سرمایہ کی رسد۔

۳۔ قومی دائرہ (Public Sector) کے لیے سرمایہ کی فراہمی۔

۴۔ کاروبار بنک کاری کی نفع آوری۔

۵۔ بینکوں کی نقدیت (Liquidity)۔

۶۔ غیر سودی بنک کاری اور ریاست۔

بچت کی رسد

جہاں تک غیر سودی بنکوں کے قرض کھاتہ میں سرمایہ کے جمع ہونے اور اس کے بڑے حصہ

---

[1] گزشتہ پچیس سال کے تجربات کے بارے میں ملاحظہ ہو اگلا باب۔ مذکورہ بالا شبہات دور کرنے کے لیے یہ مختصر تجربہ کافی نہیں اسی لیے اس باب کی افادیت بدستور ہے ۱۹۹۹ء۔

کے کاروباری طبقہ کو قرض اور مضاربت سرمایہ کی صورت میں منتقل ہونے کا سوال ہے گزشتہ مباحث میں اس پر روشنی ڈالی جاچکی ہے۔ قرض کھاتہ میں سرمایہ کی رسد کا انحصار زیادہ تر بچت پر نہیں بلکہ عوام کی اس عادت پر ہے کہ وہ اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ بنکوں کے جاری حسابات (Current Accounts) میں رکھتے ہیں اور ادائیگیوں کے لیے چک استعمال کرتے ہیں۔ یہاں جس مسئلہ پر غور کرنا ہے وہ ان بنکوں کے مضاربت کھاتہ میں سرمایہ کی آمد ہے۔ چونکہ اس کھاتہ میں نسبتاً طویل مدت (تین ماہ، چھ ماہ یا اس سے زائد) کے لیے سرمایہ جمع کیا جائے گا اور چک کے ذریعہ اس کھاتہ سے ادائیگیاں نہیں کی جاسکیں گی اس لیے عوام وہی سرمائے جمع کریں گے جسے انھوں نے پس انداز کیا ہو۔ مضاربت کھاتہ میں سرمایہ کی رسد کا انحصار عوام کے رجحان بچت (Propensity to save) پر ہے۔ شبہ یہ ہے کہ سود کی حرمت رجحان بچت کو کمزور کردے گی۔

ہمارے نزدیک سود کی حرمت رجحان بچت پر کوئی قابل لحاظ اثر نہیں ڈال سکتی۔ بچت کا رجحان چند داخلی محرکات وعوامل اور بعض خارجی حالات سے متعین ہوتا ہے، اور سود یا شرح سود کو ان عوامل کے درمیان کوئی اہم مقام نہیں حاصل ہے۔ جدید ماہرین معاشیات بھی اس امر پر متفق ہیں۔

کینز نے بچت کے داخلی محرکات پر بحث کرتے ہوئے آٹھ باتوں کا ذکر کیا ہے۔ اتفاقی حوادث کے لیے پیش بندی، مستقبل کے متوقع اخراجات، مثلاً بڑھاپے میں عام ذرائع آمدنی مسدود ہوجانے پر ضروریات کی تکمیل کے لیے یا بچوں کی تعلیم وغیرہ کے پیش نظر بچت کرنا، اپنے صرف اور معیار زندگی میں بتدریج اضافہ کے خیال سے بچت کرنا، احتیاج سے آزادی چاہنا اور اس سے بے نیازی کی خاطر بچانا، کاروباری لین دین کے لیے کچھ سرمایہ بچا کر رکھنا، ورثاء کے لیے ترکہ چھوڑ جانے کی خواہش، اور طبعی کنجوسی کے سبب پس انداز کرنا۔ ان سات محرکات کے علاوہ ایک محرک خود کینز کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

> ''سود اور اضافہ حاصل کرنے کے لیے۔ کیونکہ مستقبل میں زیادہ حقیقی صَرف کو حال کے نسبتاً کم مقدار کے صرف پر ترجیح دی جاتی ہے۔''[۱]

۱۔ J.M. Keynes: The General Theory of Employment Interest and Money. Page 107. London Macmillan & Co. 1957۔

اوّل الذکر سات عوامل پر سود کو ممنوع قرار دینے کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ مستقبل میں پیش آنے والی ضرورتوں، ترکہ چھوڑ جانے کی خواہش اور کاروباری لین دین وغیرہ کے لیے بچت کرنے کا جذبہ غیر سودی معیشت میں بھی اسی طرح پایا جائے گا جس طرح سود پر مبنی معیشت میں پایا جاتا ہے، ان محرکات کے تحت افراد اپنی آمدنی کا ایک حصہ صرف کرنے سے اجتناب کر کے اسے پس انداز کرتے ہیں اور سود کے ممنوع ہونے کے باوجود بھی ایسا کرتے رہیں گے۔

اپنی آمدنی کا ایک حصہ اس لیے بچانا کہ اس کے ذریعہ مزید آمدنی حاصل کی جائے، بچت کا ایک محرک ہے۔ اصل محرک سود نہیں بلکہ مزید آمدنی ہے۔ یہ مزید آمدنی سودی معیشت میں اس طرح بھی حاصل کی جاسکتی ہے کہ بچے ہوئے سرمایہ کو طویل المیعاد حسابات (Time Deposits) یا بچت کے کھاتوں (Savings Accounts) میں رکھ کر ان پر ایک مقررہ سالانہ شرح سے سود کمایا جائے۔ غیر سودی نظام میں مزید آمدنی کمانے کا یہ مخصوص طریقہ نہیں میسر ہوگا لیکن دوسرے طریقے موجود ہوں گے۔ یہ دوسرے طریقے اگر پس انداز کی ہوئی دولت سے مزید دولت کمانے کے لیے موزوں اور قابل اعتماد ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ زیر بحث محرک مفقود ہو جائے یا کمزور پڑ جائے۔ اس لیے کسی نتیجہ تک پہنچنے کے لیے اس بات کا جائزہ لینا ہوگا کہ یہ دوسرے طریقے، یعنی ہمارے مجوزہ نظام میں سرمایہ کو مضاربت کھاتہ میں رکھنا یا اس سے تجارتی حصص اور حکومتی حصص شرکت یا حکومتی حصص مضاربت خریدنا، اس غرض کے لیے کس حد تک موزوں اور قابل اعتماد ہیں۔

لیکن اس جائزہ سے پہلے یہ بات قابل ذکر ہے کہ موجودہ سودی معیشت میں بھی سود کو بچت کا ایک طاقتور محرک نہیں قرار دیا گیا ہے، نہ اسے بچت کے دوسرے اسباب وعوامل کے درمیان کوئی نمایاں مقام دیا گیا ہے۔ مزید برآں اکثر ماہرین معاشیات کے نزدیک شرح سود میں اضافہ بچت کی رسد میں اضافہ کا سبب نہیں بنتا، یا اگر بنتا ہے تو نا قابل لحاظ حد تک، اور یہ اس محرک کی کمزوری کی دلیل ہے۔

خود کینز نے معاشرہ کے عام حالات اور دیگر خارجی عوامل مثلاً سیاسی نظم واستحکام، وغیرہ کے پہلو بہ پہلو بچت کی تعیین میں فیصلہ کن اہمیت آمدنی کی سطح کو دی ہے[1]۔ کینز کے بعد اس موضوع پر مزید تحقیق کی گئی ہے جس کے نتیجہ میں چند اور اہم عوامل سامنے آئے ہیں، جو یہ ہیں: کسی فرد کی دولت؛ اس

---

[1] ایضاً صفحہ ۱۱۰

کے ایسے اثاثے جن کو جلد نقد کی صورت میں منتقل کیا جاسکتا ہو؛ اشیاء کی اضافی قیمتیں، سماج میں دولت اور آمدنی کی تقسیم، صارفین کو قرض کی فراہمی، فرد کا سابق معیار زندگی، اس کی معاشی حیثیت، اور اس کی آمدنی میں اضافہ کی رفتار۔ ان عوامل کے پہلو بہ پہلو سماج کی اخلاقی قدریں، فرد کے ذاتی رجحانات، اور دیگر غیر معاشی اسباب وعوامل بھی رجحان بچت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ چند برس قبل امریکہ میں زر اور کریڈٹ سے متعلق امور کی تحقیق کے لیے جو کمیشن مقرر کیا گیا تھا اس کے شائع کردہ تحقیقی مقالات میں مذکورہ بالا عوامل کی نشاندہی[1] کے بعد شرح سود کے سلسلہ میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ:

> ''اگرچہ صارفین کے اخراجات پر شرح سود کے براہ راست اور بالواسطہ اثرات پر کینز اور کلاسیکی نظریات دونوں میں خاصا زور دیا گیا ہے لیکن موجودہ شواہد کا غلبہ اس امر کی طرف ہے کہ اس کا اثر اگر کچھ پڑتا بھی ہے تو وہ دوسرے عوامل کے مقابلہ میں ناقابل لحاظ ہے۔''[2]

برطانیہ میں نظام زر کے جائزہ کے لیے مقررہ ریڈکلف کمیٹی نے بھی اپنی رپورٹ میں یہ لکھا ہے کہ اس کے سامنے اظہار خیال کرنے والے ماہرین زر و معاشیات کے نزدیک شرح سود میں اضافہ انفرادی بچت میں اضافہ کا سبب نہیں بنتا۔[3]

واقعہ یہ ہے کہ بچت کا رجحان زیادہ تر دوسرے اسباب وعوامل سے متعین ہوتا ہے۔ یہ مقصد کہ بچائے ہوئے سرمایہ کے ذریعہ دولت میں اضافہ چاہا جائے، عام افراد کی حد تک محض ایک ثانوی درجہ کا محرک ہے۔

اب اصل سوال کو لیجیے۔ غیر سودی نظام میں سرمایہ کے ذریعہ نفع کمانے کے لیے نقصان کا اندیشہ مول لینا ضروری ہوگا۔ سرمایہ مضاربت کھاتہ میں جمع کیا جائے یا اس سے حصص خریدے جائیں، دونوں صورتوں میں نفع کی توقع کے ساتھ نقصان کا بھی اندیشہ ہے، اور کسی صورت میں سرمایہ کا اضافہ

---

[1] Commission on Money and Credit (CMC) Impact of Monetary Policy P13-21 Prentice Hall Inc. 1964

[2] ایضاً صفحہ ۱۴۱۔

[3] ریڈکلف کمیٹی کی نظام زر کی بابت رپورٹ صفحہ ۵۶۔ Her Majesty's Stationary Office. London.1959

کے ساتھ واپس ملنا یقینی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر بچائے ہوئے سرمایہ کے ذریعہ مزید دولت کمانے کا کوئی یقینی اور محفوظ ذریعہ میسر نہ ہو تو کیا اس مخصوص محرک کے تحت بچت ہونا بند ہو جائے گی، یا دولت میں اضافہ کے یہ غیر یقینی اور نسبتاً غیر محفوظ ذرائع بھی بچت کا محرک بن سکیں گے۔

اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے چند حقائق پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ فطری طور پر نقصان کا اندیشہ اتنا قوی نہیں ہوتا کہ نفع کی امید پر غالب آجائے۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ نفع کی توقع نقصان کے اندیشہ سے زیادہ طاقتور عامل ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بہت پرخطر کاموں میں کبھی سرمایہ نہ لگایا جاتا۔ اپنی ضرورت سے فاضل سرمایہ رکھنے والے افراد میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو نفع کی امید پر نقصان کا اندیشہ مول لینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سودی معیشت میں دولت پر اضافہ حاصل کرنے کی ایک محفوظ راہ کے ہوتے ہوئے بہت سے بچت کار اور اصحاب سرمایہ ان راہوں کو ترجیح دیتے ہیں جن میں سرمایہ لگانے میں اگرچہ نقصان کا اندیشہ بھی ہوتا ہے مگر بازار کی شرح سود سے زیادہ شرح کے ساتھ نفع حاصل ہونے کی امید بھی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ نقصان کا اندیشہ کچھ تحفظ پسند طبائع کو ضرور روک سکتا ہے مگر تمام بچت کاروں کو نہیں روک سکتا۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ دولت میں اضافہ کرنے کی سود جیسی محفوظ راہ نہ میسر ہونے سے، بچت کاروں کے ایک طبقہ کی حد تک بچت کا یہ مخصوص محرک ختم ہو جائے گا یا کمزور پڑ جائے گا۔ تمام بچت کاروں کے سلسلہ میں یہ بات نہیں کہی جاسکتی۔

ہمارے خیال میں یہ بات اکثر بچت کاروں کے سلسلہ میں بھی نہیں کہی جاسکتی۔ اس کی وجہ وہ دوسری بات ہے جس کی طرف ہم توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ یہ بات موجودہ معاشرہ میں سود کا جواز اور عام رواج ہے۔ چونکہ آج بچت کو ایک معمولی شرح سے مزید آمدنی حاصل کرنے کا ذریعہ بنانے کی ایک صورت موجود ہے اس لیے بہت سے بچت کار اس سہل طریقہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگر یہ راہ بند کر دی جائے اور مضاربت کھاتہ کی صورت میں نفع میں شرکت کے اصول پر سرمایہ لگانے کی ایک سہل راہ کھول دی جائے تو اس میں سے اکثریت بچت کار اپنی اضافہ طلبی کی تسکین کے لیے اسی راہ کو اختیار کریں گے۔ یہ شبہ کسی علمی تجزیہ پر نہیں مبنی ہے کہ اضافہ حاصل کرنے کی سود جیسی محفوظ راہ نہ پاکر، اس مخصوص محرک کی حد تک، بچت کرنا ہی چھوڑ دیں گے۔

تیسری حقیقت یہ ہے کہ اگر غیر سودی بنک کاری کا نظام حسن تدبیر اور سلیقہ کے ساتھ چلایا جائے تو مضاربت کھاتہ میں سرمایہ جمع کرنے والوں، نیز حکومتی حصص کے خریداروں کو شاذ و نادر ہی خسارہ برداشت کرنا ہوگا۔ زیادہ تر اوقات میں اکثر بنکوں اور حکومت کے لیے یہ ممکن ہوگا کہ وہ اپنے کھاتہ داروں اور حصص کے مالکوں کا نہ صرف اصل سرمایہ محفوظ رکھے بلکہ ان کے درمیان نفع بھی تقسیم کرتی رہے۔

جیسا کہ ہم گزشتہ ابواب میں واضح کر چکے ہیں، اس امر کا اہتمام کہ مضاربت کھاتہ داروں کو عملاً نقصان نہ ہو خود کاروبار بنک کاری کا کامیابی کے ساتھ چلانے کے لیے ضروری ہے۔ بنکوں کے اپنے مفاد کا تقاضا ہے کہ وہ اس کا اہتمام کریں۔ وہ مضاربت کا سرمایہ لگاتے وقت کاروباری فریقوں کے انتخاب میں احتیاط برت کر اور سرمایہ کو مختلف قسم کے کاروباروں کے درمیان پھیلا کر بآسانی اس کا اہتمام کر سکتے ہیں کہ مجموعی طور پر انھیں خسارہ نہ ہو۔ اسی طرح حکومت اس بات کا اہتمام کر سکتی ہے کہ حکومتی حصص خریدنے والوں کو عملاً کبھی نقصان نہ ہو۔

یہ تین باتیں ـــــ یعنی نفع کی امید نقصان سے قوی تر ہونا، نقصان کے اندیشہ کے بغیر نفع کمانے کی راہ کا مسدود ہونا اور سرمایہ لگانے کے ایسے طریقوں کا موجود ہونا جن میں عملاً نقصان کا اندیشہ نہ ہو ـــــ ہمارے نزدیک اس بات کے لیے کافی ہیں کہ جو افراد دولت میں اضافہ کی خاطر بچت کرتے ہیں ان کو بچت کرنے پر آمادہ رکھیں۔ ساتھ ہی چونکہ دولت میں اضافہ چاہنا بچت کے محرکات میں سے صرف ایک محرک ہے اور دوسرے طاقت ور محرکات بہر صورت موجود ہوں گے، اس لیے ہم اس نتیجہ پر پہنچنے میں حق بجانب ہوں گے کہ سود کو ممنوع قرار دینے کی وجہ سے بچت کی مجموعی رسد میں اگر کوئی کمی ہوئی بھی تو اس کی مقدار ناقابل لحاظ ہوگی۔

اگر کسی وقت ایک اسلامی معیشت میں یہ محسوس کیا جائے کہ عوام کا رجحان بچت کمزور ہے اور سرمایہ کاری کو مطلوبہ سطح تک پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ اس رجحان کو تقویت بہم پہنچا کر قومی بچت میں اضافہ کیا جائے تو اس کے لیے موزوں طریقے اختیار کیے جا سکیں گے۔ اسراف و تبذیر کی ہمت شکنی، اور اس کی بعض صورتوں کو قانوناً ممنوع قرار دے کر صرف کی بعض راہیں بند کر دی جائیں گی جس کا اثر بچت میں اضافہ کی صورت میں بھی ظاہر ہوگا۔[1] مزید برآں، حسب ضرورت بچت کی ترغیب اور اخلاقی

---

[1] اس اجمال کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ''اسلام کا نظریۂ ملکیت۔'' باب ۵ اور باب ۱۲۔

اپیل سے بھی قابل لحاظ نتائج کی توقع کی جاسکتی ہے۔اس کے علاوہ غیر سودی نظام میں شرح مضاربت میں موزوں اضافہ بھی بچت میں اضافہ کا سبب بن سکتا ہے۔شرح مضاربت سے ہماری مراد وہ فی صد حصہ نفع ہے جو بینک کو کاروباری فریق سے یا مضاربت کھاتہ داروں کو بینک سے ملتا ہے۔جب کاروباری طبقہ میں سرمایہ کی طلب زیادہ ہوگی وہ بینک کو اپنے منافع کا زیادہ حصہ نفع میں بھی اضافہ کرسکتا ہے، جس کے نتیجہ میں کھاتہ دار مزید بچت کر کے مضاربت کھاتہ میں مزید سرمایہ جمع کرنے پر آمادہ ہوسکتے ہیں۔

اگر کسی وقت بچت کی رسد زیادہ ہو اور بینکوں کو مضاربت پر سرمایہ لینے والے کاروباری فریق نہ مل رہے ہوں تو بینک کاروباری فریقوں سے ملنے والے حصۂ نفع میں کمی کر کے سرمایہ کی طلب بڑھا سکتے ہیں۔ایسا کرنے کے لیے انھیں مضاربت کھاتہ داروں کو ملنے والے حصہ نفع میں بھی کمی کرنی ہوگی۔جس کا اثر بچت کی رسد میں کمی کی صورت میں ظاہر ہوسکتا ہے۔غیر سودی نظام میں شرح مضاربت میں موزوں تبدیلیاں بچت کی طلب اور رسد کے درمیان توازن بحال رکھنے کا کام کریں گی۔یہ کام معاصر سودی معیشت میں شرح سود کی تبدیلیوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

۲۔ کاروباری سرمایہ کی رسد

اوپر کی بحث عام افرادِ معاشرہ کی بچت اور اس بچت کے کاروباری طبقہ کو منتقل ہونے کے سلسلہ میں تھی۔لیکن جہاں تک کاروبار کے لیے سرمایہ کی رسد کا تعلق ہے ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ کاروباری سرمایہ کا سب سے بڑا ذریعہ ان کی اپنی بچت ہوتی ہے۔کاروباری سرمایہ کی مجموعی رسد کے اس حصہ پر سود ملنے یا نہ ملنے کا یا شرح سود میں کمی بیشی کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

کاروباری ادارے مشینوں کی فرسودگی کے بالمقابل جو منہائی (Depreciation Allowance) کرتے ہیں وہ بھی سرمایہ کاری کے کام آتی ہے۔چنانچہ امریکہ میں کاروباری سرمایہ کا تین چوتھائی حصہ کاروباری اداروں کے داخلی وسائل پر مشتمل ہوتا ہے[۱]۔ امریکہ میں کاروباری اداروں کی بچت مجموعی قومی بچت کے تقریباً نصف کے برابر رہی ہے[۲]۔ انگلستان میں بھی صورت حال یہی ہے۔

---

۱. Paul M. Horvitz: Monetary Policy and the Financial System P.115 Prentice Hall Inc. 1963

۲. CMC: Impacts of Monetry Policy op.cit P.655

ریڈکلف کمیٹی کی رپورٹ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صنعتی توسیع کے لیے سرمایہ کاری کے وسائل کا سب سے بڑا ذریعہ کاروباری اداروں کے وہ منافع ہیں جو اسی مقصد کے لیے روک لیے جاتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ مقدار اس سرمایہ کی ہوتی ہے جو مشینوں کو بدلنے کے لیے سامان سرمایہ کی فرسودگی کی منہائی (Capital Depreciation Allowance) کے طور پر جمع کیا جاتا ہے[1]۔ کمیٹی کا بیان ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد بہت سے کاروباری اداروں نے اپنی مالی ضروریات تمام تر یا بیشتر اپنے داخلی وسائل ہی کے ذریعہ پوری کرلی ہیں۔

''تقسیم نہ کر کے روکا ہوا نفع صنعتی توسیع کے لیے سرمایہ کاری کا سب سے بڑا ذریعہ رہا ہے۔ دوسرا اہم ذریعہ حصص کا بازار ہے۔ بینکوں کے قرضوں نے ثانوی کردار ادا کیا ہے۔''[2]

امریکہ میں کمپنیوں کے مجموعی منافع کا ستر فی صد بچالیا جاتا ہے، جب کہ انفرادی آمدنیوں میں سے بچت کی نسبت صرف پانچ فی صد ہے۔ دوسرے ممالک کی صورت حال بھی اس سے چنداں مختلف نہیں ہے[3]۔ منافع میں سے بچت کرنے والی ان کمپنیوں کا مقصد اس بچت کو متعین شرح سود پر فراہم کرنا نہیں ہوتا بلکہ نفع کے لیے خود اپنے کاروبار میں لگانا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سود کو ممنوع قرار دینے کا اس قسم کی بچت پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ کاروباری اداروں کی بچت ان اداروں کی اپنی ضروریات اور ان کے کاروبار کی نفع آوری جیسے اسباب وعوامل سے متعین ہوتی ہے۔ شرح سود کا اس بچت پر کوئی قابل لحاظ اثر نہیں پڑتا[4]۔

اس طرح ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سود کو ممنوع قرار دینے کا کاروباری سرمایہ کی رسد کے بڑے حصہ پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا، اور چھوٹے حصہ پر اگر کوئی اثر پڑتا ہے تو مقدار کے لحاظ سے ناقابل لحاظ ہوگا۔

۳۔ قومی دائرہ کے لیے سرمایہ کی فراہمی

قومی دائرہ (Public Sector) میں سرمایہ کاری کے لیے عوام سے ان کی بچتیں حاصل

---

[1] ریڈکلف کمیٹی رپورٹ۔ صفحہ ۸۰۔ [2] ایضاً صفحہ ۱۰۸۔

[3] N. Kaldor: 'Capital Accumulation and Economic Growth' in "The Theory of Capital" Edited by D.C. Hague, P. 197. Macmillan London 1965

[4] CMC: Impacts of Monetary Policy P.673-74

کرنے کے طریقوں پر ساتویں باب میں روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ یہاں ہم اس حقیقت پر زور دینا چاہتے ہیں کہ سود کے بجائے نفع میں شرکت کو سرمایہ کی فراہمی کی بنیاد بنانا قومی دائرہ کے لیے بہت مفید نتائج برآمد کر سکتا ہے، بالخصوص اس صورت میں جب کہ عملاً حکومتی حصص کے خریداروں کو نقصان سے بچائے رکھنے کا اہتمام کیا جا سکے۔ نفع میں شرکت کا طریقہ اختیار کرنے سے افراد معاشرہ کی ایک کثیر تعداد کا ذاتی مفاد قومی دائرہ کی صنعتوں کی کامیابی کے ساتھ وابستہ ہو جائے گا۔ حکومتی حصص کے خریداروں کی ایک بڑی تعداد ان مزدوروں، کلرکوں، افسران اور ملازمین کی ہوگی جن کا معاش قومی دائرہ کی صنعتوں سے وابستہ ہوگا۔ ان حصص کے خریداروں کی ایک بڑی تعداد قومی دائرہ کی صنعتوں کی مصنوعات کی خریدار بھی ہوگی۔ ان تمام افراد کا یہ احساس کہ ان کے خرید کردہ حصص پر ملنے والے منافع کا انحصار قومی دائرہ کی صنعتوں کی کامیابی اور نفع آوری پر ہے، ان کو قومی دائرہ کا بہی خواہ بنا دے گا۔ اس کے برعکس حکومت کو سودی قرض دینے والے افراد قومی دائرہ کی صنعتوں کے انجام سے بے نیاز ہوتے ہیں کیوں کہ ان کا اپنا مفاد متعین اور محفوظ ہوتا ہے۔ بعید ہے کہ عوام کی ذہنیت اور قومی دائرہ کے کاروبار کے سلسلہ میں ان کے نقطۂ نظر کی تبدیلی حکومت کے لیے قومی دائرہ کے کاروبار کے سلسلہ میں عوام کا مخلصانہ تعاون حاصل کرنا آسان بنا دے گی۔

۴۔ کاروبار بنک کاری کی نفع آوری

غیر سودی نظام بنک کاری کے قیام واستحکام کے لیے ضروری ہے کہ مضاربت در مضاربت کے اصول[۱] پر منظم کیا جانے والا کاروبار بنک کاری ایک نفع بخش کاروبار ہوتا کہ اعلیٰ درجہ کی کاروباری صلاحتیں رکھنے والے اصحاب سرمایہ اس کاروبار کو اختیار کرنے اور جاری رکھنے پر آمادہ رہیں۔ گزشتہ ابواب میں ہم نے اس کاروبار کی جو تفصیلات پیش کی ہیں ان کے پیش نظر اس بارے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ کاروبار خاصا نفع بخش ہوگا۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ جو کثیر سرمایہ بنکوں کے مضاربت کھاتہ میں آئے گا اس کے کاروباری استعمال کے نتیجہ میں ملنے والے نفع میں سے بینک کو حصہ ملے گا مگر

---

[۱] یعنی یہ طریقہ کہ بینک عوام سے مضاربت کے اصول پر سرمایہ حاصل کر کے اس سرمایہ کو مضاربت کے اصول پر کاروباری فریقوں کو فراہم کریں۔

اس کے نقصان کی ذمہ داری بنک پر نہ ہوگی۔ قدرتی طور پر بینک حتی الامکان اس سرمایہ کو ایسے کاروبار میں لگائیں گے جن سے نفع ملے، لیکن جب اور جس حد تک، نقصان ہوگا تو اس نقصان کا کوئی حصہ بینک کو نہیں برداشت کرنا ہوگا۔

۵۔ بینکوں کی نقدیت (Liquidity)

بینکوں کے لیے سب سے اہم چیز ان کی نقدیت ہے، یعنی یہ صلاحیت کہ وہ عوام کے مطالبات نقد بلا تاخیر پورے کرسکیں۔ گزشتہ ابواب میں یہ واضح کیا جاچکا ہے کہ بنکوں کا نقد محفوظ، قابل فروخت اسناد اور حصص کس طرح ان کی اس صلاحیت کو قائم رکھ سکیں گے۔ لیکن جیسا کہ فن بنک کاری کے ماہرین نے لکھا ہے، ایک عام بینک کی نقدیت کا انحصار اس پر نہیں ہوتا کہ اس کے پاس قابل فروخت اثاثے کتنے ہیں یا وہ اپنے دیئے ہوئے قرضے کتنی جلد واپس لے سکتا ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ وہ مرکزی بنک کو نقد فراہم کرنے پر آمادہ کرنے کی کتنی صلاحیت رکھتا ہے[1]۔ مرکزی بینک چونکہ نقد پیدا کرنے والا ادارہ ہے لہٰذا اس کے لیے نقد کی فراہمی کوئی مشکل کام نہیں۔ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ایسے طریقے موجود ہوں کہ ایک عام بینک نقد کی ضرورت پڑنے پر مرکزی بینک سے نقد حاصل کرسکے۔ اس نکتہ کے پیش نظر اگر چھٹے باب کی تفصیلات پر غور کیا جائے تو بآسانی یہ رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ اگر بینک اپنے اثاثوں کے انتخاب میں دانشمندی اور دور اندیشی سے کام لے رہا ہو تو اس کے لیے بوقت ضرورت مرکزی بینک سے نقد حاصل کرنا ہمیشہ ممکن ہوگا۔ اگر عوام کی طلب نقد میں غیر معمولی اضافہ کی وجہ سے یہ تدبیر عام بنکوں کی ضرورت نقد پوری کرنے کے لیے کافی نہ ہو تو مرکزی بینک کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ایسے اقدامات کرے جن کے نتیجہ میں انھیں مزید نقد حاصل ہو۔ ان اقدامات کی نشاندہی چھٹے باب میں کی جاچکی ہے۔

۶۔ غیر سودی بنک کاری اور ریاست

کچھ عرصہ پہلے تک نظام بنک کاری کی توضیح و تشریح اس طرح کی جاتی تھی کہ اگر ریاست

---

[1] W.Manning Dacey: The British Banking System P.90 Mutchinsons of London 1958

معاشی نظام کی فعال رہنمائی کے بجائے اس میں عدم مداخلت کی پالیسی اختیار کرے تو بینکنگ کا نظام کس طرح چلے گا۔ فن بنک کاری کا مطالعہ عدم مداخلت کے اصول پر مبنی آزاد سرمایہ دارانہ معیشت (Laissez Faire Capitalism) کے پس منظر میں کیا جاتا تھا۔ مگر گزشتہ تیس برسوں میں ماہرین معاشیات و بنک کاری کا اندازِ فکر بالکل بدل چکا ہے[1]۔ اب ریاست کے لیے نظام بنک کاری کی رہنمائی اور مرکزی بنک کے واسطہ سے تفصیلی ضابطہ بندی کے ذریعہ اس نظام کو مطلوبہ راہوں پر چلانا ناگزیر سمجھا جاتا ہے، اس کتاب میں ہم نے غیر سودی بنک کاری کا جو نظام تجویز کیا ہے اس کے ساتھ ریاست کی اس عمومی رہنمائی کے پہلو بہ پہلو ایک اسلامی ریاست کی مقصدی رہنمائی کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہیے۔ معیشت کے دوسرے اداروں کی طرح بنک کاری کے بارے میں بھی ہمارا نقطۂ نظر یہی ہے کہ جب اور جس درجہ میں یہ نظام اپنے آزادنہ عمل سے سماجی طور پر مطلوب مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہے اسلامی ریاست کو اپنی رہنمائی اور مثبت اقدامات سے اس کمی کی تلافی کرنے اور مطلوبہ مقاصد کو پوری طرح حاصل کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے[2] یہ اقدامات زرو بنک کاری اور مالیات عامہ یا کفالت عامہ سے متعلق ہو سکتے ہیں۔ اس کتاب کے ساتویں اور آٹھویں باب میں اس نقطۂ نظر کی جھلک بآسانی دیکھی جاسکتی ہے۔

بینکنگ کا مجوزہ نظام اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ افراد کو بنک قائم کرنے اور انھیں ذاتی منافعت کے لیے چلانے کی آزادی ہوگی۔ یعنی بینکوں کو قومی ملکیت نہیں قرار دیا جائے گا۔ لیکن اگر کسی زمانہ میں کسی ملک میں اسلامی ریاست اجتماعی مفادات و مصالح کا تقاضا یہ سمجھے کہ بینکنگ کا پورا نظام ریاست کے ہاتھوں میں ہونا چاہیے تو بھی مجوزہ نقشہ میں کسی بنیادی ترمیم کی ضرورت نہیں ہوگی۔ سود کا لینا اور دینا جس طرح فرد اور فرد کے درمیان حرام ہے اسی طرح فرد اور حکومت کے درمیان بھی حرام ہے۔ شریعت نے اس بارے میں کوئی تفریق نہیں کی ہے، نہ کوئی استثناء کیا ہے۔ اسلام کی طویل تاریخ میں کبھی بھی اسلامی حکومت کے لیے اپنے شہریوں سے سودی لین دین کو جائز نہیں قرار دیا گیا ہے۔

---

[1] یہ سطریں تیس سال پہلے تحریر کی گئی تھیں اب ۱۹۹۹ء میں عام رجحان پھر بنکوں کو حکومت کی مداخلت سے آزاد رکھنے کی طرف ہے، ضروری نگرانی کے ساتھ

[2] اس نکتہ کی اصولی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو: اسلام کا نظریۂ ملکیت پہلا باب

قومی ملکیت میں ہونے کے باوجود بنکوں کا کاروبار مضاربت در مضاربت کے اصول پر منظم کیا جائے گا۔ البتہ بنکوں کا اپنا سرمایہ شرکت کی بنیاد پر حصہ داروں سے حاصل ہونے کے بجائے قومی خزانہ سے فراہم ہوگا۔ اپنے کھاتہ داروں یا کاروباری فریقوں سے بنک کے تعلقات کی نوعیت بعینہٖ وہی ہوگی جو دوسرے، تیسرے اور چوتھے باب میں بیان کی گئی ہے۔

رہا یہ سوال کہ ایک اسلامی معیشت میں بنکوں کا قومی ملکیت میں لیا جانا مناسب ہوگا یا نہیں تو اس کا جواب ان مخصوص حالات کے تفصیلی مطالعہ کے بعد ہی دیا جاسکتا ہے جن میں یہ اقدام زیر غور ہو۔ یہاں اصولی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عام حالات میں ایسا کرنا ہرگز مناسب نہ ہوگا۔ بینکوں کو قومی ملکیت میں لینا معیشت کی تنظیم، ملک کے سیاسی نظام اور انفرادی آزادی کے حدود پر گہرے اثرات مرتب کرے گا۔ اور آزادی اور پابندی کے درمیان وہ توازن خطرہ میں پڑ جائے گا جو اسلام نے قائم رکھنا چاہا ہے۔ لیکن اگر کسی ملک کے مخصوص حالات اس بات کے متقاضی ہوں کہ اسلامی اجتماع کے مفادات کے تحفظ اور مقاصد شریعت کے حصول کے لیے یہ اقدام کیا جائے تو شریعت نے ایسا کرنے پر کوئی پابندی نہیں عائد کی ہے۔ یہی نہیں کہ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے نہیں ہے جن کے بارے میں شریعت نے کوئی دائمی حکم دیا ہو بلکہ استنباط واجتہاد کے ذریعہ بھی اس اقدام کو ہر حالت میں ممنوع قرار دینا غلط ہوگا۔ اس باب میں فیصلہ کن بات ضرورت اور مصلحت ہے۔ جن ضروریات ومصالح کا شریعت میں اعتبار کیا گیا ہے ان کا تقاضا ہو تو ایسا کیا جاسکتا ہے۔ یہ ضرورت اس عبوری دور میں بھی پیش آسکتی ہے جب کہ ایک سودی معیشت کو غیر سودی اسلامی معیشت میں تبدیل کیا جارہا ہو، دراں حالیکہ عام افراد معاشرہ کی دیانت وامانت اور اخلاق ودینداری کا معیار پست ہو۔ ہزاروں برس سے رائج سودی لین دین کے مکمل خاتمہ، ظلم واستحصال کے ازالہ اور عدل کے قیام کے لیے اگر عارضی طور پر انفرادی آزادی کے دائرہ کو محدود کرنے اور معیشت کی اس کلیدی صنعت کو پوری طرح ریاست کے قابو میں رکھنے کو ناگزیر سمجھا جائے تو ضرور ایسا ہی کرنا چاہیے۔ لیکن یہ اقدام ایک کمزوری کی علامت قرار پائے گا۔ ایک صحت مند اسلامی معاشرہ میں کاروبار بنک کاری کا اصل مقام کاروبار کا آزاد اور نجی دائرہ ہے۔

دسواں باب

غیر سودی بنک کاری کے پچیس سال

اسلامی بنکوں کا قیام

بیسوی صدی کی چوتھی، پانچویں اور چھٹی دہائیوں میں متعدد ملکوں میں غیر سودی ادارے قائم ہوئے۔ ہندستان میں بچت اور قرض سوسائٹیاں، کراچی پاکستان میں ارشاد احمد کا قائم کیا ہوا غیر سودی بنک، ملیشیا میں تبونگ حاجی اور مصر کے قصبہ میت غمر میں احمد النجارؒ کے قائم کردہ بچت اور سرمایہ کاری کے ادارے ان کوششوں کے نمایاں مظاہر ہیں۔ مگر سب سے پہلا اسلامی بنک ۱۹۷۵ء میں دبئی میں قائم ہوا۔ یہ ایک نجی بینک تھا۔ اسی سال آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کے ممالک نے اسلامک ڈیولپمنٹ بینک قائم کیا جس کا ہیڈ کوارٹر جدہ، سعودی عرب میں ہے۔ ستّر کی دہائی میں چار اور اسلامی بنک قائم ہوئے پھر اسّی کی دہائی میں بیس اور اس کے بعد سے آج تک چوبیس مزید اسلامی بنک قائم ہو چکے ہیں[1]۔ واضح رہے کہ ان میں سے اسلامی بنکوں نے متعدد شاخیں بھی کھول رکھی ہیں۔

اسلامی ڈیولپمنٹ بینک مسلمان ملکوں کی حکومتوں نے قائم کیا ہے مگر باقی سارے بنک پرائیویٹ سکٹر میں کمپنیوں کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اس فہرست میں پاکستان، ایران اور سوڈان کے بینک بھی شامل نہیں ہیں کیونکہ ان ملکوں نے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ وہ سود کو اپنے نظام بنک کاری سے

---

[1] ان بنکوں کی فہرست ضمیمہ ۳ میں ملاحظہ ہو۔ مذکورہ تعداد میں وہ بنک شامل نہیں ہیں جو قائم ہو کر بند ہو گئے یا کسی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکے، مثلاً انگلستان اور امریکہ میں البرکہ اور دار المال کی طرف سے قائم کیے جانے والے ادارے یا ڈنمارک کا اسلامی بینک۔

نکال رہے ہیں اور اسلامی بنیادوں پر نظام بنک کاری کی تشکیل نو کا عمل جاری ہے۔ ملیشیا میں اسلامی بنک صرف ایک ہے مگر دوسرے بنک بھی اسلامی مالی خدمات فراہم کرتے ہیں اور وہاں کا مرکزی بنک سودی اور غیر سودی دونوں طرح کی بینکنگ کی نگرانی کرتا ہے۔ اسی طرح انڈونیشیا کے ''بینک معاملات'' نے پورے ملک میں شاخیں کھول رکھی ہیں جن کے ذریعہ عام لوگ غیر سودی کھاتے کھول سکتے ہیں۔ گویا پانچ ملکوں (پاکستان، ایران، سوڈان، ملیشیا، انڈونیشیا) میں حکومت کے اہتمام سے اس کی نگرانی میں غیر سودی اسلامی بنکنگ منظّم کی جارہی ہے۔ ساتھ ہی تقریباً تمام اسلامی ممالک میں یا تو اسلامی بنک قائم ہو چکے ہیں یا وہ ملک اسلامک ڈیولپمنٹ بنک کے توسط سے اسلامی بنک کاری سے واسطہ قائم کر چکے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں، انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (IMF) کے ممبر ممالک کی ایک تہائی تعداد غیر سودی بنک کاری کے تجربہ میں شریک ہے۔

عام بینکوں کی اسلامی شاخیں

بڑی تعداد میں مسلمان بچت کاروں، اصحاب سرمایہ اور کاروباری ادارے چلانے والوں کے غیر سودی اسلامی بینکوں کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے عام تجارتی بینک بھی ایسی خدمات فراہم کرنے کی طرف متوجہ ہوئے جو سود سے پاک ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے کچھ پرانے گاہک ان کو چھوڑ کر اسلامی بنکوں سے منسلک ہونے لگے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پٹرول کے دام میں اضافہ کے سبب خلیج کے ملکوں کے پاس جو نئی دولت آئی اس کے کچھ حصہ نے ایسے مالی اداروں کا رخ کیا ہو جو سود سے پاک ہوں۔ بہر کیف اب صورت حال یہ ہے کہ مسلمان ملکوں میں بین الاقوامی شہرت رکھنے والے بڑے بنکوں کی جو شاخیں کام کررہی ہیں ان میں سے متعدد بنکوں نے ''اسلامی کاؤنٹر'' (Islamic Windows) کھول دیئے ہیں۔ سودی بنکوں کے ان غیر سودی حسابات کے ذریعہ عام بچت کار یا سرمایہ کے طالب بنکوں کے ان غیر سودی حسابات کے ذریعہ عام بچت کار یا سرمایہ کے طالب کاروباری کے لیے یہ ممکن ہوگیا ہے کہ ایک طرف تو وہ ان آزمودہ اور شہرت یافتہ بینکوں کی خدمات سے مستفید ہوتے رہیں جن پر انھیں بھروسہ رہا ہے دوسری طرف سود سے بھی بچ سکیں۔

بعض مشہور بینکوں نے اسلامی بینکنگ کے لیے علاحدہ شاخیں کھول دی ہیں۔ سعودی عرب

میں نیشنل کمرشیل بنک کی پچاس سے زیادہ شاخیں صرف غیر سودی بنکنگ خدمات پیش کرتی ہیں جب کہ نیشنل کمرشل بنک کی دوسری سیکڑوں شاخیں عام طریقہ پر سودی بنک کاری کرتی ہیں[1]۔اسی طرح سٹی بنک نے بحرین میں ایک شاخ صرف اسلامی بنکنگ کے لیے قائم کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اب دنیا میں غیر سودی بینکنگ تین طریقوں سے انجام پا رہی ہے اسلامی بنکوں کے ذریعہ، سودی بینکوں کی اسلامی شاخوں کے ذریعہ اور سودی بینکوں کے اسلامی کاونٹر کے ذریعہ۔ یہ خدمات ہر مسلمان ملک میں میسر ہیں اور بعض ایسے ملکوں میں بھی جہاں بڑی تعداد میں مسلمان بستے ہیں مثلاً ہندستان، فلیپینس، سری لنکا وغیرہ، یورپ اور امریکہ میں اگر چہ کوئی ''اسلامی بینک'' نہیں قائم ہو سکا ہے جو جملہ بنکنگ خدمات فراہم کر سکے لیکن متعدد ایسے مالی ادارے کام کر رہے ہیں جو بچت کاروں کی جمع کردہ رقوم کو براہ راست یا بالواسطہ کاروبار میں لگا کر ان کو حلال نفع تقسیم کر رہے ہیں۔

سرمایہ کاری کے مشترکہ اسلامی فنڈ

گزشتہ پچیس برسوں میں نظام بنک کاری اور بازار مال میں جو بڑی تبدیلیاں آئی ہیں ان میں یہ بھی شامل ہے کہ بڑے بڑے کاروباری ادارے سرمایہ حاصل کرنے کے لیے بینکوں کا سہارا لینے کے بجائے براہ راست بازار حصص سے حصص یا بانڈز (Bonds یعنی سودی قرضوں کی سندیں) بیچ کر سرمایہ حاصل کرنے لگے ہیں۔ اس تبدیلی کے ردعمل میں جہاں ملکی قانون اجازت دیتا ہے وہاں، بنکوں نے بانڈز اور حصص کی تجارت میں بھی ہاتھ ڈال دیا ہے۔ دوسری بڑی تبدیلی یہ آئی ہے کہ بچت کاری اپنی بچت کے ذریعہ نفع کمانے کے لیے بنکوں کی بجائے سرمایہ کاروں کے مشترکہ فنڈوں (Mutual Funds جس طرح کہ یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا ہے) کی طرف رجوع کرنے لگے ہیں۔ پہلے مجموعی بچتوں کا تھوڑا ہی حصہ ان مشترکہ فنڈوں کے نصیب میں آتا تھا مگر اب امریکہ جیسے ملک میں ایسے فنڈوں کے پاس جمع کردہ رقوم امریکہ کے تمام تجارتی بینکوں میں جمع کردہ رقوم کے برابر آ چکی ہیں[2]۔

---

[1] رفتہ رفتہ شاخوں کے ذریعہ بھی اسلامی مالی خدمات بہم پہنچانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

[2] امریکہ کے فیڈرل ریزروبورڈ کے شائع کردہ اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۹۸ء میں تجارتی بنکوں کے مجموعی اثاثے پانچ ٹریلین، چھ سو پینتیس بلین اور چار سو ساٹھ ملین تھے جب کہ میوچول فنڈز کے اثاثے پانچ ٹریلین، پانچ سو پچیس ملین اور دو سو نو اعشاریہ تین ملین کے بقدر تھے۔

مشترکہ فنڈ حصص اور بانڈ کی خرید و فروخت کے ذریعہ نفع کما کر اسے ان لوگوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں جنھوں نے سرمایہ ان کے پاس جمع کیا ہو۔ اس طرح مذکورہ بالا دونوں تبدیلیاں، کاروباری اداروں کا بازار مال کی طرف براہ راست رجوع کرنا اور عوام کا اپنی بچتوں کو مشترکہ فنڈوں کے حوالہ کرنا، ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو جاتی ہیں۔ نتیجہ میں بنکوں کے مقابلہ میں بازار مال کے دوسرے اداروں کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اسی رجحان کے زیر اثر اسلامی انوسٹمنٹ کمپنیوں کی طرف عوام کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا اسلامی بینکوں کے علاوہ درجنوں اسلامی انوسٹمنٹ کمپنیاں بھی کام کر رہی ہیں۔ مالی بازار میں پہلے سے سرگرم مشہور عالم مشترکہ فنڈوں نے بھی سود سے پاک ''اسلامی فنڈ'' پیش کیے ہیں جو خاصے مقبول ہو رہے ہیں۔ یہ اسلامی فنڈ اس بات کا وعدہ کرتے ہیں کہ وہ کسی ایسی کمپنی کے حصے نہیں خریدیں گے جو حرام اشیاء یا خدمات کی فراہمی میں ملوث ہو، اپنا سرمایہ بانڈز میں نہیں لگائیں گے اور ایسی کمپنیوں کے حصص سے بھی پرہیز کریں گے جن کا بیشتر سرمایہ سودی قرض کے طور پر حاصل کیا گیا ہو۔ پچیس سال پہلے غیر سودی بنکوں کے قیام کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ اپنی جلو میں اسلامی مالی بازار (Islamic financial Market) کے دوسرے عناصر کو بھی پروان چڑھا رہا ہے۔ انشورنس کمپنیاں، انوسٹمنٹ کمپنیاں، مشترکہ فنڈ اور اسٹاک اکسچینج یا بازار حصص کی تنظیم نو اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

غیر سودی بنک کاری قومی سطح پر

بیس سال ہوئے پاکستان نے اپنے نظام نقدی و بنک کاری کو سود سے پاک کرنے کا عمل شروع کیا اس کے چار سال بعد ایران نے اور پانچ سال بعد سوڈان نے بھی حکومتی سطح پر یہ عمل شروع کر دیا۔ آج یہ تینوں ملک اصولاً سود سے پاک نظام بنک کاری کے دعوے دار ہیں۔

تینوں ملکوں میں چند باتیں مشترک ہیں[1]۔ عندالطلب کھاتے (Demand Deposits) اسی طرح کام کر رہے ہیں جس طرح روایتی بنک کاری میں، یعنی ان پر کوئی نفع نہیں ملتا مگر ان کا اصل

---

[1] پاکستان، ایران اور سوڈان کے بارے میں معلومات کا ماخذ محسن خاں اور میرافور کا ۱۹۸۹ء مقالہ نیز سندرراجن کا ۱۹۹۸ء کا مقالہ ہے۔ دونوں مقالے IMF کے ورکنگ پیپرس ہیں۔ ان دونوں حوالوں کی تفصیل ضمیمہ ۴ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ البتہ بعض امور مثلاً مرابحہ کے بارے میں ظاہر کردہ رائے کا ماخذ دوسری تحریریں ہیں۔

واجب الادا رہتا ہے اور کھاتہ دار جب چاہے اسے نکال سکتا ہے۔ بچت کھاتہ یا طویل المیعاد کھاتے یا سرمایہ کاری کھاتے (Investment Accounts) پر نفع ملنا بنک کو نفع ہونے پر مشروط ہے اور اس کی شرح بدلتی رہتی ہے مگر عملاً یہ شرح حکومت مقرر کرتی ہے اور اس کا حساب اس طرح نہیں لگایا جاتا کہ بنکوں کو سرمایہ کاری سے عملاً کتنا نفع ہوا۔ بنک کھاتہ داروں کے سرمایہ کو جس طرح استعمال کرتے ہیں وہ زیادہ تر مرابحہ، سلم استصناع اور اجارہ پر مبنی ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں سرمایہ حاصل کرنے والا متعین رقم کی حد تک مقروض ہو جاتا ہے۔ تینوں ملکوں میں مشارکت اور مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کاری کا تناسب کم ہے مگر یہ تناسب پاکستان میں سب سے کم ہے۔ اس کا ایک نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بنکوں کی زیادہ سرمایہ کاری قصیر المیعاد (Short term) ہوتی ہے۔ تجارت اور درآمد برآمد کے لیے تو سرمایہ مل جاتا ہے مگر طویل المیعاد صنعتی کاروبار سرمایہ کو ترستا رہتا ہے۔ اصولاً یہ سرمایہ بازار حصص میں حصے فروخت کر کے حاصل ہو جانا چاہیے مگر ان تمام ملکوں میں بازار حصص کمزور ہے۔

پاکستان میں مرابحہ یا بیع مؤجل کے نام پر مارک اپ (Mark up) کا جو طریقہ جاری ہے اسے بہت سے علماء جائز نہیں قرار دیتے۔ پاکستانی نظام نقدی و مالی کو دوسرا بڑا مسئلہ یہ درپیش ہے کہ حکومت عوام سے بھاری قرضے خالص سودی بنیادوں پر لیتی چلی آ رہی ہے۔ چونکہ حکومتی قرضوں پر بھاری شرح سود کا وعدہ کیا جا رہا ہے اس لیے عوام کی بچتوں کا بڑا حصہ بنکوں اور نجی دائرے کے دوسرے مالی اداروں کی بجائے حکومت کو چلا جاتا ہے۔ اس کے باوجود بھی حکومت کی ضرورت نہیں پوری ہوتی اور وہ مرکزی بنک سے قرض لیتا ہے جس کے لیے نئے کرنسی نوٹ چھاپنے پڑتے ہیں اور روپے کی قیمت خرید میں کمی آتی ہے۔

ایران میں تمام بینک حکومت کی ملکیت میں ہیں۔ حکومت بجٹ کا خسارہ دور کرنے کے لیے مرکزی بنک سے قرض لیتی ہے جو نوٹ چھاپ کر یہ ضرورت پوری کرتا ہے۔ ایک فقہی رائے کی بنیاد پر اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ تجارتی ہنڈیوں کے عوض کمیشن کاٹ کر نقد دیا جا سکتا ہے۔ تجارتی بنکوں کے لیے نفع کمانے کا ذریعہ ہونے کے ساتھ یہ طریقہ، ان بنکوں کے توسط سے، حکومت کے لیے عوام سے قرض لینے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ مزید براں تجارتی نقد کی ضرورت پڑنے پر ایک دوسرے سے متعین شرح ''نفع'' پر قرض حاصل کر سکتے ہیں۔ نفع کی یہ شرح حکومت مقرر کرتی ہے۔

سوڈان میں گورنمنٹ مشارکہ سرٹیفیکٹ (GMC) فروخت کر کے اور سوڈان کا مرکزی بنک سنٹرل مشارکہ سرٹیفکٹ (CMC) فروخت کر کے عوام سے سرمایہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس سرمایہ کا ایک استعمال یہ بھی ہے کہ حکومت عام تجارتی بنکوں میں حصہ دار بن کر ان کے نفع میں شریک ہو اور اس طرح حاصل ہونے والے نفع کا ایک حصہ سرٹیفیکٹ کے مالکوں کے درمیان تقسیم کرے۔

پاکستان، ایران اور سوڈان میں پوری طرح اور ملیشیا اور انڈونیشیا میں جزئی طور پر حکومت کے غیر سودی نظام بنک کاری چلانے میں شریک ہونے کا فضا پر بڑا اثر پڑا ہے۔ اب اسلامی بنک کاری کچھ مذہبی لوگوں کی ''ضرورت'' پوری کرنے کا ایک ذریعہ نہیں رہی جسے مروجہ نظام بنک کاری کے حاشیہ پر ایک ناقابل التفات وجود کے طور پر برداشت کیا جارہا ہو بلکہ غیر سودی اسلامی بنک کاری مروجہ سودی نظام بنک کاری کا ایک ایسا متبادل بن کر سامنے آرہی ہے جس سے دنیا کے ممالک اور دنیا کی آبادی کا ایک قابل لحاظ حصہ وابستہ ہے۔

غیر سودی مالی اداروں کا رواج

بنک کاری جیسے ٹھیٹھ دنیادارانہ میدان میں غیر سودی اسلامی بنک کاری کا ایک مختصر سے عرصے میں عام رواج بلاوجہ نہیں ہوسکتا۔ تاریخ انسانی میں پہلا موقع ہے کہ کمیونزم کی طرح نظام بنک کاری اور بازار مال کو کلیتاً رد کردینے کی جگہ اس کا ایسا متبادل پیش کیا گیا ہے جو آزادیِ کاروبار کے ساتھ ذاتی نفع کو بنیادی محرک تسلیم کرتا ہے مگر ساتھ ہی اجتماعی مصالح کے تحفظ اور قیام عدل کی خاطر سود اور جوے کو ممنوع قرار دیتے ہوئے ان کے بغیر مالی بازار اور نظام بنک کاری کی تعمیر نو کا حوصلہ رکھتا ہے۔ بچت کاروں اور کاروبار کرنے والوں کو اصل دلچسپی نفع کمانے سے ہے نہ کہ نفع حاصل کرنے کے کسی مخصوص طریقہ سے۔ انسانی تاریخ میں کاروباری منافع کرایہ اور لگان...... کے پہلو بہ پہلو ''سود'' کا ظہور جمع سرمایہ پر وقت گزرنے کے ساتھ نفع حاصل کرتے رہنے کے ایک طریقہ کے طور پر ہوا تھا۔ اب اگر قدیم اور جدید عملی تجربات کی روشنی میں اس طریقہ کا ظلم پر مبنی سماجی عدل کے خلاف اور امن عالم کے لیے خطرہ ہونا ثابت ہو چکا ہو تو اس سے پرہیز کرتے ہوئے سرمایہ کو نفع آور بنانے کے متبادل طریقوں کو ضرور آزمایا جانا چاہیے۔

پہلے زمانوں کے مقابلے میں اب اس بات کو بہت اہمیت دی جارہی ہے کہ سرمایہ لگا کر نفع

کمانے کا طریقہ ایسا نہیں ہونا چاہیے جس سے کرہ زمین اور اس کو محیط فضاؤں کو نقصان پہنچے، تلوث بڑھے یا امن عالم خطرہ میں پڑے، یا انسانوں کے کسی گروہ میں احساس محرومی اور ستم زدگی بڑھتی چلی جائے۔ وجہ یہ ہے کہ ایسے طریقوں سے کمایا ہوا ''نفع'' سماج کے لیے وبال بن جاتا ہے اور سماج کی تباہی کے ساتھ نفع حاصل کرنے والے افراد بھی بربادی کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ موجودہ بنک کاری اور بازار مال کے موجودہ طور طریقوں کے زیر اثر یہ خرابیاں کم نہیں ہو رہی ہیں بلکہ بڑھ رہی ہیں۔ سود اور جوے سے پاک اخلاقی قدروں سے رہنمائی حاصل کرنے والی اسلامی بنک کاری کے حالیہ رواج کو اس سیاق میں بھی دیکھنا چاہیے۔

ترجیح کے اسباب

ہم یہ واضح کرنا چاہیں گے کہ نظام نقد و مال (Monetary and Financial System) میں جہاں جہاں سود کا استعمال ہے وہاں شرکت اور مضاربت کا استعمال ظلم کے ازالہ اور عدل کے قیام، معاشی وسائل کے بہتر استعمال، معاشی استقرار اور نمو و ترقی کے لیے زیادہ سازگار ثابت ہوگا۔ جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے نئے مقدمہ میں واضح کیا ہے، عملاً غیر سودی بنک کاری کو مرابحہ، سلم، استصناع اور اجارہ وغیرہ ایسے طریقوں کا بھی استعمال کرنا پڑ رہا ہے، جن کے نتیجہ میں دین داری (Debt obligation) وجود میں آتی ہے، جس کے باعث مذکورہ بالا امتیازی خوبیوں میں کمی آئے گی۔ لیکن موجودہ صورت حال عارضی ہوسکتی ہے اور اگر سود اور جوے سے معیشت کو پاک کرنے پر عام اتفاق رائے ہو جائے تو انسانیت زیادہ آسانی کے ساتھ شرکت اور مضاربت پر مبنی نظام کی طرف بڑھ سکتی ہے لہٰذا ذیل میں ہم اس نظام کی بہتری اور برتری کے مذکورہ بالا پہلوؤں پر کچھ روشنی ڈالیں گے۔

ظلم کا ازالہ اور عدل کا قیام

مروجہ نظام نقد سرمایہ کے مالکوں اور اسی سرمایہ کو پیدا آور کاروبار میں لگا کر نفع آور بنانے والوں کے درمیان امتیازی سلوک کرتا ہے۔ نقد سرمایہ کے مالکوں کو جو اسے بنکوں کے طویل المیعاد کھاتوں میں جمع کریں یہ نظام اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ ان کو ان کا دیا ہوا سرمایہ اضافہ کے ساتھ واپس ملے گا اور یہ اضافہ وقت کے ساتھ بڑھتا جائے گا۔ ملک کا پورا نظام قانون ساز ادارے، عدالتیں، پولیس...... اس ضمانت کو عملاً نافذ کرنے پر مستعد رہتی ہیں۔ مگر جو لوگ سرمایہ قرض لے کر اسے پیدا آور

کاروبار میں لگاتے ہیں انھیں کوئی اس بات کی ضمانت نہیں دیتا کہ انھیں نفع ہوگا۔ سچ یہ ہے کہ انھیں اس بات کی ضمانت دی ہی نہیں جاسکتی۔ کاروبار میں نفع بھی ہوسکتا ہے اور نقصان بھی ہوسکتا ہے۔ انسانی زندگی کا حال ہی کچھ ایسا ہے۔ انسانوں کے بدلتے ہوئے ذوق، نت نئی ایجادیں وغیرہ بدلتے رہنے والے امور کی وجہ سے مستقبل کی رسد، طلب اور قیمتوں کا ٹھیک اندازہ کوئی نہیں کرسکتا۔ کل کا واقعہ آج کی اس توقع سے بالکل مختلف ہوسکتا ہے جو حال میں کاروباری فیصلوں کی بنیاد بنتی ہے۔ پیداواری عمل اور نفع آوری کی کوششوں کو عدم تیقّن اور خطرے سے مفر نہیں۔ جب بھی نقد سرمایہ پیدا آور کاروبار میں لگایا جائے گا اس بات کا اندیشہ پایا جائے گا کہ کاربار کے نتائج پیداوار کو فروخت کے ذریعہ دوبارہ نقد سرمایہ کی شکل میں آنے تک حالات بدل جائیں، گھاٹا ہو یا توقع سے کم نفع ہو۔ اس حقیقت کے پیش نظر سرمایہ میں وقت گزرنے کے ساتھ ہوتے رہنے والے اضافہ کی کوئی وجہ جواز نہیں۔

البتہ انسانی تاریخ میں اصحاب سرمایہ کا پلہ محنت کاروں اور کاروبار کرنے والوں پر ہمیشہ بھاری رہا ہے۔ حکومتیں ان سے قرض لے کر لڑائیاں لڑتی رہی ہیں، کاروباری لوگ اس سے سرمایہ لے کر کاروبار پھیلاتے رہے ہیں اور اکثر اوقات غریب لوگ اپنی بنیادی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لیے ان سے قرض لینے پر مجبور رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مجبوراً ضرورت مند، لیے ہوئے قرضوں کی بھگتان میں اپنے رہائشی مکان، کھیت کھلیان اور بعض ادوارِ تاریخ میں اپنی آزادی تک سے محروم ہوکر غلامی کے شکنجہ میں جکڑتا رہا ہے۔ چنانچہ جملہ عالمی مذاہب کی مخالفت اور دانشوروں کی سرزنش کے باوجود سودی قرضوں کا رواج باقی رہا۔ پھر بھی علم و دانش اور اخلاق و مذہب کے دائرے میں سود ہمیشہ مبغوض رہا اور آج بھی ہے۔

انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ جب سرمایہ کاروباری عمل میں لگایا جائے تو اس پر اضافہ کے ساتھ صرف اسی صورت میں واپس لیا جائے جب کاروبار میں نفع ہو۔ مجرد وقت گزرنے کے ساتھ سرمایہ میں اضافہ ظلم ہے، کیونکہ ماحول اس اضافہ کی ضمانت نہیں دیتا۔

بعض دانشوروں نے بجا طور پر اس حقیقت پر زور دیا ہے کہ آج کل بنکوں سے قرض لے کر کاروبار کرنے والے بعض بڑے کاروباری ادارے بھی ہوتے ہیں، جنھیں بعض اوقات بے تحاشہ نفع ہوتا ہے جب کہ جو شرح سود ان کے لیے واجب الادا ہوتی ہے وہ بہت کم ہوتی ہے۔ دوسری طرف بنک کے کھاتہ داروں میں، جن کے سرمایہ کو بنک کاروباری اداروں کو سودی قرض کے طور پر فراہم کرتے ہیں،

زیادہ تر چھوٹی آمدنی کے لوگ ہوتے ہیں، جو اپنی بچتوں کو بنکوں کے ذریعہ نفع آور بنانا چاہتے ہیں۔ موجودہ نظام میں بھاری نفع کمانے والوں سے چھوٹے بچت کاروں کو جتنی دولت نفع کے طور پر منتقل ہونا چاہیے وہ نہیں ہو پاتی۔

نفع میں شرکت کی بنیاد پر عوام کی بچتوں کو سرمایہ کے طلب گاروں تک پہنچانے کا طریقہ مذکورہ بالا دونوں نقائص سے پاک ہے۔ یہ طریقہ بھاری نفع ہونے کی صورت میں کھاتہ داروں کو زیادہ نفع دلواتا ہے۔ نفع بالکل نہ ہوتو کاروبار کرنے والوں یا کھاتہ داروں پر کوئی بے جا بار نہیں ڈالتا اور کاروبار میں عملاً گھاٹا ہوتو کاروباری پر یہ ظلم نہیں کرتا کہ اس سے گھاٹا پورا کرنے کا مطالبہ کرے۔ جہاں تک کھاتہ داروں کا تعلق ہے بنکوں کے لیے یہ ممکن ہوتا ہے کہ وہ چند کاروباریوں کو نقصان ہونے کے باوجود اپنی مجموعی سرمایہ کاری، جس میں بڑی تعداد میں کاروباریوں کو سرمایہ کی فراہمی شامل ہوتی ہے، اس کی بنیاد پر تھوڑا بہت نفع کھاتہ داروں کو تقسیم کرتے رہیں۔

بہتر کارکردگی Efficiency

جس حد تک پیدا آور کاروبار قرض سرمایہ حاصل کرکے چلایا جاتا ہے اس حد تک ملک کے وسائل پیداوار کے استعمال کے ممکن راستوں میں سے کسی ایک کا انتخاب اس استعمال کی پیدا آوری کی بجائے اس معیار پر کیا جاتا ہے کہ قرض چاہنے والے میں اس بات کی کتنی صلاحیت ہے کہ وہ اپنی موجودہ املاک کے بل پر قرض واپس کرنے اور اس کا سود ادا کرنے پر قادر ہو۔ پیدا آوری (Productivity) کی جگہ قابلیت ادائیگی (Creditworthiness) کو معاشی وسائل کے استعمال کا معیار بنانے کا نتیجہ سماج کے لیے برا ہوگا، کیونکہ بہتری اس میں ہے کہ خداداد وسائل: زمین، محنت، سرمایہ اور تنظیمی صلاحیت جیسے عناصر پیداوار ان کاموں میں لگائے جائیں، جن سے پیدائش دولت میں بیش از بیش اضافہ متوقع ہو۔ ظاہر ہے کہ قرض چاہنے والے کا کروڑ پتی ہونا اس بات کی ضمانت نہیں کہ وہ لیے ہوئے قرض کو جس کاروباری اسکیم میں لگانا چاہتا ہے اس سے اچھی پیدا آوری متوقع ہو۔ ہوسکتا ہے کہ فنی تحقیق کے بعد یہ رائے قائم کی جائے کہ اس اسکیم میں گھاٹا ہوسکتا ہے۔ دوسری طرف خالی ہاتھ ہونے کے باوجود ایک کاروباری ایسا منصوبہ بنک کے سامنے رکھ سکتا ہے جس کی کامیابی اور نفع آوری کی توقع پر سب متفق

ہوں۔ مگر موجودہ قانون کے مطابق کاروبار میں لگانے کے لیے دیئے جانے والے قرض سرمایہ کی واپسی اوراس پر سود کی دائیگی اس کاروبار کی بالفعل پیدا آوری اور نفع آوری پر نہیں منحصر ہے۔ کاروبار میں نفع ہو یا نقصان، یا نفع ہومگر مروجہ شرح سود سے کم، ہر حال میں قرض لینے والے کومقررہ وقت پر اصل مع سود ادا کرنا ہے وہ نادہندگی دکھلائے تو بینک عدالت کے ذریعہ سرمایہ مع سود وصول کراسکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ قرض دینے والا بنک قرض چاہنے والے کی قابلیت ادائیگی کو دیکھتا ہے۔ قرض انھیں ملتے ہیں جو اسے واپسی کرنیکی صلاحیت رکھتے ہوں نہ کہ انھیں جواس وقت تو مالدار نہ ہوں مگر توقع کی جاتی ہو کہ وہ سرمایہ کے استعمال سے دولت میں اضافہ کرکے اور نفع کما کے دکھائیں گے۔

نفع میں شرکت پر مبنی غیر سودی نظام بنک کاری اس خرابی سے پاک ہوگا اس نظام میں سرمایہ قرض دینے والوں کو نفع اسی صورت میں مل سکے گا جب اس کے استعمال سے عملاً نفع ہوا ہو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ بنک قرض دیتے وقت اس بات کی تحقیق کریں گے کہ جس کاروباری منصوبہ کی تکمیل کے لیے سرمایہ لیا جارہا ہے اس سے نفع کی توقع کتنی ہے ایسا کرنے پر وہ مجبور ہوں گے کیوں کہ اگر اس کاروبار میں گھاٹا ہوا جس میں انھوں نے سرمایہ لگایا ہے تو قرض لینے والے کی ذاتی دولت بنک کے کسی کام نہیں آسکے گی۔ شراکتی نظام میں سرمایہ اور وسائل پیداوار کا بہاؤ اس سمت میں ہوگا جس کی طرف پیدا آوری کی توقعات زیادہ ہوں اور یہی انسانوں کے لیے بہتر طریقہ ہے۔

استقرار Stability

انسانی زندگی میں کچھ نہ کچھ تغیرات تو ہمیشہ آتے ہی رہتے ہیں۔ معاشی امور —— اشیاء کی اضافی قیمتیں، روزگار اور پیداوار کی سطح، زر کی بیرونی قوت خرید وغیرہ ایک جگہ ٹھہرے نہیں رہتے۔ تھوڑے بہت اتار چڑھاؤ کا مقابلہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ مصیبت جب آتی ہے جب غیر معمولی اتار چڑھاؤ ہو اور تلاطم کی سی کیفیت پیدا ہو جائے۔ مسلسل افراط زر یا طویل المیعاد کساد بازاری بھی تباہ کن ہوتی ہے۔ یہ تبدیلیاں لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کو فقر وفاقہ میں مبتلا کرسکتی ہیں اور سماجی امن بلکہ امن عالم کو درہم برہم کرسکتی ہیں۔ ان کی وجہ سے معاشی قوتوں اور وسائل پیدوار کا بڑا ضیاع عمل میں آتا ہے۔ حالات کے تجزیہ سے ثابت ہوا ہے کہ نظام نقد اور بازار مال میں سود کو کلیدی مقام حاصل ہونا عدم استقرار پیدا کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے۔

جب کاروبار سودی قرض لے کر کیا جاتا ہے تو کاروبار کرنے والے کی ذمہ داریاں واجب الادا رقم کی مقدار اور ادائیگی کے دن تاریخ کے ساتھ متعین ہوتی ہیں: فلاں تاریخ تک اتنی رقم (اصل مع سود) ادا کردینی ہے۔ مگر کاروبار کرنے والے کو ملنے والی رقوم کی نہ مقداریں مقرر ہوتی ہیں نہ تاریخیں! دونوں کا انحصار بازار کے بدلتے ہوئے حالات پر ہوتا ہے۔ کاروباری فرد: تاجر، صنعت کار، مزارع...... کے لیے اگر ادائیگی کا وقت آجائے مگر مال نہ بکا ہو یا تیار نہ ہوا ہو یا قیمت وصول نہ ہو سکی ہو...... تو وہ کیا کرے۔ یا تو وہ ادائیگی کی ذمہ داری نہ پوری کر سکے گا یا نیا قرض لے کر پرانا قرض چکائے گا۔ پہلی صورت میں ان بینکوں کو مشکلات کا سامنا ہوگا جن کو ادائیگی ہونی تھی کیوں کہ وہ اپنی ذمہ داریاں نہ پوری کر سکیں گے (مثلاً بنک کے کھاتہ داروں کا وقت پر حساب نہ چکا سکیں گے) اس کا برا اثر پورے نظام پر پڑے گا۔ دوسری صورت میں نیا قرض اس سے زیادہ شرح سود پر ملے گا جس پر پہلا قرض ملا تھا (کیونکہ کہ پہلے قرض کی بروقت ادائیگی سے قاصر رہنے کے سبب قرض چاہنے والے کی ساکھ مجروح ہو چکی ہوگی)۔ اس طرح لاگت میں مزید اضافہ ہوگا جس کے نتیجہ میں نفع کم ہوگا۔ اور کاروباری منصوبہ، جن توقعات پر مبنی تھا وہ پوری نہ ہو سکیں گی۔ واضح رہے کہ کاروباری کے واجبات ادائیگی اور حق وصولیابی کے درمیان یہ مغایرت اس لیے پیدا ہوئی کہ سرمایہ سود پر قرض لے کر لگایا گیا ہے اگر سرمایہ نفع میں شرکت کی بنیاد پر حاصل کیا گیا ہوتا تو یہ مغایرت نہ پیدا ہوتی۔

واجبات ادائیگی اور حقوق وصولیابی کے درمیان مغایرت اس صورت میں زیادہ تباہ کن ثابت ہوتی ہے جب کاروبار کے نتیجہ میں ہونے والی مجموعی آمدنی اس سے کم ہو جتنی لیے ہوئے سرمایہ کی واپسی کے لیے درکار ہے (یعنی کاروبار میں گھاٹا ہو) اس کے نتیجہ میں ایک طرف تو کاروباری فرد یا ادارہ اپنی سابق دولت کے ایک حصہ سے محروم ہوگا اور آئندہ کاروباری جدوجہد سے قاصر بھی رہ سکتا ہے اور دوسری طرف نظام بنک کاری ایک طرف سے ادائیگی میں کمی کی تلافی کے لیے دوسری جگہوں سے سرمایہ واپس لینے کی کوشش کرے گا جس کے نتائج دوررس ہو سکتے ہیں۔ بالآخر کاروباری سرمایہ کی رسد میں کمی پیداوار اور روزگار میں کمی پر منتج ہو سکتی ہے۔

شرکت اور مضاربت پر مبنی سرمایہ کاری اس نقص سے پاک ہے جس حد تک کہ معیشت میں سرمایہ کاری بنکوں سے نفع میں شرکت کے اصول پر لیے ہوئے سرمایہ کے ذریعہ ہوگی اس حد تک

ادائیگیوں اور وصولیابی میں مکمل ہم آہنگی پائی جائے گی۔ ادائیگی اور وصولیابی میں مغایرت نہ باقی رہے گی تو عدم استقرار کا سب سے بڑا سبب ختم ہو جائے گا۔

شرکت اور مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ لے کر کاروبار کرنے والوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ جب پیداوار کی فروخت کے نتیجہ میں سرمایہ دوبارہ نقد کی صورت میں آجائے تو نفع میں طے شدہ حصہ کے ساتھ سرمایہ واپس کردے۔ نفع بالکل نہ ہوا ہو تو اصل سرمایہ واپس کردے اور نقصان ہوا ہو تو اتنا سرمایہ واپس کردے جتنا باقی بچا ہو۔ اگر سرمایہ بنکوں سے لیا گیا تھا اور کاروباری منصوبہ کی تکمیل کا کوئی وقت طے تھا مگر وقت مقررہ پر منصوبہ مکمل نہ ہو سکا تو بنکوں کو یہ طے کرنا ہوگا کہ وہ وقت پر حساب چکانے پر اصرار کریں، یا نفع کی توقع میں، اس وقت تک انتظار کریں جب حالاتِ بازار سازگار ہوں۔ وہ اصرار کریں تو معاہدہ کے مطابق کاروباری فریق سرمایہ کو نقد کی صورت میں لانے کے لیے ضروری اقدامات کرے گا لیکن وہ مزید قرض لے کر حساب چکانے پر نہیں مجبور ہوگا۔ جہاں تک کھاتہ داروں کی نسبت سے بنکوں کی ذمہ داری کا تعلق ہے وہ بھی مقدار اور تاریخ کی اس طرح پابند نہیں جیسے کہ سودی نظام میں ہے۔ کھاتہ دار سے کسی خاص تاریخ پر حساب کرنے کا وعدہ ہو تو بنک یہ وعدہ پورا کر سکتا ہے کیوں کہ کھاتہ دار کو کتنی رقم ملے گی یہ حساب طے کرے گا، پہلے سے اس بارے میں معاہدہ نہیں کیا جا سکے گا۔ غرض یہ کہ جو عنصر نظام میں سختی پیدا کرتا تھا وہ نکل جائے گا اور نظام میں وہ لچک پیدا ہو جائے گی جو استقرار کے لیے سازگار ہے۔

بیشتر نمو اور ترقی

بڑھتی ہوئی انسانی آبادی اور انسانوں کے روز افزوں حوصلوں کا تقاضا یہی ہے کہ استقرار وعدل کے ساتھ ترقی بھی ہوتی رہے اور مجموعی پیداوار دولت میں سال بہ سال اضافہ ہوتا رہے۔ جو معیشت بازار (Market economy) سود کی جگہ نفع میں شرکت کو دے گی وہ زیادہ اچھی رفتار سے ترقی کرے گی۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ ہم نے اوپر واضح کیا، شراکتی نظام میں وسائل پیداوار کا بہتر استعمال عمل میں آئے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب عدل قائم ہو تو محنت کار اور کاروباری دونوں کے محرکاتِ عمل کو تقویت حاصل ہوگی۔ خاص طور پر محنت کش طبقہ احساس محرومی اور مظلومی سے نجات پاکر صنعت کاروں سے ایجابی تعاون کا رویہ اختیار کر سکے گا جس کا اثر فی کس پیدا آوری پر پڑے گا۔ شراکتی

نظام نقد و مال میں زیادہ پیداوار دولت کی تیسری وجہ یہ ہوگی کہ وہ غیر معمولی تلاطم اور افراط زر اور کساد بازاری کی دو انتہاؤں کے درمیان جھولتے رہنے کی بجائے استقرار (Stability) حاصل کر سکے گا۔ استقرار بچت، سرمایہ کاری، اور تنظیمی کوشش سب کے لیے زیادہ سازگار ماحول فراہم کرتا ہے۔

مذکورہ بالا گزارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ ظلم کے ازالہ اور عدل کے قیام وسائل پیداوار کے بہتر سے بہتر استعمال، استقرار اور نمو (Equity, Efficiency, Stability, Growth) چاروں معیاروں پر غیر سودی شراکتی نظام نقد و مال والی معیشت بازار مروجہ سودی معیشت بازار پر ترجیح کے قابل ہے۔

رہا یہ سوال کے جب شرکت اور مضاربت کے پہلو بہ پہلو اسلامی بنک مرابحہ، سلم، استصناع اور اجارہ کے طریقوں سے بھی فراہمی مال انجام دے رہے ہوں تو مذکورہ بالا ترجیحی اسباب پر کتنا اثر پڑے گا تو اس بارے میں دو باتیں کہی جاسکتی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ ان طریقوں سے مال فراہم کرنے کے نتیجہ میں جو قرض نامہ وجود میں آتے ہیں ان کی مجموعی مقدار اور شرکت و مضاربت پر مبنی مالی اوراق (Sharing based financial papers) کی مجموعی مقدار سے ان کا تناسب اس پر منحصر ہوگا کہ بنکوں کے مجموعی فراہمی مال میں ان کا تناسب کیا ہے۔ ہماری رائے میں یہ تناسب جتنا کم ہو اتنا اچھا ہوگا اور اسی نسبت سے مذکورہ بالا ترجیحی اسباب کم مجروح ہوں گے دوسری بات یہ ہے کہ قرض نامے پیدا کرنے والے طریقوں کا تناسب جو بھی ہو صورت حال بہرحال اس سے مختلف اور بہتر ہوگی جو سود پر مبنی نظام میں ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہر قرض نامہ کسی حقیقی چیز ـــــ سامان یا خدمت ـــــ کی فراہمی سے مربوط ہوگا، غیر سودی معیشت میں اشیاء سے غیر مربوط نقد قرض دینے کے نتیجہ میں بہت کم قرض نامے وجود میں آئیں گے جیسا کہ اس کتاب کے چوتھے باب میں واضح کیا گیا ہے۔ سودی معیشت میں قرض کا پھیلاؤ غیر محدود ہے جب کہ غیر سودی معیشت میں مرابحہ، سلم، استصناع اور اجارہ کے نتیجہ میں وجود میں آنے والے قرض کی مقدار حقیقی معیشت کے حدود سے باہر نہیں جاسکتی۔

ان دونوں باتوں کے پیش نظر بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی بنک کاری میں شرکت اور مضاربت کے پہلو بہ پہلو قرض پر منتج ہونے والے طریقوں کے اضافہ کے باوجود اسے مروجہ سودی نظام زر و بنک کاری پر ترجیح دینے کے اسباب قائم رہتے ہیں۔

ضمیمہ (۱)

غیر سودی بنک کاری کے موضوع پر کتب و مقالات

اردو

(۱) سید ابوالاعلیٰ مودودی سود اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۶۱ء

صفحات ۱۹۳-۲۱۲، اور[1] ۲۷۴-۲۷۶

غیر سودی بینکنگ کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ بینک عوام کے لیے تین قسم کے کھاتے کھولیں گے۔ امانت کھاتہ، جس کی رقمیں عندالطلب قابل واپسی ہوں گی اور بینک انھیں اپنے کاروبار میں نہیں استعمال کرے گا۔ قرض کھاتہ جس کی رقمیں مقررہ مدت کے بعد واپس کی جائیں گی۔ بنک ان رقموں کو نفع آور کاروبار میں لگائے گا۔ نفع کا حق دار بینک ہوگا۔ نقصان ہوا تو اسے بینک برداشت کرے گا۔ رقم جمع کرنے والوں کو بہر صورت ان کی رقم بغیر کسی کمی یا اضافہ کے واپس کی جائے گی (صفحہ ۲۰۵؛ ۲۱۰) تیسری رقم اس سرمایہ کی ہے جسے عوام نفع آور کاروبار میں لگانے کے لیے بینک کے حوالہ کریں۔ یہ سرمایہ شرکت کے اصول پر حاصل کیا جائے گا۔ (صفحہ ۲۱۰) گویا اس قسم کے کھاتہ دار بنک کے کاروبار میں حصہ دار ہوں گے اور اس کے نفع ونقصان دونوں میں شریک ہوں گے۔

بینک اپنے سرمایہ کو مضاربت کے اصول پر صنعتی، زرعی اور تجارتی کاروبار میں لگائے

---

[1] ان صفحات کا مضمون پہلی بار ماہنامہ ترجمان القرآن۔ لاہور جلد ۳۴ صفحات ۱۷۷-۱۹۰۔ (جولائی، اگست، ستمبر ۱۹۵ صفحات ۱۱۳-۱۲۶) پر شائع ہوا تھا۔

گا (صفحہ ۲۱۰-۲۱۱) مضاربت کا مفہوم تفصیل سے نہیں واضح کیا گیا ہے۔ صفحہ ۲۰۶ پر مضاربت کی تشریح میں ''نفع اور نقصان میں متناسب شرکت'' کے الفاظ غلط فہمی پیدا کرتے ہیں۔ حالانکہ صفحہ ۱۹۵ پر مضاربت کے معنیٰ (Profit Sharing) بتائے گئے ہیں۔

غیر سودی نظام میں ذاتی ضرورت کے لیے غیر سودی قرضوں کی فراہمی کی متعدد صورتیں تجویز کی گئی ہیں (صفحات ۱۹۵-۱۹۹) اور کاروباری افراد نیز حکومت کو غیر سودی قرض کی فراہمی پر غور کیا گیا ہے۔ (صفحہ ۱۹۹-۲۰۲)

اس مجمل خاکہ میں بنکوں کے ذریعہ تخلیق زر یا کریڈٹ کے مسئلہ سے نہیں تعرض کیا گیا ہے۔ مرکزی بنک کے سلسلہ میں صرف یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ اس کے وظائف بیت المال یا ریاست کے بنک کو انجام دینے ہوں گے۔ (صفحہ ۲۱۲)

(۲) سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ **رسائل ومسائل** حصہ اوّل

صفحات ۲۹۹-۳۰۵

مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند۔ دہلی-۶ ۱۹۶۰ء

ایک سوال کے جواب میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ اسلامی بینکنگ کی اسکیم میں زکوٰۃ و صدقات کی تحصیل و تقسیم کا کام شامل کرنا متعدد وجوہ سے مناسب نہ ہوگا (صفحہ ۳۰۴-۳۰۵)۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ **رسائل ومسائل** حصہ چہارم

صفحات ۱۵۱-۱۷۳

مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند۔ دہلی-۶ ۱۹۶۷ء

یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ ''تخلیق زر کی پشت پر اگر سود اور فریب نہ ہو تو اس میں حرمت کا کوئی پہلو نہیں ہے''۔ (صفحہ ۱۶۹)

(۳) نعیم صدیقی **اسلامی اصول پر بینکنگ**

صفحات ۱۰

ماہنامہ چراغ راہ کراچی، جلد ۱۔ شمارہ ۱۱، ۱۲ (نومبر۔ دسمبر ۱۹۴۸ء) صفحات ۶۰-۶۴، اور ۲۴-۲۸

غیر سودی بنکنگ کے اس ابتدائی خاکہ میں کاروبار کی بنیاد اس اصول پر ہوگی کہ ''صاحب امانت کا

معاملہ بنک سے قریب قریب اصول مضاربت کے مطابق ہوگا اور بنک آگے اس رقم کو اصول مضاربت پر کسی دوسرے کے حوالہ کرے گا یا کسی اپنے کاروبار میں لگا کر اس سے فائدہ اٹھائے گا۔" (نومبر صفحہ ۶۳) یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ جو امانتیں زیادہ طویل مدت کے لیے رکھی جائیں ان پر بنک اصحاب سرمایہ کو نفع میں سے زیادہ حصہ کی پیش کش کرے تاکہ طویل عرصہ کے لیے امانتیں رکھوانے کا رجحان بڑھے۔

خسارہ کے سلسلہ میں یہ بیان کہ "اصول مضاربت چونکہ سرمایہ دار کو کارندے کے نفع کی طرح نقصان میں شریک کر دیتا ہے۔۔۔۔۔" مضاربت میں نقصان کی ذمہ داری کے بارے میں غلط فہمی پیدا کرتا ہے صحیح اصول یہ ہے کہ سرمایہ دار اپنے سرمایہ پر آنے والے نقصان کو خود ہی برداشت کرتا ہے، اس نقصان میں کارندہ اس کا شریک نہیں ہوگا، اگر کارندے نے بھی سرمایہ لگایا ہو تو نقصان کی صورت میں کارندہ اپنے سرمایہ کا نقصان خود ہی برداشت کرے گا۔ سرمایہ دار اس نقصان میں شریک نہیں ہوگا۔

تجارتی ہنڈیاں بھنانے کے سلسلہ میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ بنکوں کو کمیشن وضع کر کے ہنڈی کے عوض نقد ادا کرنے کا اختیار ہوگا کیوں کہ یہ طریقہ سود سے پاک ہے۔ یہ رائے محل نظر ہے۔

(۴) معاشی ناہمواریوں کا اسلامی حل — نعیم صدیقی — صفحات ۲۵۴-۲۶۵

مکتبہ چراغ راہ۔ کراچی۔ مئی ۱۹۵۱ء

اس کتاب کے صفحہ ۱۴۷ پر یہ فقرہ کہ "اسلامی مضاربت کے معنی حصہ داری نفع ونقصان کے ہیں" یہ ظاہر کرتا ہے کہ مضاربت کا شرعی اصول ٹھیک طرح سے سامنے نہیں ہے۔ اس کا اثر مجوزہ نقشہ پر بھی پڑا ہے۔ جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔

(۵) بلاسود بنکاری — شیخ احمد ارشاد — صفحات ۱۵۲

مکتبہ تحریک مساوات۔ ڈرگ روڈ۔ کراچی۔ ۱۹۶۴ء

اس کتاب کے چھٹے اور ساتویں باب (صفحات ۶۷-۱۰۰) میں عام بنک کاری اور آٹھویں باب (صفحات ۱۰۳-۱۱۲) میں مرکزی بنک کا ایک نقشہ تجویز کیا گیا ہے۔ نویں باب (صفحات ۱۱۲-۱۱۶) میں بین الاقوامی بنک کاری کے مسائل سے بھی تعرض کیا گیا ہے۔ مصنف امور بنک کاری کے ماہر اور یونیورسٹی آف ورجینیا (امریکہ) کے سند یافتہ ہیں۔

مضاربت کا شرعی اصول ٹھیک طور پر واضح نہ ہونے کی وجہ سے مجوزہ نظام بنک کاری میں

ایک بنیادی نقص پیدا ہو گیا ہے۔ صفحہ ۵۷ پر اصول مضاربت کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ ''سرمایہ اور محنت کسی بھی کاروبار میں حصہ دار متصور ہوں اور نفع اور نقصان دونوں میں برابر کے شریک ہوں۔''

بنک کا قیام شرکت کی بنیاد پر فراہم کردہ سرمایۂ حصص کے ذریعہ ہوگا۔ عوام عند الطلب قابل واپسی کھاتہ میں اپنی امانتیں جمع کریں گے۔ بنک ان کی امانتوں کی حفاظت کرے گا اور اس کے علاوہ اپنی ذمہ داری پر ان کی رقوم کو اجازت حاصل کر کے معاشرے کی فلاح و بہبود کے منصوبوں میں بھی استعمال کرے گا'' (صفحہ ۶۹)۔ دوسری قسم طویل المیعاد امانتوں کی ہوگی۔ ان کے جمع کرنے والوں کو ''ہر مالی سال کے آخر میں بنک ان کے رقوم کی مالیت اور مدت کے حساب سے اپنے منافع میں سے حصہ ادا کرے گا۔'' (صفحہ ۶۹)

''اسلامی بنک کسی مخصوص صنعت میں اس طرح سے سرمایہ لگائے گا کہ متعلقہ منصوبہ کے نفع و نقصان دونوں صورتوں میں صنعت اور بنک برابر کے شریک سمجھے جائیں گے۔'' (صفحہ ۷۱)

جہاں تک نقصان کا سوال ہے ''اسلامی بنکوں کے لیے یہ بہتر ہوگا کہ وہ آغاز کار سے ہی مد محفوظ رکھنا شروع کر دیں اور اسے اس حد تک رکھیں کہ وہ تمام نقصانات کا بوجھ سہار سکے جیسا کہ آج کل بھی بنکوں میں ہوتا ہے۔'' (صفحہ ۸۱) عام امانت دہندگان اور سرمایہ جمع کرنے والوں کو اس بات کی ضمانت دینی ہوگی کہ ''ان کی امانتوں اور سرمائے سے نقصان وضع نہیں کیا جائے گا۔'' (صفحہ ۸۱)۔ نقصان یا تو اوپر بیان کیے گئے نفع و نقصان کی مد محفوظ سے پورا کیا جائے گا اور یا بنک کے ان حصہ داروں سے وصول کیا جائے گا جو اس روپے کے لین دین کے منتظم رہے ہوں گے'' (صفحہ ۸۱) آگے صفحات ۸۲، ۹۲ اور ۹۸ پر بھی نقصان کی ذمہ داری کے بارے میں غیر شرعی نقطۂ نظر کی بنیاد پر بعض ایسی رائیں ظاہر کی گئی ہیں جو قابل قبول نہیں قرار دی جاسکتیں۔ ساتویں باب میں صارفین اور کاروباری افراد کے لیے قرضوں کی فراہمی کی مختلف تدبیریں زیرِ غور لائی گئی ہیں اور صنعتی ترقیاتی بنک (صفحات ۹۳-۹۴) اور تعمیراتی سرمایہ کاری کی کارپوریشن (صفحات ۹۵-۹۷) جیسے اداروں کی غیر سودی تنظیم پر غور کیا گیا ہے۔

مرکزی بنک حکومت کے ہاتھوں میں ہوگا اور نظام زر و بنک کاری کا نگراں ہوگا۔ وہ ''اپنے ممبر بنکوں کو قرضے دینے کے بجائے ان میں سرمایہ لگائے گا...... مرکزی بنک اپنے ممبر بنکوں کے نفع و نقصان میں برابر کا حصہ دار ہوگا۔'' (صفحہ ۱۰۵)

حکومت عوام کو اپنے منصوبوں کے لیے سرمایہ فراہم کرنے کی دعوت دے گی ''ان منصوبوں کا منافع سرمایہ کاروں میں تناسب کے ساتھ تقسیم کردیا جائے گا'' (صفحہ ۱۰۸) یہ بحث نقصان کی ذمہ داری کے بارے میں خاموش ہے۔ مذکورہ بالا بنیادی نقص کے باوجود یہ کتاب اس موضوع پر ایک قابل تحسین کوشش ہے اور اس میں تجویز کردہ بعض تدابیر غور و بحث کی طالب ہیں۔ مصنف نے کراچی میں ایک غیر سودی ادارہ قائم کر رکھا ہے مگر باوجود کوشش کے اس کے بارے میں تفصیلات نہ معلوم ہوسکیں۔

(٦) **اسلامی معیشت میں بنک اور بچتیں** محمد اکرم صفحات ۲۱

ماہنامہ چراغ راہ، کراچی جلد ۱۹ شمارہ ۵، ٦ مئی جون ۱۹٦۵ء۔ صفحات ٦۳-۸۳

اس مقالہ میں ایک غیر سودی اسلامی نظام میں بچت کی رسد پر بحث کی گئی ہے اور شرح مضاربت کی تعیین کرنے والے عوامل نیز شرح مضاربت کی نسبت سے بچت کی رسد کی لچک (Elasticity) کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسلامی ریاست کی جانب سے قائم کیے جانے والے نظام تامین یا ریاستی بیمہ (State Insurance) کے سلسلہ میں بھی بعض رائیں ظاہر کی گئی ہیں۔

مضاربت کے بارے میں اس غلط فہمی کا کہ وہ ''نفع اور نقصان دونوں میں شرکت'' کا نام ہے (صفحہ ٦۴) بحث پر گہرا اثر پڑا ہے۔ اس مقالہ کے بعض نکات پر میں نے اپنے مقالہ ''اسلامی معیشت کے بعض پہلو'' (چراغ راہ۔ اکتوبر ۱۹٦۵ء صفحات ۱۹-۲۸) میں بحث کی ہے۔

انگریزی

(۷) Dr. Anwar Iqbal Qureishi:

Islam And The Theory of Interest

Sheikh Mohammad Ashraf. Lahore. 1946

کتاب کے صفحات ۱۵۶-۱۶۰ پر مصنف نے ''اسلامی نظام میں بنکوں کا مقام'' پر اظہار خیال کیا ہے۔ ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ تعلیم اور حفظان صحت کی طرح بنک کاری کو بھی سماجی خدمت کے ادارہ کے طور پر حکومت چلائے۔ بنک نہ اپنے کھاتہ داروں کو سود دیں نہ قرض لینے والوں سے سود لیں (صفحہ ۱۵۷) دوسری شکل یہ تجویز کی گئی ہے کہ بنک کاروباری افراد کے ساتھ شرکت کریں اور نفع اور نقصان دونوں میں ان کے شریک بن جائیں (صفحات ۱۵۸-۱۵۹) اس صورت میں کھاتہ داروں کو نفع میں شریک کرنے کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک مغربی مصنف کے حوالہ سے زر اور کریڈٹ کے نظام میں ایک اصلاح تجویز کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جمع کیے جانے والے سرمایہ پر محصول عائد کیا جائے گا کہ لوگ بچت کرنے، زر کی ذخیرہ اندوزی کرنے اور سرمایہ کو قرض دے کر سود کمانے سے باز رہیں اور زر کو صرف ذریعہ مبادلہ کے طور پر استعمال کیا جائے۔ (صفحہ ۱۶۱)

کتاب کے شروع میں مولانا سید سلیمان ندویؒ کے مقدمہ میں بینکنگ کی اسلامی تنظیم کے سلسلہ میں نسبتاً زیادہ واضح بات کہی گئی ہے مگر مضاربت کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ ایک فریق سرمایہ فراہم کرے، دوسرا فریق محنت کرے، اور دونوں نفع اور نقصان میں طے شدہ نسبت سے شریک ہوں۔

Shaikh Mahmood Ahmad: (۸)

Economics of Islam

Sh. Mohammad Ashraf . Lahore. 1952

کتاب کے ساتوں باب 'اسلامی بینکنگ' میں یہ تجویز کیا گیا ہے کہ بینک شرکت کے اصول پر حصہ داروں سے سرمایہ جمع کر کے قائم کیے جائیں۔ کرنٹ اکاونٹ پر نہ سود دیا جائے نہ نفع میں سے کوئی حصہ۔ ایک دوسرا کھاتہ بھی ہو جس میں عوام شرکت کے اصول پر سرمایہ جمع کر سکیں۔ بنک کے منافع اس طرح تقسیم کیے جائیں کہ حصہ داروں کو کھاتہ داروں سے زیادہ نفع ملے (صفحہ ۱۵۶)۔ بنک کاروباری افراد کو شرکت کے اصول پر سرمایہ فراہم کرے (صفحات ۱۵۶-۱۵۷) شرکت کے اصول کی کوئی تشریح نہیں کی گئی ہے، نہ یہ بتایا گیا ہے کہ اگر بنک کو خسارہ ہو تو اسے کون برداشت کرے گا۔ البتہ یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ بنک بھی جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں کے اصول پر قائم کیے جائیں گے، جن میں حصہ داروں کی مالی ذمہ داری محدود ہوتی ہے (صفحہ ۱۵۶)۔

تجارتی ہنڈیوں کے سلسلہ میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ انھیں بغیر سود وضع کیے بھنایا جائے اور اس غرض کے لیے کرنٹ اکاؤنٹ کا سرمایہ استعمال کیا جائے (صفحہ ۱۵۹) حکومت ترقیاتی کاموں کے لیے عوام سے آمدنی (نفع) میں شرکت کے اصول پر سرمایہ حاصل کرے (صفحہ ۱۵۳) یا خسارہ کی مالیات کا طریقہ اختیار کرے (صفحہ ۱۵۴)۔

Mohammad Uzair (۹)

Interestless Banking **(21 Pages)**

Raihan Publications. Karachi; Dacca. 1955

غیر سودی بنک کاری کا مجوزہ نقشہ مضاربت در مضاربت کے صحیح شرعی اصول پر مبنی ہے۔ البتہ مرکزی بنک کاری سے تعرض نہیں کیا گیا ہے۔ کریڈٹ کی توسیع کے بارے میں ایک مخصوص نقطۂ نظر کی ترجمانی کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زر بنک یا کریڈٹ کے ذریعہ سرمایہ کاری نہیں کی جانی چاہیے۔ یہ نقطۂ نظر غیر عملی ہونے کی وجہ سے محل نظر ہے۔ صفحات ۱۷-۱۹ پر بین الاقوامی مالی تعلقات پر مفید بحث ہے۔

(۱۰) Dr. Mohmmad Abdullah Alaraby

Contemporary Banking Transactions and Isalm's Views Thereon

Islamic Review, London. May 1966. PP 10-16

Islamic Thought, Aligarh. July 1967. PP.10-43

مقالہ کا بیشتر حصہ (اسلامک تھاٹ۔ صفحات ۱۰-۳۲) سود اور سودی نظام بنک کاری کے مفاسد سے متعلق ہے۔ اس کے بعد غیر سودی بنک کاری کا ایک اجمالی نقشہ تجویز کیا گیا ہے۔ (صفحات۔۳۳-۳۴) عوام مضاربت کے اصول پر سرمایہ فراہم کریں گے۔ جسے، اپنے حصہ داروں کے فراہم کردہ سرمایہ کے ساتھ بنک کاروباری فریقوں کو مضاربت کے اصول پر فراہم کرے گا۔ نفع کی تقسیم اور نقصان کی ذمہ داری کے سلسلہ میں شرعی احکام کے مطابق صحیح موقف اختیار کیا گیا ہے۔

باقی صفحات میں زکوٰۃ، بین الاقوامی بنک کاری اور بنکوں کو قومی ملکیت میں لینے کے مسئلہ سے تعرض کیا گیا ہے۔ صفحات ۴۰-۴۲ پر صنعتی، زرعی اور بچت کے مخصوص بنکوں پر گفتگو کی گئی ہے۔ مگر بچت کے بنکوں کے سلسلہ میں ایک ایسی تجویز بھی پیش کی گئی ہے جو سود سے ملوث ہے۔

(۱۱) S.A. Irshad

Interest Free Banking

Orient Press of Pakistan. karachi n.d. (100 pages)

مصنف کی مذکورہ بالا اردو کتاب ''بلا سود بنکاری'' انگریزی کے جامہ میں۔

(۱۲) S. Hasanuzzaman

Interest Free Consumption Loans And Consumer Behaviour in Some Economic Aspects of Islam

Umma Publishing House, Bahadurabad, Karachi 1964.

اس مقالہ میں اس سوال پر بحث کی گئی ہے کہ صَرف کے لیے قرضوں کی طلب پر شرح سود کے گھٹنے بڑھنے کا کیا اثر پڑتا ہے۔ مقالہ نگار نے واضح کیا ہے کہ یہ خیال کہ غیر سودی نظام میں صرف کے لیے (غیر سودی) قرضوں کی طلب لامحدود ہو جائے گی کسی علمی دلیل پر مبنی نہیں ہے کیوں کہ اس طلب کی تعیین میں شرح سود سے زیادہ موثر چند دوسرے سماجی اور اقتصادی عوامل ہیں۔

عربی

(۱۳) الدکتور محمود ابوالسعود: **خطوط رئیسیة فی الاقتصاد الاسلامی** (صفحات:۹۶)
مطبعة معتوق اخوان، بیروت۔۱۹۶۵ء

اگرچہ اس کتاب میں غیر سودی بنک کاری کے موضوع سے براہ راست تعرض نہیں کیا گیا ہے لیکن ہم اس کا ذکر اس لیے کر رہے ہیں کہ اس میں نظام زر کے بارے میں ایک مخصوص رائے ظاہر کی گئی ہے۔ مصنف کے نزدیک جدید معیشت کی اصل خرابی جو سود سے زیادہ بنیادی ہے، یہ ہے کہ اس میں زر اس امتیاز کا حامل ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ اس کی قدر میں کوئی کمی نہیں ہوتی جب کہ تمام دوسری اشیاء کی قدر وقت گزرنے کے ساتھ گھٹتی ہے۔ اس بنیادی خرابی کی اصلاح اصول زکوٰۃ سے ممکن ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ زر پر ایسے محاصل عائد کیے جائیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ اس کی قدر گھٹتی جائے (صفحہ ۱۹) ان کے نزدیک زر کا اصل وظیفہ ذریعہ مبادلہ (Medium of Exchange) کا کام کرنا ہے، نہ کہ ذخیرہ قدر (Store of Value) کا۔ موخر الذکر وظیفۂ زر فساد کی جڑ ہے۔ (صفحہ ۲۳؛ صفحات ۲۶-۱۷) اس فساد کے ازالہ کے لیے ذخیرہ کیے جانے والے زر پر محصول عائد کرنا ضروری ہے۔ اس کی ایک عملی شکل (Stamped Money) رائج کرنا ہے۔ اس صورت میں جو شخص بھی، مثلاً دس روپے کے ایک نوٹ کو مہینہ بھر اپنے پاس رکھے گا اسے آئندہ اس نوٹ کو استعمال کرنے کے لیے اس پر ایک مقررہ قیمت کا ٹکٹ چسپاں کرنا ہوگا۔ گویا جو زر گردش میں نہ رہے بلکہ ذخیرہ کر کے رکھا جائے اس پر ایک مقررہ ماہانہ شرح سے محصول عائد ہوگا۔ اس کے نتیجہ میں زر زیادہ تر گردش میں رہے گا۔ اس اصلاح کے

بعد بنکوں کے وظائف خاصے بدل جائیں گے۔ عوام کی فاضل دولت بنکوں کے ذریعہ نفع میں شرکت کے اصول پر، کاروباری افراد کو فراہم کی جاسکے گی (صفحہ ۵۱) کاروبار میں نقصان کے بارے میں صرف یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ اس کا اندیشہ بہت کم ہو جائے گا۔ (صفحہ ۵۲)

(۱۴) الدکتور محمود ابوالسعود: **هل یمکن انشاء بنک اسلامی لایقوم علی الربا؟** (صفحات: ۹۲)
مکتبة المنار، کویت (سن طبع درج نہیں ہے)

ڈاکٹر محمود ابوالسعود ان چند ماہرین معاشیات و بنک کاری میں سے ہیں جو اس موضوع پر عرصہ سے سوچتے اور لکھتے رہے ہیں۔ چنانچہ مجلّہ المسلمون میں بھی سود کے موضوع پر آپ کے مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ کویت میں چند افراد نے ایک غیر سودی بنک کے قیام کے ضمن میں آپ سے بعض سوالات کیے تھے۔ یہ کتابچہ انہی سوالات کے جواب پر مشتمل ہے۔ جدید معیشت کی اصلاح کے سلسلہ میں آپ کے مخصوص نظریہ کی وضاحت اوپر کی جاچکی ہے۔ اس کتابچہ میں آپ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جب تک وہ اصلاح نہ کی جائے گی نظام بنک کاری کو سود سے پاک کرنا دشوار ہے۔ سب سے بڑی دشواری قرض کے سلسلہ میں پیش آتی ہے۔ اگر کاروباری فریقوں کو سرمایہ فراہم کرنے کی بنیاد نفع میں شرکت ہو تو مشکل یہ ہے کہ موجودہ قوانین بنکوں کے لیے براہ راست تجارتی کاروبار کرنا ممنوع قرار دیتے ہیں۔ اس ممانعت کا مقصد کھاتہ داروں کے مفاد کا تحفظ ہے۔ آخر میں (صفحات ۱۸-۱۹) انھوں نے تعاون کے اصول پر مبنی نظام تجویز کیا ہے مگر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ ادارہ ''بنک'' نہیں ہوگا بلکہ ''سرمایہ کاری کی انجمن'' ہوگا۔ اس نظام پر بھی انھوں نے کوئی تفصیلی روشنی نہیں ڈالی ہے۔

(۱۵) الدکتور محمد عبداللہ العربی: **المعاملات المصرفیة المعاصرة ورای الاسلام فیه** (صفحات: ۴۵)

مجلة الازهر ـــــــــ محرم ۱۳۸۵ھ/مئی ۱۹۶۵ء

مقالہ نگار کا مذکورہ بالا انگریزی مقالہ اسی عربی مقالہ کا ترجمہ ہے جو قاہرہ میں مجمع البحوث الاسلامیہ کی دوسری کانفرنس میں پیش کیا گیا تھا۔

(۱۶) الدکتور محمد عزیز[1]: عوامل النجاح فی المصارف اللّا ربویة (صفحات:۳۲)
مکتبة المنار، کویت (سن طبع درج نہیں ہے)

اس مفید کتابچہ میں چار امور پر بحث کی گئی ہے: غیر سودی بنکوں کے لیے سرمایہ کا حصول؛ ان بنکوں کے کھاتوں میں بچتوں کی رسد، کیا غیر سودی بنک کاری میں خسارہ کا اندیشہ زیادہ ہوگا؟ اور ان بنکوں کے حسابات کس طرح مرتب کیے جائیں گے؟

یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ غیر سودی اسلامی معیشت میں رجحان صرف موجودہ معیشت کے مقابلہ میں کم ہوگا لہٰذا بچت زیادہ ہوگی۔ (صفحہ ۱۰) یہ رائے محل نظر ہے۔ اس سبب اور چند دوسرے اسباب کی بنا پر غیر سودی بنکوں کو سودی بنکوں کے مقابلہ میں سرمایہ کی رسد زیادہ ہوگی۔ (صفحہ ۲۱) صفحات ۲۲-۲۳ پر ایسے اقدامات کی نشاندہی کی گئی ہے جن کے نتیجہ میں بنکوں کو عوام میں مقبولیت حاصل ہو اور وہ اس کے کھاتہ دار بننے پر آمادہ ہوں۔

صفحات ۱۹، ۲۶ پر اس اہم موضوع پر بحث کی گئی ہے کہ کیا معاصر سودی بنکوں کے مقابلہ میں غیر سودی بنکوں کو خسارہ کا امکان زیادہ ہوگا۔ عملی حالت کے تجزیہ اور علمی دلائل سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ یہ شبہہ بے بنیاد ہے۔ جدید صنعتی کاروبار ایسے سائنٹیفک طریقہ سے چلایا جاتا ہے کہ عملاً خسارہ شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ مزید براں ایک بنک متعدد کاروباری فریقوں کے کاروبار میں سرمایہ لگائے گا، کسی ایک فریق کو اگر نقصان بھی ہو تو بنک کو تمام کاروباری فریقوں سے مجموعی طور پر خسارہ اٹھانا لازم نہ آئے گا۔ جہاں تک تجارتی بحران کے سبب قیمتوں میں غیر معمولی کمی کے نتیجہ میں ہونے والے خسارہ کا سوال ہے اس سے سودی بنکوں کو بھی مفر نہیں لہٰذا دونوں نظاموں کے تقابلی مطالعہ میں وہ خارج از بحث ہے۔ البتہ غیر سودی نظام کے حق میں یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ اس کا قیام تجارتی بحران کا امکان ختم کرنے میں مدد دے گا۔

آخری بحث (صفحات ۲۶-۳۳) نئے نظام میں حساب کتاب کے طریقہ سے متعلق ہے اور مفید تجاویز پر مشتمل ہے۔

---

[1] یہ غالباً محمد عزیر صاحب کے کسی مقالہ کا عربی ترجمہ ہے جس میں مذکورہ بالا انگریزی کتابچہ کے صفحات ۱۳-۱۶ کی بحث کو مزید تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

یہ کتابچہ اس موضوع پر ایک اہم کام ہے، اگرچہ بنکوں کے کاروباری فریقوں کے خسارہ میں شرکت کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضاربت کے صحیح شرعی احکام سامنے نہیں ہیں (صفحہ ۲۰ اور صفحہ ۲۳)۔

(۱۷) اللجنة التحضيرية لمشروع بيت التمويل الكويتي:

پوسٹ بکس ۲۸۵۷۔ کویت

مشروع النظام الاساسی لبيت التمويل الكويتي (صفحات: ۲۱)

المطبعة العصرية، کویت (سن طبع درج نہیں ہے) غالباً ۱۹۶۷ء

چند برسوں سے کویت میں ایک غیر سودی بینک قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس کوشش میں بعض ماہرین معاشیات اور علما فقہ بھی شریک ہیں۔ یہ کتابچہ اس بینک کا مجوزہ دستور اساسی ہے جو غور و مشورہ کے لیے شائع کیا گیا ہے۔ ۱۹۶۹ء میں منعقد کی جانے والی ایک کانفرنس میں اسے آخری شکل دی جائے گی۔

یہ ادارہ کویت کے موجودہ قوانین کے تحت ایک جوائنٹ اسٹاک کمپنی کے طور پر قائم کیا جائے گا۔ تاسیس کی غرض یہ بیان کی گئی ہے کہ غیر سودی بنیادوں پر بنک کے وظائف پورے کرے، خود نفع آور کاروبار کرے اور نفع آور کاروبار میں غیر سودی بنیادوں پر سرمایہ لگائے (دفعہ ۴) اس کے قیام کے لیے دس دینار کے ایک لاکھ حصے فروخت کر کے دس لاکھ دینار کا سرمایہ جمع کیا جائے گا۔ کوئی ایک فرد پانچ ہزار سے زیادہ حصص کا مالک نہ ہو سکے گا۔ کمپنی کے جملہ امور کی انجام دہی آٹھ تا بارہ افراد پر مشتمل ایک انتظامی مجلس (بورڈ آف ڈائریکٹرس) کے ہاتھوں میں ہوگی۔ ان افراد کا انتخاب حصہ داروں کی جمعیتِ عام کرے گی۔ مجلس کے ہر رکن کے لیے کم از کم ایک ہزار حصوں کا مالک ہونا ضروری ہوگا۔

کمپنی کے حصہ کی خریداری سے اس کے دستور اساسی اور مجلس انتظامی کے فیصلوں کو قبول کرنا لازم آئے گا (دفعہ ۱۶)۔

عوام کے لیے یہ بینک دو قسم کے کھاتے کھولے گا۔ جو لوگ اپنا سرمایہ اس شرط پر جمع کریں کہ بینک ان کو نفع آور کاموں میں نہیں لگائے گا وہ اپنا سرمایہ کسی وقت بھی واپس لے سکیں گے۔ یہ کھاتہ کرنٹ

اکاؤنٹ اور بچت کے عام کھاتوں کی طرح ہوگا (دفعہ ۵۷) جو لوگ بنک کو اپنے سرمایہ کے نفع آور استعمال کا حق تفویض کریں وہ کسی متعین اسکیم میں سرمایہ لگانے کی بھی ہدایت کر سکتے ہیں (دفعہ ۵۸) یہ سرمائے متعین مدتوں کے لیے بھی جمع کئے جاسکتے ہیں اور بلا تعیین مدت کے بھی۔ مقررہ مدت کے لیے سرمایہ جمع کرنے کی صورت میں یہ صراحت کرنی ہوگی کہ واپس لینے کے لیے کتنے عرصہ پہلے نوٹس دی جائے گی۔ وقت مقررہ سے پہلے سرمایہ واپس لینے کی درخواست مجلس انتظامی قبول کر سکتی ہے مگر ایسی صورت میں سال رواں کے منافع سے یا اس کے کسی حصہ سے دستبردار ہونا پڑے گا (دفعہ ۵۸)۔

یہ کمپنی ہر طرح کی اسکیموں میں سرمایہ لگا سکے گی مگر کسی ایک اسکیم میں اپنے مجموعی سرمایہ کے پانچ فی صد سے زیادہ سرمایہ نہ لگائے گی، نہ کسی وقت کل سرمایہ کے تیس فی صد سے زائد حصہ کو طویل مدت یا درمیانی مدت کی اسکیموں میں لگائے گی (دفعہ ۶۳)۔ تجارتی، صنعتی اور زرعی کاروبار۔ معدنیات، بری، بحری اور فضائی نقل و حمل سے متعلق کاروبار، غیر منقولہ جائدادوں سے متعلق کاروبار، انشورنس وغیرہ سب اس کے دائرۂ کار میں داخل ہوسکیں گے (دفعات ۵ اور ۶)۔

یہ بینک پیدا آور اغراض کے لیے تھوڑی مدت کے چھوٹے قرضے دے گا جن پر کوئی سود یا حصۂ نفع نہیں طلب کیا جائے گا (دفعہ ۶۹)۔

کمپنی زکوٰۃ کا کھاتہ بھی کھولے گی جس میں حصہ دار، کھاتہ دار اور عام افراد اپنی زکوٰۃ جمع کر سکیں گے جسے شرعی مصارف پر صرف کیا جائے گا (دفعہ ۷۰)۔

کمپنی کے نفع کا حساب سالانہ ہوگا۔ البتہ جب شرح نفع بیس فی صد سے زیادہ ہو تو حصہ داروں کو ان کے سرمایہ پر مزید نفع دیا جا سکے گا جس کی آخری حد دس فی صد ہوگی (دفعہ ۵۹)۔

نفع کی تقسیم سے متعلق دفعات یہ ہیں:

دفعہ ۷۷۔ مجموعی منافع (Gross Profits) میں سے کچھ فی صد حصہ، جس کی تعیین مجلس انتظامی کرے گی، کمپنی کے اثاثوں کی فرسودگی (Depreciation) کے عوض وضع کیا جائے گا۔

اسی طرح قانون محنت کاران کے تحت کمپنی پر لازم آنے والی مالی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے منافع (Net Profits) کی تقسیم درج ذیل طریقہ پر ہوگی۔

اوّلاً:- پندرہ فی صد ایک لازمی احتیاطی فنڈ میں منتقل کر دیا جائے گا۔

ثانیاً:- باقی میں سے دس فی صد اختیاری احتیاطی فنڈ میں رکھا جائے گا۔

ثالثاً:- پھر اس کے بعد (نفع میں سے) اس قدر رقم علاحدہ کرلی جائے گی۔ جو حصہ داروں کو نفع کا پہلا حصہ جس کی شرح پانچ فی صد ہوگی، دینے کے لیے درکار ہو۔

رابعاً:- مذکورہ بالا حصے علاحدہ کرنے کے بعد ایک حصہ، جس کی نسبت جمعیۃ عام طے کرے گی اور جو باقی نفع میں سے دس فی صد سے زیادہ نہ ہوگا، مجلس انتظامی کے معاوضوں کے لیے مخصوص کیا جائے گا۔

خامساً:- اس کے بعد جو نفع باقی بچے وہ مزید حصۂ نفع کے طور پر حصہ داروں کے درمیان تقسیم پائے گا یا اگر مجلس انتظامی چاہے تو آئندہ سال کے حساب میں منتقل کردیا جائے گا یا غیر معمولی احتیاطی فنڈ قائم کرنے میں استعمال کیا جائے گا یا کسی غیر معمولی خرچ کو پورا کرنے میں کام آئے گا۔

دفعہ ۸۰: احتیاطی فنڈ جمعیۃ عام کے فیصلوں کے مطابق استعمال کیا جائے گا۔ لازمی احتیاطی فنڈ کو حصہ داروں کے درمیان نہیں تقسیم کیا جاسکے گا۔ البتہ جن برسوں میں شرکت کے واقعی منافع حصہ داروں کے درمیان پانچ فی صد کی شرح سے نفع تقسیم کرنے کے متحمل نہ ہوں ان برسوں میں اس فنڈ کو انھیں اس شرح کے مطابق نفع دینے کے لیے استعمال کیا جاسکے گا۔

اس دستور میں اس امر کی صراحت نہیں ہے کہ کاروبار میں خسارہ ہو تو اسے کون برداشت کرے گا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ کویت کے متعلقہ قوانین میں اس امر کی صراحت ہوگی اور یہ کمپنی انہی قوانین کی پابند ہوگی۔ البتہ دفعہ ۸۰ سے یہ واضح ہے کہ نفع کی تقسیم کا اصول اس طرح وضع کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نقصان کی تلافی نفع کے ایک حصہ کو روک کر قائم کئے جانے والے احتیاطی فنڈ سے ہوسکے اور عملاً کسی حصہ دار یا کھاتہ دار کو نقصان نہ برداشت کرنا پڑے۔ غیر معمولی نفع کی صورت میں حصہ داروں کو کھاتہ داروں سے زیادہ نفع مل سکے گا۔ ڈائریکٹرس کو بھی ان کی کاروباری خدمات کے پیش نظر خصوصی حصہ نفع کا مستحق قرار دیا گیا ہے، مگر یہ حصہ اسی صورت میں مل سکے گا جب احتیاطی فنڈ کے علاوہ حصہ داروں اور کھاتہ داروں کو ان کے سرمایوں پر پانچ فی صد کی شرح سے نفع دینے کے بعد بھی اس کی گنجائش باقی رہے۔

ایضاً مشروع بیت التمویل الکویتی. (صفحات:۱۲)

(مطبع اور سن طبع درج نہیں ہے)

اسی ادارہ کے جاری کردہ اس کتابچہ میں مذکورہ بالا اسکیم کا مختصر تعارف کراتے ہوئے اس کے محرکات بیان کئے گئے ہیں۔ صفحہ ۱۱ پر صراحت کی گئی ہے کہ اس بنک سے سرمایہ حاصل کرنے والے کاروباری فریقوں کے ساتھ بنک کے معاہدہ کی نوعیت ''مضاربت'' کی ہوگی، اور صفحہ ۱۰ پر یہ بتایا گیا ہے کہ بنک میں سرمایہ جمع کرنے والے افراد کی حیثیت بنک کے کاروبار میں شرکاء کی ہوگی۔

ضمیمہ (۲)

فرہنگ اصطلاحات

(GLOSSARY OF TECHNICAL TERMS)

Urdu-English

اثاثہ (اثاثے)	ASSETS
اجرت خدمت	SERVICE CHARGES
استقرار	STABILITY
اشیاء	GOODS
اشیائے صرف (سامان صرف)	CONSUMPTION GOODS
	CONSUMER GOODS
پائدار اشیاء صرف	DURABLE CONSUMER GOODS
اضافۂ اصل	CAPITAL GAIN
افراطِ زر	INFLATION
آمدنی	INCOME
قومی آمدنی	NATIONAL INCOME
بازار	MARKET
کھلے بازار میں اقدام	OPEN MARKET OPERATIONS

بچت	SAVING
بچت کا رجحان	PROPENSITY TO SAVE
بچت کار	SAVERS
بچت کے بینک	SAVING BANKS
بچت کے کھاتے	SAVINGS ACCOUNTS
بچت کی رسد	SUPPLY OF SAVINGS
بحران	CRISIS
برآمد	EXPORT
بے روزگاری	UNEMPLOYMENT
بینک (بنک)	BANK
تجارتی بینک	COMMERCIAL BANKS
مرکزی بینک	CENTRAL BANK
بنک کاری	BANKING
پیداوار	PRODUCT
پیداواری عمل (پیداواری جدوجہد)	PRODUCTIVE ENTERPRISE
پیداواری صلاحیت	CAPACITY OF PRODUCTION
پیدا آور	PRODUCTIVE
پیدا آوری	PRODUCTIVITY
پیدا کنندہ	PRODUCER
تجارتی چکر	TRADE CYCLE
تجارت خارجہ	FOREIGN TRADE
تجارتی ہنڈی	BILL OF EXCHANGE
تخفیف	CONTRACTION

کریڈٹ میں تخفیف	CONTRACTION OF CREDIT
تخلیق	CREATION
تخلیق زر	CREATION OF CREDIT
,,	CREATION OF MONEY
ترجیح نقد	LIQUIDITY PREFERENCE
ترغیبی اشتہار	PERSUASIVE ADVERTISEMENT
تشخیص مالیت	ASSESSMENT OF NET WORTH
تفریط زر	DEFLATION
توسیع	EXPANSION
کریڈٹ میں توسیع	EXPANSION OF CREDIT
تمسکات	SECURITIES
تمسکات کا بازار	BILL MARKET
جاری حسابات	CURRENT ACCOUNTS
چک	CHEQUE
حصہ	SHARE
سرمایۂ حصص	SHARE CAPITAL
حصہ دار	SHARE HOLDER
حصص کا بازار	SHARE MARKET
عام حصص خدمات	COMMON STOCK EQUITY
	SHARES SERVICES
خسارہ (نقصان)	LOSS
خسارہ کی مالیات	DEFICIT FINANCING
خطر	RISK

خطرانگیزی	RISK BEARING
خطوط اعتماد	LETTERS OF CREDIT
درآمد	IMPORT
درمیانی مالی ادارے	FINANCIAL INTERMEDIARIES
دولت	WEALTH
محصول دولت	WEALTH TAX
دیوالیہ	BANKRUPT
ذمہ داری	LIABILITY
محدود ذمہ داری	LIMITED LIABILITY
غیر محدود ذمہ داری	UNLIMITED LIABILITY
رجحان	PROPENSITY
رجحان صرف	PROPENSITY TO CONSUME
رجحان بچت	PROPENSITY TO SAVE
رسد	SUPPLY
روزگار	EMPLOYMENT
زائد از جمع رقم نکالنا	OVERDRAFT
زر	MONEY
زر کی بابت پالیسی	MONETARY POLICY
زر بنک	BANK MONEY
زر کی گردش کی رفتار	VELOCITY OF CIRCULATION OF MONEY
سٹہ بازی	SPECULATION
سرمایہ	CAPITAL
سامان سرمایہ	CAPITAL GOODS

سرمایہ کاری (سرمایہ لگانا)	INVESTMENT
سماجی تحفظ	SOCIAL SECURITY
سماجی عدل	SOCIAL JUSTICE
سند	CERTIFICATE
سند ملکیت	TITLE OF OWNERSHIP
سود	INTEREST
غیر سودی بنک کاری	INTEREST-FREE BANKING
صرف	CONSUMPTION
صارف	CONSUMER
صلاحیت ادائیگی	ABILITY TO PAY
صنعت	INDUSTRY
ضمانت	SECURITY
ضمان	LIABILITY
طلب	DEMAND
مجموعی طلب	AGGREGATE DEMAND
طلب مؤثر	EFFECTIVE DEMAND
طویل المیعاد	LONG TERM
طویل المیعاد کھاتے	TIME DEPOSITS
عدم تیقن	UNCERTAINTY
عرصۂ مختصر	SHORT RUN
عرصۂ طویل	LONG RUN
عندالطلب قابل واپسی کھاتے (عندالطلب کھاتے)	DEMAND DEPOSITS
عندالطلب واجب الادا قرضے	CALL LOANS

فاضل مالیات کا طریقہ	SURPLUS BUDGET
فلاحی ریاست	WELFARE STATE
فرسودگی کی منہائی	DEPRECIATION ALLOWANCE
قصیر المیعاد	SHORT TERM
قومی دائرہ	PUBLIC SECTOR
کاروبار	ENTERPRISE
کاروباری جدوجہد	ENTREPRENEURSHIP
کاروباری ادارہ	FIRM
کھاتہ	DEPOSIT
کھاتہ دار	DEPOSITOR
کھاتوں کی تامین	DEPOSIT INSURANCE
کریڈٹ	CREDIT
کریڈٹ میں تخفیف	CONTRACTION OF CREDIT
کریڈٹ کی توسیع	EXPANSION OF CREDIT
مسلسل جاری کریڈٹ	REVOLVING CREDIT
کساد بازاری	DEPRESSION
کساد بازاری کا آغاز	RECESSION
کلاسیکی	CLASSICAL
لچک (تغیر پذیری)	ELASTICITY
لچک دار	ELASTIC
بے لچک (کم لچک دار)	INELASTIC
مالی	FINANCIAL
مالی ادارے	FINANCIAL INSTITUTIONS
مالیات عامہ	PUBLIC FINANCE

مالیاتی پالیسی	FISCAL POLICY
مالیاتی عامہ سے متعلق اقدام	FISCAL MEASURES
مالیت کی تشخیص	ASSESSMENT OF NET WORTH
محرک	INCENTIVE
محصول	TAX
محاصل	TAXES
محصول آمدنی	INCOME TAX
بالواسطہ محاصل	INDIRECT TAXES
براہ راست محاصل	DIRECT TAXES
معاشیات (اقتصادیات)	ECONOMICS
معیشت	ECONOMY
منصوبہ	PLAN
منصوبہ بندی	PLANING
منہائی	DISCOUNT
نجی	PRIVATE
نجی دائرہ (کاروبار کا نجی دائرہ)	PRIVATE SECTOR
نسبت استقراض	BORROWING RATIO
نسبت قرض	LENDING RATIO
نسبت نقد محفوظ	RESERVE RATIO
نفع (منافع)	PROFIT
نقد	CASH
نقدیت	LIQUIDITY
وظائف	FUNCTIONS
ہُنڈی	BILL

ضمیمہ (۳)

اسلامی بینکوں کی فہرست *

(علاوہ پاکستان، ایران اور سوڈان)

نمبر شمار	نام	مقام	تاریخ قیام
۱	دبئی اسلامک بینک	دبئی	۱۹۷۵
۲	اسلامک ڈیولپمنٹ بینک	جدّہ	۱۹۷۵
۳	کویت فائنانس ہاؤس	کویت	۱۹۷۷
۴	فیصل اسلامک بینک	قاہرہ	۱۹۷۷
۵	ناصر سوشل بینک	قاہرہ	۱۹۷۷
۶	اردن اسلامک بینک فار فائنانس اینڈ انوسٹمنٹ	عمان، اردن	۱۹۷۹
۷	بحرین اسلامک بینک	منامہ، بحرین	۱۹۷۹

* اس فہرست کی ترتیب میں مندجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

- John R P'resley (ed), Directory of Islamic financial Institutions, London, Croom Helin. 1988
- Philip Moore, Islamic Finance: A Partnership for Growth London, Euromoney Publications. 1997
- Rodney Wilson, Islamic Finance, London, F T Financial Publications 1997
- Taha Mohammadain, Directory of Islamic Banks and Companies of Insurance and Investment, Jeddah, Centre for Research in Islamic Eco. 1995

۸	تضامن اسلامک بینک	خرطوم، سوڈان	1981
۹	اسلامک بینک فار انوسٹمنٹ اینڈ ڈیولپمنٹ	قاہرہ	1981
۱۰	مصرف فیصل اسلامی (بینک اور ٹرسٹ)	نساؤ بہاماس	۱۹۸۲
۱۱	مصرف فیصل اسلامی، بحرین	منامہ، بحرین	۱۹۸۲
۱۲	اسلامک بینک بنگلہ دیش	ڈھاکہ	۱۹۸۳
۱۳	قطر اسلامک بینک	دوحہ، قطر	۱۹۸۳
۱۴	سینیگال اسلامی بینک	داکار، سینیگال	۱۹۸۳
۱۵	نائجر اسلامی بینک	نیامی، نائیجر	۱۹۸۳
۱۶	مصرف فیصل اسلامی رگتی	رگتی	۱۹۸۳
۱۷	بینک اسلامی ملیشیا، رہاد	کوالالمپور، ملیشیا	۱۹۸۳
۱۸	البرکہ اسلامک انوسٹمنٹ	منامہ بحرین	۱۹۸۴
۱۹	فیصل فائنانس انسٹی ٹیوشن	استانبول، ترکی	۱۹۸۴
۲۰	مصرف فیصل اسلامی	نیامی، نائیجر	۱۹۸۴
۲۱	البرکہ ٹرکش فائنانس ہاوس	استانبول، ترکی	۱۹۸۴
۲۲	البرکہ اسلامک بنک موریطانیہ	موریطانیہ	۱۹۸۵
۲۳	الامین اسلامک فائنانشیل اینڈ انوسٹمنٹ کارپوریشن	بنگلور، انڈیا	۱۹۸۵
۲۴	البرکہ اسلامک بنک بنگلہ دیش	ڈھاکہ	۱۹۸۷
۲۵	الراجحی بینک اینڈ انوسٹمنٹ کارپوریشن	ریاض، سعودی عرب	۱۹۸۷
۲۶	سعودی مصری فائنانس بینک	قاہرہ	۱۹۸۸
۲۷	کویت ترکی اوقاف فائنانس ہاؤس	استانبول، ترکی	۱۹۸۹
۲۸	قطر انٹرنیشنل اسلامک بینک	دوحہ، قطر	۱۹۹۰

۲۹	بنک البرکہ جبوتی	جبوتی	۱۹۹۰
۳۰	فیصل فائنانس سوئٹزرلینڈ	جنیوا	۱۹۹۰
۳۱	البرکہ بنک	ڈربن جنوبی افریقہ	۱۹۹۱
۳۲	اناطولیہ فائنانس ہاؤس	استانبول	۱۹۹۱
۳۳	بنک معاملات انڈونیشیا	جکارتا	۱۹۹۲
۳۴	البرکہ کازاخستان بینک	الماتی	۱۹۹۳
۳۵	اسلامک بینک برونائی برہاد	برونائی دارالسلام	۱۹۹۳
۳۶	سرندیپ بینک لیمیٹڈ	کولمبو، سری لنکا	۱۹۹۳
۳۷	اخلاص فائنانس ہاؤس	استانبول، ترکی	۱۹۹۵
۳۸	فرسٹ اسلامک انوسٹمنٹ بینک	منامہ بحرین	۱۹۹۶
۳۹	سٹی اسلامک انوسٹمنٹ بینک	منامہ، بحرین	۱۹۹۷
۴۰	ابوظہبی اسلامک بینک	ابوظہبی	۱۹۹۸
۴۱	سوشل انوسٹمنٹ بنک	ڈھاکہ	
۴۲	العرفہ اسلامک بینک	ڈھاکہ	
۴۳	بنک البرکہ الجزائر	الجیرز	
۴۴	عرب اسلامک بنک	منامہ، بحرین	
۴۵	دارالمال الاسلامی ٹرسٹ	جکارتا، انڈونیشیا	
۴۶	بنک السعوی التونسی	ٹیونس	
۴۷	فیصل اسلامک بنک قبرص	لفکوسا، سائپرس	
۴۸	اسلامک پان امیریکن بنک	بیونس آئرز، ارجنٹائنا	
۴۹	اسلامک فائنانس ہاؤس یونی ورسل ہولڈنگ	لکسمبورگ	
۵۰	بنک التقوی	سوئٹزرلینڈ	

ضمیمہ (۴)

اسلامی بنک کاری پر منتخب نئے لٹریچر

❑ پروفیسر اوصاف احمد (۱۹۹۷) اسلامی معاشیات اور بنک کاری
دہلی۔انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹو اسٹڈیز

❑ **Rodney Wilson** (1997) *Islamic Finance,* London, FT Financial Publishing.

❑ **Philip Moore** (1997) *Islamic finance:* A Partnership for Growth, London, Euromoney.

❑ **Institute of Islamic Banking and Insurance** (1995) *Encyclopedia of Islamic Banking and Insurance,* London.

❑ **Munawwar Iqbal, Ausaf Ahmad & Tariqullah Khan** (1998) *Challenges Facing Islamic Banking,* Jeddah, Islamic Development Bank, Islamic Research and Training Institute.

❑ **Frank E. Vogel & Samuel L. Hayes** (1998) *Islamic Law and Finance: Religion, Risk and Return,* The Hague, Kluwer Law International

❑ **Errico Luca and Mitra Farahbaksh** (1998) '*Islamic Banking:* Issues in Prudential Regulations and Supervision', Washington DC., IMF WP/98/30

- **V.Sundarrajam, David Marston & Ghiath Shabsigh** (1998) "Monetary Operations and Government Debt Management Under Islamic Banking", Washington DC.
- **Mohsin S. Khan & Abbas Mirakhor** (1989) *"Islamic Banking:* Experiences in the Islamic Republic of Iran and Pakistan", Washington DC., IMF, (WP/89/12).
- **Abbas Mirakhor & Mohsin S. Khan** (1987) *Theoretical Studies in Islamic Banking and Finance,* Texas, The Institute for Research and Islamic Studies.
- **Sami Hasan Homoud** (1986) *Islamic Banking,* London, Arabian Information.
- **Mohammad Umar Chapra** (1985) *Towards a Just Monetary Order,* Leicester, The Islamic Foundation.
- **Mohammad Nejatullah Siddiqi** (1983) *Issues in Islamic Banking,* Leicester, The Islamic Foundation.